

# شہاہ چہور



علیم الحق حقہ

اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس اندھیری رات میں دلدلی علاقے کا رخ کرنا درحقیقت اس کے مجرمانہ کیریر کا نقطہ آغاز ثابت ہوگا۔ اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ جلد ہی وہ کوئی ایسا جرم کرے گا جو اس صدی کا یادگار اور تاریخی جرم قرار پائے گا۔ وہ اس کام کے لئے کسی اعتبار سے بھی موزوں نہیں تھا۔ وہ عام سی قد و قامت اور شکل و صورت کا آدمی تھا۔ اوسط قد، مضبوط جسم، بازوؤں کی پھڑکتی ہوئی مچھلیاں اور پُر گوشت کاندھے..... جسمانی مشقت انسان کو مضبوطی تو عطا کر ہی دیتی ہے۔ آئرلینڈ کے باشندے عام طور پر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس کے چہرے پر سرخ مہاسے بھی تھے، جو سرخ بالوں سے میچ کرتے تھے۔ وہ عام شخصیت کا مالک تھا لیکن وہ عام سی شخصیت ہی اس کے لئے بے حد اہم اثاثہ تھی۔ وہی کامیاب جرم کے سفر کے لئے اس کا زادراہ تھا۔

اسے ہتھیاروں کے استعمال کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ کسی حد تک گھونسے بازی البتہ ضرور کر سکتا تھا۔ اس نے تو کبھی چاقو بھی استعمال نہیں کیا تھا۔ وہ آتش گیر مادے، بولی ٹریپس، سمیات، انفرا ریڈ کیمروں اور ایسے ہی دیگر آلات کے استعمال سے قطعاً ناواقف تھا۔ نہ ہی اس کے پاس ایسا دماغ تھا کہ وہ ان پیچیدہ آلات کا استعمال سیکھتا۔ اس پر ستم یہ کہ اس میں منصوبہ بنانے کی اہلیت بھی نہیں تھی..... کجا یہ کہ ایک بے داغ اور صاف جرم کا خوبصورت منصوبہ! وہ ایک سیدھا سادا آدمی تھا اسے تو جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا تھا..... پھر اس نے اس صدی کا یادگار اور بے داغ جرم کیسے کیا؟ اسے کرشمہ ہی کہا جاسکتا تھا۔ ایک ممکنہ وضاحت یہی ہو سکتی ہے کہ وقت، حالات اور لوگ..... سبھی اس عجوبہ روزگار کے لئے سازگار ہو گئے تھے۔

اس رات میٹ او کوئن نے تین مختلف مے کدوں کا دورہ کیا تھا۔ ظاہر ہے، ہر جگہ اس نے تھوڑی بہت پی بھی تھی۔ مدہوشی کی حالت میں انسانی ذہن یوں بھی حقائق

سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں کرشمے ظاہر ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ دھندلائے ہوئے ذہن اور آنکھوں کو ادھام بھی حقیقت ہی نظر آنے لگتے ہیں۔ کچھ یوں بھی ہے کہ کرشمے دور دراز مقامات پر رونا ہوتے ہیں..... اور آئرلینڈ ان کے لئے ایک مثالی مثال ہے۔ ان کے لئے ویرانی اور سناٹا بھی ضروری ہوتا ہے۔ بلی ڈون دور دراز آئرلینڈ کا ایک ایسا ہی افتادہ تر مقام ہے۔ میٹ او کوئن اس رات ٹھلٹھا ہوا دلدل کی طرف نکل گیا۔ جہاں اس کے سوا کوئی ذی روح موجود نہیں تھا۔

..... لیکن جرم کے لئے محرک ہونا بہت ضروری ہے نیز حالات اتنے خراب ہوں کہ انسان مایوس ہونے کے سوا کچھ بھی نہ کر سکے اور ہر چیز اس کے اختیار سے نکل چکی ہو تب مایوسی انتہا کو پہنچ کر جرم کے محرک میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ آئر لینڈ ایک غریب پس ماندہ ملک تھا۔ دلیوں، درویشوں اور عالموں کی وہ سرزمین ایک سال سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی..... اپنی عظمت اور وقار کی بحالی کی منتظر! کیا یہ کوئی چھوٹا سا محرک تھا؟

میٹ کو نہ صرف مادرِ وطن کی تاریخ زبانی یاد تھی بلکہ وہ سامع میسر آنے پر اسے بے دریغ اگلتا بھی تھا لیکن عموماً اسے سامع میسر نہیں آتے تھے۔ وہ جنہیں سناتا، انہیں خود آئرلینڈ کی تاریخ ازبر تھی۔ صدیوں..... صدیوں پہلے ایک بادشاہ نے اپنی ملکہ کی بازیابی کے لئے انگریز فوجوں کی مدد حاصل کی تھی۔ ملکہ ایک اور آئرش بادشاہ کی قید میں تھی۔ یوں انگریز اس سرسبز خطہ زمین سے متعارف ہوئے۔ وہ آئرلینڈ میں داخل ہوئے تو کبل ہو کر رہ گئے۔ جنگیں ہوتی رہیں..... آزادی کی جنگ لڑنے والے باغی قرار پائے..... اور قدم بہ قدم پسپا ہوتے گئے۔ میٹ نے اس رات اپنے سامعین کو جو اس کی باتیں ہرگز نہیں سن رہے تھے بتایا کہ ایک ہزار سال ہو گئے۔ آئرلینڈ کی ہوائیں خالص نہیں رہیں۔ ہر طرف انگریزوں کی بدبو رچی ہوئی ہے۔ آئرلینڈ مسلسل لٹ رہا ہے۔ اس کے بیٹوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ اس نے فخریہ لہجے میں کہا کہ آزادی کی جدوجہد میں اس کا خاندان کبھی پیچھے نہیں رہا۔ ہر دور میں ایک او کوئن وطن عزیز پر اپنی جان قربان کرتا رہا ہے۔ اس نے انہیں بتایا کہ شمالی اضلاع آج بھی انگریزوں کے قبضے میں ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے۔ میٹ کو احساس تھا کہ کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں ہے۔

وہ کہانی صدیوں پرانی اور سنی سنائی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ چھ اضلاع کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔ انہیں آئرلینڈ میں برطانوی کرنسی کا وجود گوارہ تھا۔ وہ ٹیلیوژن پر برطانوی پروگرام دیکھنے کے عادی ہو گئے تھے۔ وہاں ٹریفک کا نظام، انگریزوں کی پیروی میں بائیں طرف سے چلتا تھا۔ بے روزگاری میں وہ انگلینڈ جا کر ملازمتیں بھی تلاش کرتے تھے۔

”تم سب بزدل اور غدار ہو۔“ میٹ پھنکارا۔

”تم وقت سے پیچھے ہو، میٹ۔“ یہ غدار میلوئی تھا، جو کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا برطانوی پاؤنڈ وصول کر کے خوش رہتا تھا۔ ”یہ بیسویں صدی ہے احمق۔ ہمیں امن سے رہنے دو۔“

”تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔“ فلیری نے پوچھا۔ ”کیا ہم بلی ڈون سے بلفاست تک ہاتھوں میں احتجاجی بینر لے کر مارچ کریں۔“

”ہاں..... میں یہی دیکھنا چاہتا ہوں۔“ میٹ غرایا۔

”ہا ہا ہا..... ہم انگریزوں کو سمندر میں دھکیل دیں گے..... ان کا پیچھا کریں گے..... ان کی زمین کو تاراج کر دیں گے۔ تبھی تم خوش ہو گے نا، میٹ۔“ فلیری نے کہا۔

سب لوگ ہنس پڑے۔ ان کے خیال میں وہ میٹ کا مذاق اڑا رہا تھا۔ حالانکہ یہ بات نہیں تھی۔ وہ پُر خلوص آدمی تھا۔ اسے میٹ کی فوج میں شامل ہونا پسند تھا لیکن پستول اس کے ہاتھ میں مخدوش ثابت ہوتا، کیونکہ وہ نال اور دستے میں تیز نہیں کر سکتا تھا۔

”ہاں..... کیوں نہیں۔ ہم انگریزوں کے ساتھ وہی کچھ کریں گے، جو انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔“ میٹ نے چیخ کر کہا۔

ایک بار پھر سب نے قہقہے لگائے۔ ”صرف بدست لوگ ہی جنگ کی بات کرتے ہیں۔“ میلوئی نے طنز کیا۔ ”ورنہ آئرلینڈ کا ہر معقول شہری امن کا خواہاں ہے۔“

اب یہ تو بہن میٹ کی برداشت سے باہر تھی۔ وہ پاؤں پٹختا ہوا بار سے نکل آیا۔ وہ ان بزدلوں اور غداروں کا قرب مزید برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ویسے بھی وہ آئرش ریپبلک آرمی (آئی آر اے) کی میٹنگ کا وقت تھا۔ ”بلی ڈون بریگیڈ.....“



ہنہ....." میٹ نے دل ہی دل میں تھپک آمیز قلم لگایا۔ ان میں سے کسی نے آج تک ایک گولی بھی نہیں چلائی تھی۔ ان کے پاس ایک رائفل بھی تو نہیں تھی۔ انہوں نے آج تک شمالی حد تک پار نہیں کی تھی۔ بریگیڈ کا ایک ہی کام تھا..... بلی ڈون میں میٹنگز منعقد کرنا۔ میٹ نے میٹنگ میں شریک ہونے کا خیال ذہن میں جھٹکا اور مخالف سمت میں چل دیا۔ اس کا رخ دلدل کی طرف تھا۔ وہ اس وقت صرف تنہائی کا خواہش مند تھا..... وہ لوگوں سے بے نیاز چلتا رہا۔ راستے میں کچھ لوگ انگریزی دھنوں پر رقص کر رہے تھے..... بزدل..... غدار!" میٹ نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔

کچھ ہی دیر بعد سڑک کی روشنیاں پیچھے رہ گئیں۔ میٹ کو اندھیری رات نے نکل لیا۔ راستے کی ٹھوکروں کی اسے کوئی فکر نہیں تھی۔ اسے راستہ یاد تھا اور وہ آنکھیں بند کر کے بھی چل سکتا تھا۔ دلدلی علاقہ اس کا دیکھا بھالا تھا۔ وہ اس کے چپے سے واقف تھا۔ وہ بڑھتا رہا..... بالآخر اسے احساس ہوا کہ وہ دلدل کے قریب پہنچ گیا ہے۔ تیز ہوا آہیں بھر رہی تھی..... آئرلینڈ کی آواز سنارہی تھی۔ میٹ نے چیخ کر بولنا شروع کر دیا۔ "میں بہت پریشان ہوں۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "میری عمر تیس سال ہے لیکن میں نے اب تک مادرِ وطن کے لئے کچھ نہیں کیا۔ مجھے دیکھو..... میں اپنے اسلاف کے لئے باعثِ ننگ ہوں۔ میرے تن پر ڈھنگ کا لباس نہیں، کیونکہ میں غریب ہوں۔ میں غریب کیوں ہوں؟ اس لئے کہ میرا ملک غریب ہے۔ میں غریب اس لئے نہیں ہوں کہ بلی ڈون بریگیڈ کے ساتھ دن رات مادرِ وطن کو آزاد کرانے کے منصوبے بناتا ہوں۔" وہ رک گیا۔

ہوا خاموش ہو چکی تھی۔ فضا پر ایسا سا نا تھا جیسے وہ ہمہ تن گوش ہو گئی ہو۔ میٹ ان زندہ جاوید ارواح کی موجودگی محسوس کرنے لگا جنہوں نے گزشتہ ایک ہزار برس میں اپنی جانیں مادرِ وطن پر قربان کی تھیں۔ ولی، درویش اور عالم ان کے علاوہ تھے۔ وہ سب ہمہ تن سماعت ہو گئے تھے۔ ان میں برجسٹ، برینڈن، ڈیسمنڈ، کیون، کیتھرین اور عظیم پیٹرک بھی موجود تھے۔ ان کے علاوہ آئرش ہیروز بھی تھے..... اوڈل، اوکوئل، اوکونر، اور ہاں..... وہاں اوکوئن بھی تھے۔ اس وقت وہاں سب کے سب موجود تھے۔ وہ ان کے درمیان شرمساری محسوس کر رہا تھا۔ ان عظیم لوگوں کے

درمیان اس کا وجود بے معنی تھا..... حقیر تھا۔

"خدا مجھے معاف کرے۔" وہ پھر چلایا۔ "میں تو کوئی منصوبہ بھی نہیں بنا سکتا۔ اگر آئرلینڈ کو آزاد کرانے کا کام میرے سپرد کر دیا جائے تو یہ کام یومِ آخرت تک بھی مکمل نہیں ہو سکتا، میرے پاس تو دماغ بھی نہیں ہے۔ میں دو سروں کو بزدل کہتا ہوں لیکن شاید میں خود بھی بزدل ہوں۔ میرے پاس ایک نام کے سوا کچھ بھی نہیں۔ میں اور کوئن ہوں لیکن میں اس نام کے لئے بھی داغ کی حیثیت رکھتا ہوں۔ میرے خاندان میں روایت ہے۔ ہر اوکوئن اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہوتا ہے۔ یہ ان کی قربانیوں کا ثبوت ہے۔ جنگوں نے کبھی انہیں اتنی مہلت ہی نہیں دی کہ وہ دوسرا بیٹا پیدا کر سکتے۔ آج تک ہر اوکوئن نے لڑتے ہوئے جان دی ہے۔ اب میں اس نسل کا آخری فرد ہوں۔" اسے یقین تھا کہ تمام روہیں بڑی توجہ سے اس کی الم انگیز تقریر سن رہی ہیں۔ اس نے کھٹکھار کر گلا صاف کیا اور پھر چیخا۔ "اب میں کیا کروں..... اے آئرلینڈ کی عظیم روحو! مجھے کوئی راستہ دکھاؤ۔ میرے بعد میرے عظیم خاندان میں کبھی کوئی فرزند پیدا نہیں ہوگا۔ میرے پاس رہنے کا ٹھکانا نہیں۔ دو مضبوط ہاتھ ہیں اور مغز سے محروم دماغ..... میں صرف محنت مزدوری کر سکتا ہوں۔ میری اپنی گزر اوقات نہیں ہوتی۔ میں شادی کیسے کروں..... اپنی نسل آگے کیسے بڑھاؤں۔ مجھ سے کوئی لڑکی شادی کرنا پسند نہیں کر سکتی۔ میں نے اپنے اجداد کا نام ڈبو دیا ہے۔"

کسی نے جواب نہ دیا۔ وہ سب اسے گھورتے رہے۔ اس نا انصافی پر میٹ کو طیش آگیا۔ "یہ صرف میرا قصور نہیں ہے۔" وہ پھر چیخا۔ "یہ بیسویں صدی ہے کوئی شخص لڑنا نہیں چاہتا۔ اب ہم انگریزوں سے نفرت نہیں کرتے۔ اب بلی ڈون میں کوئی شخص آزادی کا خواہاں نہیں ہے۔ میں بلی ڈون بریگیڈ کا کیپٹن ہوں۔ میں انگریزوں کا قرض چکانا چاہتا ہوں۔ تم لوگ تنہا مجھے الزام نہیں دے سکتے۔"

اسی وقت مغرب کی طرف سے تیز ہوا کا جھکڑ آیا۔ میٹ اس کی لپیٹ میں آکر منہ کے بل گرا۔ چند لمحے وہ خوفزدہ سالیٹا رہا۔ اسے زمین گھومتی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر اچانک جیسے ہر چیز ساکت ہو گئی۔ میٹ بھی ساکت پڑا رہا۔ اگر وہ آواز نہ سنائی دیتی تو شاید وہ گھٹنوں اٹھنے کی ہمت نہ کرتا۔ "میٹ اوکوئن۔" اس آواز نے پکارا۔ "اگر تم

آرش ہو تو فوراً اٹھ جاؤ۔“

اس آواز میں تنکھم اور دبہ تھا جیسے وہ کسی جنرل کی آواز ہو۔ میٹ نے سر اٹھایا تو اسے دو پاؤں نظر آئے جو مضبوطی سے زمین پر جے ہوئے تھے۔ اتنے قریب کہ وہ ہاتھ بڑھا کر انہیں چھو سکتا تھا۔ میٹ اٹھ کھڑا ہوا۔ کیا چہرہ تھا وہ! دلدلی علاقہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا..... لیکن اس شخص کا وجود نرم، ملائم اور چمک دار دھند کے ہالے میں محصور تھا..... وہ دھند اسے چھپا بھی رہی تھی..... اور نمایاں بھی کر رہی تھی۔ وہ بہت خوش نما چہرہ تھا۔ چمک دار نیلی آنکھیں اور ستواں ناک لیکن سب سے نمایاں چیز اس کے سر اور داڑھی کے بال تھے۔ اس کی داڑھی اور بال شد رنگ اور گھنگھریالے تھے۔ میٹ نے بمشکل پوچھا۔ ”آ..... آپ..... کک..... کون ہیں؟“

”ہیوز اوڈونیل۔“ جواب ملا۔

میٹ کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ دھند میں لپٹے اس ہیولے کو دیکھتا رہ گیا۔ آئرلینڈ کی تاریخ کا عظیم ترین ہیرو، ہو ہو اپنی تصویر جیسا تھا۔ انگریز اسے شکست نہیں دے سکے تھے۔ بالآخر انہوں نے سازش کے ذریعے ہیوز کو زہر کھلا کر راستے سے ہٹایا تھا۔ میٹ حیران تھا۔ ہیوز کو مرے ہوئے عرصہ ہو چکا تھا۔ اب شاید اس کا بھوت اس کے سامنے تھا۔ اس نے جلدی جلدی سینے پر صلیب کا نشان بنایا لیکن مقدس صلیب بے اثر ثابت ہوئی۔ بھوت اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر میٹ کو احساس ہوا کہ وہاں اور بھی بہت سے بھوت ہیں۔ وہ سب ہیوز کے پیچھے کھڑے تھے..... اپنے اپنے درجے کے مطابق..... ان میں آئی آر اے کے پرانے جنگجو بھی تھے۔ میٹ ان میں سے بیشتر کے نام جانتا تھا۔ میٹ پھر صلیب کا نشان بنانا چاہتا تھا لیکن اس کا بازو بے جان ہو کر رہ گیا تھا۔ آئرلینڈ کے تمام ہیرو وہاں جمع تھے۔ اس نے ان میں اپنے باپ، دادا یا کسی اور بزرگ کو تلاش کرنا چاہا لیکن ناکام رہا۔ ان کے گرد دھند بھی تو بہت دبیر تھی۔ چہرے صاف دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ کبھی کبھی دھند ہنسی تو کوئی چہرہ چمک اٹھتا۔

”تم پوچھ رہے تھے کہ آئرلینڈ کے لئے کیا کر سکتے ہو؟“ ہیولے نے پوچھا۔

میٹ کوشش کے باوجود نہ بول سکا اور اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ ہیوز کی آواز

میں طوفان کی سی گرج تھی۔

”اور تم اپنے خاندان کے ان بچوں کا انتقام لینا چاہتے ہو، جو محض اس لئے پیدا نہیں ہو سکے کہ ان کے باپ، دور ان جنگ، انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے؟“

میٹ نے پھر اثبات میں سر ہلادیا۔

”تم انتقام لے سکتے ہو۔“ ہیوز مسکرایا۔ ”بشرطیکہ تم میں حوصلہ ہو لیکن ذرا اپنا حال تو دیکھو۔ سوکھے پتے بھی لرزنے کے مقابلے میں تم سے ہار جائیں گے۔“

اس بات پر میٹ کو بہت زور کا غصہ آگیا۔ ”میری جگہ تم ہوتے تو تم بھی لرزنے لگتے۔ غضب خدا کا..... ایک فانی انسان اور اتنی ساری روہیں..... یہی غنیمت ہے کہ میں بے ہوش نہیں ہوا، اور جہاں تک حوصلے کا تعلق ہے تو وہ مجھ میں بہت ہے۔ میں انگریزوں کے خلاف لڑ سکتا ہوں۔“ میٹ نے سینہ پھلایا۔

ہیوز کی مسکراہٹ کشادہ ہو گئی۔ ”آئرلینڈ کو سر بلند اور برطانیہ کو سرنگوں کرنے کے لئے صرف حوصلے کی ضرورت ہوگی۔“

”میرے کمزور دماغ اور دو مضبوط ہاتھوں سے جو ہو سکتا ہے، میں کروں گا۔ تم کہہ کر دیکھو۔“ میٹ نے فخریہ لہجے میں کہا۔

”میٹ اوکوئن..... تم خود ایک دم توڑتی نسل کے آخری فرد ہو۔ تم ایک ہی کام کر سکتے ہو..... نام کے بدلے نام۔“

..... پھر تیز ہوا چلی اور میٹ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تیز ہوا نے دھند کے ہیولوں کو منتشر کر دیا۔ وہ تتر بتر ہو گئے..... خدو خال کھو بیٹھے اور وہ محض دھواں تھے۔ حتیٰ کہ ہیوز کا بھوت بھی تنکے کی طرح لرز رہا تھا۔ ”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“ میٹ نے چیخ کر کہا۔ ”میں کون سا نام لوں۔“

”اپنا نام لو اوکوئن..... یہ ایک عظیم نام ہے۔“ ہیوز کی آواز دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ ”اس کے بدلے انگریزی نام چر او.....“ ہیوز شاید اور بھی ہدایات دے رہا تھا، لیکن تیز ہوا نے اب اس کی آواز پوری طرح دبا دی تھی۔ میٹ نے آنکھیں مل مل کر دیکھا۔ اب وہ اکیلا تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ وہ سو رہا تھا یا نشے میں تھا؟ یہ حقیقت تھی یا وہم تھا؟ ابھی میرے ساتھ کیا ہوا ہے؟ میٹ نے چیخ کر پوچھا..... لیکن دلدلی علاقے پر سناٹا طاری تھا۔ اسے کوئی جواب نہ ملا۔

میٹ میٹنگ میں پہنچا جو ختم ہو چکی تھی۔ وہ اب بھی دلدل کے طلسم سے نہیں نکلا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اس نے پلکیں جھپکا کر آئی آر اے کے مقامی بریگیڈ کے اراکین کو دیکھا۔ وہ سب کے سب وہاں موجود تھے.....  
 ڈان، ٹم، بارٹ اور اسکول ٹیچر فل..... یہی مکمل بریگیڈ تھا جس کا وہ کیپٹن تھا اور جس کے سلسلے میں اس نے دلدلی علاقے میں ہیروز کے سامنے بڑھائی تھی۔ پھر اچانک میٹ کو ہیوز کا مشورہ یاد آیا..... نام کے بدلے نام!  
 اس کے ساتھی اس کی مزاج پرسی کرنے لگے۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ”مجھ پر آسیب کا اثر ہو گیا ہے۔“ میٹ نے کہا۔ وہ سب حیران رہ گئے۔  
 ”مجھ پر لعنت بھیجی گئی ہے۔“ میٹ نے مزید کہا۔

”کس نے بھیجی ہے، تم پر لعنت؟“ بارٹ نے حیرت سے پوچھا۔  
 ”خود میں نے..... میں اس ملک کا احمق ترین آدمی ہوں۔ خدا مجھے معاف کرے..... میں بکو اس کرنے کے موڈ میں تھا اور سننے والا کوئی بھی نہیں تھا لہذا میں دلدل کی طرف چلا گیا اور وہاں چیخ چیخ کر انگریزوں کے خلاف دل کا غبار نکالتا رہا۔“

”اس میں برائی کی کیا بات ہے؟“ فل بولا۔  
 ”یہ کام تو ہم برسوں سے کر رہے ہیں۔“ ڈان نے تبصرہ کیا۔  
 ”اور یہی کچھ ہمارے بس میں ہے۔“ بارٹ کا لہجہ تلخ تھا۔ ”سرحد ہم پار کر نہیں سکتے۔ انگریزوں کو برا بھلا کہہ کر ہی آزادی کی روح کو زندہ رکھ سکتے ہیں۔“  
 ”میرا بھی یہی خیال تھا۔ اسی لئے میں داویلا چارہا تھا۔“ میٹ نے کہا۔ ”لیکن میری چیخ پکار نے مردوں کو جگادیا۔ وہ سب اپنی اپنی قبروں سے نکل آئے۔“  
 ڈان کے کانچ میں خاموشی چھا گئی۔ ہر شخص اپنے کیپٹن کو بے یقینی سے گھورنے لگا۔ ”تم کتنا کیا چاہتے ہو، میٹ؟ کیا تم نے بھوت دیکھے ہیں؟“ بالآخر فل نے خاموشی کو توڑا۔

”ہاں..... ہزاروں بھوت!“  
 ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ اس مرتبہ عالم فاضل فل براڈی بھی دم بخود تھا۔ میٹ اس الجھن میں تھا کہ انہیں حقیقت بتائے یا نہیں۔ وہ اس بریگیڈ کا کیپٹن تھا۔

بریگیڈ کو اس کے تجربے کے بارے میں جاننے کا حق تھا۔ چنانچہ کچھ غور و فکر کے بعد اس نے پوری کہانی ان کی سماعتوں میں انڈیل دی۔ ان سب کو ایسا لگا جیسے وہ تمام بھوت بھی اپنا تذکرہ سننے کے لئے ڈان کے کانچ میں چلے آئے ہوں۔ میٹ خاموش ہو گیا تو کانچ میں سناٹا چھا گیا۔

”میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا۔“ کچھ دیر بعد ڈان نے زبان کھولی۔  
 ”میں نے ایک سوال کیا تھا کہ اوکوئن خاندان کی تباہی کا انتقام کیسے لوں؟ مجھے جواب ملا..... نام کے بدلے نام۔“

”اس کا مطلب کیا ہوا؟“  
 ”اوکوئن کے بدلے کوئی انگریزی نام۔“  
 ”یعنی انہوں نے مشورہ دیا کہ تم اپنا نام بدل لو؟“ فل نے کہا۔ ”بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تمہارا نام بدلنے سے آرلینڈ سربلند اور برطانیہ سرنگوں کیسے ہو سکتا ہے؟“  
 ”میرا خیال ہے، ان کا مطلب یہ نہیں تھا۔ میرا روٹائی تو تھا کہ اب اوکوئن جیسا عظیم نام، موت سے ہمکنار ہونے والا ہے۔ سو انہوں نے کہا کہ میں کوئی انگریزی نام اختیار کر لوں۔“

”کون سا نام؟“  
 ”یہ تو میں نہیں جانتا لیکن وہ انہی عظیم اقدار کا حامل ہونا چاہئے، جو اوکوئن خاندان کا طرہ امتیاز ہیں۔“  
 ”ممکن ہے، ان کا مطلب ہو کہ کوئی ایک عظیم انگلش نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ مثلاً اسمتھ، یا براؤن، یا کوئی اور نام..... ایسا نام رکھنے والے ہر شخص کو مار ڈالا جائے۔“ فل نے کہا۔

وہ سب بیٹھے سوچتے رہے..... اور الجھتے رہے۔ میٹ سوچ رہا تھا کہ جب روحوں نے آنے کی زحمت گوارہ کر لی تو کیا ضروری تھا کہ وہ بات معنوں ہی میں کرتیں۔

”اس طرح تو برطانیہ سرنگوں نہیں ہو سکتا۔“ بالآخر بارٹ نے کہا۔  
 ”اور اس طرح برطانیہ کے ہر اسمتھ یا براؤن کو قتل کرنے کا مشورہ بھی عقل نہیں۔“ میٹ بولا۔



”کیوں..... برطانوی فوجوں نے اوکوئن نسل کو ختم نہیں کر ڈالا؟“ فل نے دلیل دی۔

”ہاں..... انہوں نے ایسا کیا..... لیکن ہر دور میں صرف ایک اوکوئن کو ہلاک کیا۔ یعنی انہوں نے ہر اوکوئن کو اس وقت مارا جب وہ صرف ایک بیٹے کا باپ بنا تھا۔“ میٹ نے میز پر گھونسا مارتے ہوئے کہا۔ ”اوہ بات سمجھ میں آگئی۔“ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ”نام کے بدلے نام..... میں کسی ایسے اہم انگریز کا نام بتا کروں جس کا صرف ایک ہی بیٹا ہو۔“

ڈان کی آنکھیں بھی چمکنے لگیں۔ ”ہاں..... یہی بات ہے۔ وہ نام ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا اور وہ ایسا نام ہو گا جس کا مٹنا برطانیہ کو سرنگوں کر دے گا۔“

وہ سب کے سب پھر سوچ میں پڑ گئے۔ سب کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کمرہ روحوں کی سرگوشیوں سے گونج رہا ہو۔ وہ کان لگائے بیٹھے تھے کہ شاید کوئی سرگوشی ان کا مسئلہ حل کر دے۔ شاید کوئی واضح اور غیر مبہم مشورہ مل جائے۔ پھر اچانک میٹ اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ ”میرے خدا!“ اس نے کہا۔ ”کنگ جیمز کا ایک ہی تو بیٹا ہے۔“

وہ سب سناٹے میں آ گئے۔ پھر فل بولا۔ ”ہاں..... اس کے اور کوئی اولاد نہیں ہے۔“

”لیکن میں یہ کام نہیں کر سکتا۔“ میٹ کے لہجے میں احتجاج تھا۔ ”میں کنگ جیمز کو کیسے قتل کر سکتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔“

”معاملہ شاہ کا نہیں..... شاہزادے رچرڈ کا ہے۔“ فل نے نکتہ اٹھایا۔ ”شاہ کو مارنے سے نسل کہاں ختم ہوگی۔ شہزادہ نسل کو آگے بڑھائے گا۔“

”لیکن..... لیکن وہ تو محض تین سال کا بچہ ہے۔ نہیں..... میں اتنا شقی القلب نہیں ہوں۔“ میٹ چلایا۔ وہ پھر مضطرب ہو کر ٹھلنے لگا۔ بریگیڈ میں سب سے زیادہ قابل شخص فل تھا۔ اسکول ماسٹر ہونے کی حیثیت سے وہ سیاست سے بھی آگاہ تھا۔ ”کیا شہزادے کی موت برطانیہ کو سرنگوں کر سکتی ہے..... کیا اس طرح برطانیہ تخت و تاج کے وارث سے محروم ہو جائے گا؟“

”ہاں..... یہ ممکن ہے۔“ فل نے جواب دیا۔

”لیکن وہاں وزیراعظم بھی تو ہے..... اور پالیمنٹ بھی ہے۔“ میٹ نے اعتراض کیا۔

”درست ہے لیکن انگریز روایت پرست ہیں۔ شاہ ان کے لئے ایک زندہ علامت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا مورال تباہ ہو جائے گا۔ اگر ضروری نہ ہو تا تو وہ جمہوریت کے باوجود شاہوں کو کیوں پالتے؟ یہ ان کے لئے ضروری ہے..... اور شاہ سے محرومی ان کے لئے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔“

”لیکن میں ایک بچے کو کیسے قتل کر سکتا ہوں۔ سن رہے ہو ہیوز اوڈونیل۔“ میٹ پاگلوں کی طرح چیخا۔ ”اے میرے بزرگو..... سن رہے ہو..... کیا میں اس جرم کا ارتکاب کر کے تمہیں تمہاری قبروں میں شرمسار کر سکتا ہوں۔ نہیں..... ننھے بچوں کو قتل کرنا ہماری روایت نہیں ہے لیکن تم مجھے ایسا مذموم قدم اٹھانے کو نہیں کہہ سکتے۔ خواہ اس کے نتیجے میں برطانیہ تباہ ہو جائے..... بچے چاہے انگریز ہوں وہ معصوم ہوتے ہیں۔ یہ شرمناک جرم تو انگریزوں نے بھی کبھی نہیں کیا۔ میں اس جدید دنیا میں سفاکی کی علامت نہیں بننا چاہتا۔“ پھر وہ نڈھال ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے دل کا بوجھ ہلکا کر لیا تھا۔

”چلو..... معاملہ ختم ہوا۔“ فل نے سکون کا سانس لیا۔

”یعنی تم..... تم روحوں کی حکم عدولی کرو گے؟“ ٹم کی آواز لرز رہی تھی۔

”تو کیا اس معصوم بچے کو ذبح کر دوں؟“ میٹ کراہا۔ ”بات صرف میری نہیں..... میں تو پورے بریگیڈ کی نمائندگی کر رہا تھا۔ تم لوگ ایسا کر سکتے ہو؟ پھر یہ خونی بلی ڈون بریگیڈ کہلائے گا۔“

یہ سن کر وہ سب سمٹ گئے۔ فضا میں اب بھی روحوں کی برہم سرگوشیاں گونج رہی تھیں لیکن ان میں سے کوئی بھی قصائی کا کردار ادا کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

”اچھا..... تو اب جب کبھی دلدلی علاقے میں تمہاری روحوں سے ملاقات ہوگی تو تم انہیں کہہ سکو گے کہ آئرلینڈ ایک بچے کی زندگی سے بھی کم قیمت ہے۔“ ڈان نے کہا۔

میٹ سہم کر رہ گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ روحوں کا رد عمل کیا ہو گا۔ آئرلینڈ کی آزادی کے لئے تو کچھ بھی کیا جاسکتا تھا..... لیکن ایک معصوم بچے کا قتل! وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ”انہوں نے کہا تھا، نام کے بدلے نام..... اس کی اس کے سوا اور کیا صورت ہو سکتی ہے کہ ننھے رچرڈ کو.....“ اچانک وہ چونک پڑا۔ ”ہاں“ یہ ممکن ہے۔ مشورہ دینے والے خود بھی تو صحیح العقیدہ عیسائی ہیں۔ وہ اتنا سفاکانہ مشورہ کیسے دے سکتے ہیں؟ انہوں نے خود کبھی ایسا نہیں کیا۔ وہ ہمیں ایسے مکروہ فعل کی ترغیب کیسے دیں گے۔ ریڈ ہیوز نے قتل کر دو تو نہیں کہا..... اس نے کہا تھا، نام لے لو۔ ”میٹ، فل کی طرف مڑا۔ ”انگریزی میں لفظ ٹیک کا اور کیا مفہوم ہوتا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”چرا، وہ بھی کہہ سکتے ہیں۔“ فل نے جواب دیا۔

”یہ بات ہوئی نا۔“ میٹ نے فاتحانہ لہجے میں کہا، اور اچھل پڑا۔ ”شہزادے کو چرا۔ برطانیہ، شاہوں کے سلسلے سے محروم ہو جائے گا۔“ ”خدا ہمیں فتح یاب کرے۔“ ڈان نے پُر خلوص لہجے میں کہا۔ ”بیلی ڈون بریگیڈ اس کام میں میرا ساتھ دے گا؟“ ”کیا تم سنجیدہ ہو میٹ؟“

میٹ او کوئن اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ہیوز اوڈونیل کے پروقار انداز کی نقل اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ”میں سنجیدہ ہوں۔“ اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ ”میں تو صرف قاتل بننے کے تصور سے خوفزدہ تھا۔ بچے کو اغوا کرنے سے نہیں ڈرتا۔“

☆=====☆=====☆

”لڑکو..... تم کون ہو..... اور کیا کر رہے ہو؟“

وہ سب چونک اٹھے۔ موٹا پولیس والا ان سے مخاطب تھا۔ وہ لوگ اس وقت وسیع و عریض سرمئی عمارت کو حیرت سے ٹکنے میں مصروف تھے۔ ”ہم نو وارد ہیں..... اور لندن کی سیر کرنے نکلے ہیں۔“ میٹ نے جلدی سے کہا۔

”اچھا! میں تو اندازہ ہی نہیں لگا سکا۔“ پولیس والے نے حیرت سے کہا۔ ”لیکن اب تمہارے لہجے سے اندازہ ہو رہا ہے کہ تم باہر کے ہو۔ آئرش ہو۔“

”جی ہاں..... لندن کی سیر کے بعد ہم مانچسٹر جائیں گے سنا ہے، وہاں کام کی فراوانی ہے۔“ میٹ نے رٹارٹایا جملہ دہرایا۔

کانشیبل نے برا سامنہ بنایا۔ ”پہلے تو تم لوگ ہمیں اپنے ملک سے نکالنے کے چکر میں تھے۔ اب تم لاکھوں کی تعداد میں یہاں ڈیرہ ڈال رہے ہو۔ تم نے مانچسٹر کو ڈبلن بنادیا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ تم ہمیں یہاں سے بھی نکال دو گے۔“ کانشیبل نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔ اگر اسے بلی ڈون بریگیڈ کے اراکین کے ارادوں کا علم ہوتا، تب بھی وہ انہیں شیر کی کھال پر بھٹکنے والی کھیوں سے زیادہ اہمیت نہ دیتا۔ ”میں تمہارے لئے دعا گو ہوں لڑکو۔“ اس بار اس کے لہجے میں خلوص تھا۔ ”لیکن میں نے سنا ہے کہ اب مانچسٹر میں کام کی اتنی فراوانی نہیں ہے۔“

”شکریہ یور آئر۔“ ڈان نے کانشیبل کے مکھن رسید کیا۔ ”ویسے یہ تو بتائیں، ہم اس وقت کہاں ہیں؟“

”یہ بکنگھم پلس روڈ ہے۔ محل دیکھ رہے ہو، نا..... یہاں بادشاہ اور ملکہ رہتے تھے۔“

”اتنے بڑے محل میں اکیلے؟“

”اکیلے کیوں ہوتے..... دو تین سولازم بھی ہیں۔“

”ہم محل اندر سے دیکھ سکتے ہیں؟“ میٹ نے پوچھا۔

”یہ تو خصوصی اجازت نامے کے بغیر ناممکن ہے۔“ کانشیبل نے کہا۔ ”البتہ باہر سے دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔“

وہ سب محل کو دیکھنے لگے۔ محل بے حد خوبصورت تھا اور آسمان سے باتیں کرتا محسوس ہوتا تھا۔ ”یہ تاج محل تو نہیں..... لیکن برطانوی طرز تعمیر کا شاہکار ہے۔“ کانشیبل نے کہا۔

وہ جانے لگا تھا کہ میٹ نے اسے روک لیا۔ ”یہ لمبے ہیٹ والے گارڈز لوگوں کو اندر جانے سے روکنے کے لئے ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں..... یہ تو دکھاوے کے ہیں..... خوبصورتی بڑھانے کے لئے ہیں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”سیاح ان کی تصاویر کھینچتے ہیں۔ راز کی بات بتا رہا ہوں۔ یہ گارڈز اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتے۔ انہیں اس کی ممانعت ہے۔ انہیں



اپنے مخصوص راستے پر جانا اور لوٹ کے آنا ہوتا ہے۔ کچھ بھی ہوتا رہے، ان کے معمول میں فرق نہیں آتا۔“

”اچھا..... پھر بادشاہ اور ملکہ کی حفاظت کون کرتا ہے؟“ فل نے پوچھا۔  
 ”فوج تو کرنے سے رہی..... ہماری قابل اعتبار پولیس فورس کرتی ہے۔“  
 کانسیبل کا لہجہ فخریہ ہو گیا۔ ”محل کے اندر اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ایک خصوصی برانچ ہے۔“

بریگیڈ کے اراکین کے درمیان مایوسی آمیز نگاہوں کا تبادلہ ہوا لیکن کانسیبل اس سے بے نیاز اپنی ہانکتار رہا۔ ”محل کے اس طرف اس وقت میں گشت کرتا ہوں۔ یقین کرو..... کوئی آثار کسٹ میری نظروں سے بچ نہیں سکتا۔ کسی اور طرف سے اگر کوئی محل میں داخل ہو گیا تو الارم کا شور ہر شخص کو چوکنا کر دے گا۔“

یہ بریگیڈ کے لئے کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔ ریڈ ہیوز نے مشورہ دیتے وقت اس دشواری کا کوئی خیال نہیں رکھا تھا۔ معاملہ اسی وقت ختم ہو جاتا۔ میٹ واپس جا کر ریڈ ہیوز کو مطلع کر دیتا کہ کام ناممکن ہے۔ ننھے شہزادے کو چرانے کے لئے تو شاید فوج سے بھی کام نہیں چلے گا۔..... لیکن اسی وقت ایک عورت آتی دکھائی دی۔ وہ لندن کی عام خواتین کے برعکس بہت چمکدار اور بھڑکیلا لباس پہنے ہوئے تھی۔ ہیٹ کے نیچے سے شہد رنگ گھونگھریالے بال جھانک رہے تھے۔ ہونٹوں پر خوں رنگ لپ اسٹک تھپی ہوئی تھی اور آنکھوں میں مسکارا جادو جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ قریب آکر اس نے شدت سے اپنی پلکیں پٹ پٹائیں..... لیکن اس کی توجہ بریگیڈ کی طرف نہیں تھی۔ کانسیبل نے دوا انگلیوں سے اپنے ہیٹ کو چھو کر گویا اسے سلیوٹ کیا۔  
 ”شام بخیر مادام۔“ اس نے کہا۔ ”شاید آپ شام کی سیر کو نکلی ہیں۔“

”ہاں..... تنہا چہل قدمی کر رہی ہوں۔“ عورت نے دردناک لہجے میں کہا۔ اس کی آواز بھاری اور کھردری تھی۔

”اور بچہ کیسا ہے؟“ کانسیبل نے پوچھا۔

”فی الحال تو سویا ہوا ہے۔ اسی لئے تو میں نکل آئی ہوں۔ مجھے وہ بچہ ذرا پسند نہیں۔ میں یہ ملازمت زیادہ عرصہ نہیں کر سکوں گی۔ وہ اول تو بات چیت ہی نہیں کرتا..... کرتا ہے تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا کہہ رہا ہے۔ بہت ست لڑکا ہے

لیکن ہے دہشت ناک..... کاٹا بہت زور سے ہے۔“

کانسیبل حیران نظر آنے لگا۔ بلی ڈون بریگیڈ کے اراکین تجسس کے مارے اپنی جگہ ٹھہر گئے تھے۔

”یہ دیکھو۔“ عورت نے اپنا ہاتھ کانسیبل کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنی مچھلیا کی طرف اشارہ کیا۔ ”دیکھو کس زور سے کاٹا ہے۔ ایک جگہ اور بھی کاٹا ہے لیکن میں دکھانیں سکتی۔“

کانسیبل کا چہرہ تھمتھا اٹھا۔ اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ وہ عورت سے جان چھڑانا چاہ رہا تھا۔

”تمہارا نام ڈک ہی ہے نا؟“ عورت نے اپنے لہجے میں شیرینی سمونے کی کوشش کی۔

”جی ہاں مادام۔“ کانسیبل نے ایسے لہجے میں کہا جیسے وہ اپنے ڈک ہونے پر شرمندہ ہو۔

”ڈک..... تمہاری اور میری ڈیوٹی ایک ساتھ ختم ہوتی ہے۔“ عورت کے لہجے میں چاشنی تھی۔ کانسیبل پھر گڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

”خیر..... میں چلتی ہوں۔“ عورت نے مایوسی سے کہا۔ ”تنہائی بڑا عذاب ہے..... لیکن سہتا ہی پڑتا ہے۔“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔ اس بار اس کی رفتار بہت تیز تھی۔

کانسیبل نے اپنا ہیٹ اتارا اور پیشانی سے پسینہ پونچھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی بحران سے گزرا ہو۔ ”لڑکو..... اس عورت سے مجھے خوف آتا ہے۔“ اس نے لرزیدہ آواز میں کہا۔ ”کسی کمزور لمحے میں میں بہک بھی سکتا ہوں۔ حالانکہ میں کردار کا مضبوط ہوں..... لیکن یہ عورت..... مجھے لگتا ہے کہ کسی دن اس کے چنگل میں پھنس جاؤں گا۔“

”کیا یہ واقعی ایسی عورت ہے؟“ فل کے لہجے میں دہشت تھی۔

”نہیں..... میں عیب جوئی بھی نہیں کرنا چاہتا۔“ کانسیبل نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔ ”یہ محل میں کام کرتی ہے، شہزادے رچرڈ کی آیا ہے۔“  
 اسی وقت تیز ہوا چلی۔ بریگیڈ کے اراکین ہی نہیں، محل کے درودیوار بھی لرز

کر رہ گئے۔ وہ ہوا مغرب کی طرف سے چلی تھی اور شاید کچھ کہہ رہی تھی۔

☆=====☆=====☆

میٹ اگلی شام بکنگھم پلس روڈ پر دھرا ہوا تھا۔ وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ کانٹیل نازل نہ ہو جائے۔ کانٹیل کا دور دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ وہ نروس تھا۔ اس کا جسم پسینے میں نہا رہا تھا۔ اس نے یہ رول فل کو پیش کرنا چاہا تھا لیکن فل نے درشتی سے انکار کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ عورت کے معاملے میں انتہائی جاہل اور بے علم واقع ہوا ہے۔ پھر بریگیڈ نے فیصلہ سنایا کہ اس سلسلے میں میٹ سب سے زیادہ تجربے کا رہے۔ وہ واحد آدمی ہے جو کئی بار ڈبلن بھی جا چکا ہے۔ ..... ورنہ ان میں سے کسی نے بلی ڈون سے باہر قدم بھی نہیں رکھا۔ بارٹ صرف کشتی رانی کے لئے باہر جاتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی تھی کہ وہ سب آر لینڈ کے لئے اپنی جانوں پر کھیل رہے ہیں جبکہ میٹ کے سامنے ایک اور مقصد بھی ہے..... ذاتی، نسلی انتقام! میٹ کو اس فیصلے کے سامنے جھکا نا پڑا لیکن اب وہ آنے والے وقت کا تصور کر کے ہول رہا تھا۔ اس کے جسم کا ہر مسام پسینہ اگل رہا تھا۔ بکنگھم پلس میں داخلے کی کوئی اور صورت بھی نہیں تھی..... اس کے علاوہ وہ ریڈ ہیوز کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔ ریڈ ہیوز کیا کہے گا..... یہی کہ وہ ایک برطانوی آیا تک کو قابو نہ کر سکا! یہ سننا اسے ہرگز گوارا نہیں تھا۔

اسی وقت محل کا گیٹ کھلا اور میٹ کا جنگی ہدف برآمد ہوا۔ وہ اسی لباس میں تھی جس میں اس نے کل شام دیکھا تھا۔ میٹ خاموشی سے اسے آتے دیکھتا رہا۔ پھر ڈان بڑے فطری انداز میں اس سے ٹکرایا۔ عورت نے پُر امید نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا..... پھر غالباً اس کی عمر کے پیش نظر مایوس اور خفا خفا نظر آنے لگی۔ ”مس..... آپ کے پاس ماچس ہوگی؟“ ڈان نے لو فرانہ انداز میں پوچھا۔

”نہیں۔“ عورت نے سخت لہجے میں کہا۔ ”اب تم میرا راستہ چھوڑ دو۔“ ڈان آڑ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اسی موقع پر میٹ نے مداخلت کر ڈالی۔ ”اے..... دفع ہو جاؤ۔ خاتون کو پریشان کر رہے ہو۔“ میٹ ڈان پر غرایا۔

عورت نے گھوم کر دیکھا..... اور جو کچھ دیکھا وہ اسے پسند بھی آیا۔ اس کے سامنے خوبصورت سیاہ بالوں والا ایک خوب رو نو جوان کھڑا تھا۔ ڈان تیزی سے کھسک

لیا۔

”ہاں..... بڑھا مجھے تنگ کر رہا تھا۔ حالانکہ میں ایک شریف عورت ہوں۔ مجھے تنہا دیکھ کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔“

”چلیں..... اب تو وہ جا چکا ہے۔“ میٹ نے کہا۔

”ممکن ہے، اگلے موڑ پر میرا منتظر ہو۔ پلیز، آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں۔“ عورت نے محبت آمیز لہجے میں التجا کی۔

میٹ کا حلق خشک ہو گیا۔ پھر اس نے دل ہی دل میں اپنی خطرات میں گھری ہوئی روح کو ویلوں کی حفاظت میں دے دیا۔ ”ٹھیک ہے۔ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔“ اس نے بمشکل کہا۔ ”لیکن آپ جا کہاں رہی ہیں؟“

”کیس بھی نہیں، میں تو بس ہوا خوری کے لئے نکلی ہوں۔“ عورت نے کہا۔

”البتہ چہل قدمی کے دوران میں ایک ٹی شاپ پر ضرور رکتی ہوں۔“

عورت، میٹ کو اپنے ساتھ ٹی شاپ میں لے گئی۔ اب چائے کی پیالیاں ان کے سامنے رکھی تھیں..... اور وہ دونوں خاموش تھے۔ میٹ کا خون خشک ہو رہا تھا۔ اسے بار بار خدا یاد آرہا تھا..... غضب خدا کا، اسے اس عورت کے ساتھ رو مینٹک رول ادا کرنا تھا۔ وہ آج تک بلی ڈون کی کسی حسینہ سے رومانس نہیں کر سکا تھا، جو اس موٹی عورت کے مقابلے میں یقیناً قلو پطرہ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ وہ طبیعت کا شرمیلا تھا..... اور پھر یہ عورت تو اسے آدم خور معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اس پر فدا ہونے کی اداکاری کیسے کرتا؟

دوسری طرف عورت سوچ رہی تھی کہ اس نے اتنے خوبصورت بال کبھی نہیں دیکھے۔ پھر اسے یہ احساس ہوا کہ شاید بال رنگوائے گئے ہیں۔ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے خوب رو جوان کا چہرہ بتاتا تھا کہ وہ سیدھا سادا اور سچا آدمی ہے۔ ”سنو..... میرا نام ڈولین ہے۔“ تنگ آکر اس نے اپنا تعارف کرا ڈالا۔ جوان شرمیلا معلوم ہوتا تھا۔

”میں ہربرٹ بینسن ہوں۔“ میٹ نے منصوبے کے مطابق کہا۔

”مجھے حیرت ہوئی۔ تمہارا نام انگریزوں کا سا ہے، لیکن تم انگریز نہیں لگتے۔“

”میں انگریز ہوں بھی نہیں۔“ میٹ نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ”میں آسٹریلین

ہوں۔“

”بہت خوب..... مجھے کسی آسٹریلین سے ملنے کی آرزو تھی۔“ ڈولین نے لہک کر کہا۔ ”تم کیا کرتے ہو؟“

”میرا بھیڑوں کا کاروبار ہے۔ چھٹیاں گزارنے انگلینڈ آیا ہوں۔ غیر شادی شدہ ہوں..... اس لئے ہر پابندی سے آزاد ہوں۔“ میٹ نے یاد کیا ہوا سبق دہرایا۔ ڈولین نے اسے اپنے متعلق بتایا جو میٹ پہلے ہی سے جانتا تھا۔ پھر وہ اسے محبوبیت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ میٹ کا جی متلانے لگا..... لیکن فرض‘ فرض تھا۔ پھر اسے فخر کا احساس ہوا۔ وہ اپنی شخصیت کے متصادم کردار کو بہر حال بڑی خوبی سے نبھا رہا تھا۔

☆=====☆=====☆

دو روز بعد اخبار میں خبر چھپی کہ شاہ مصروف ہیں‘ جبکہ ملکہ چارلوٹ‘ ہمار کی چھٹیاں گزارنے کبرلینڈ جا رہی ہیں۔ شہزادہ رچرڈ ان کے ساتھ ہو گا۔ ڈولین کے نزدیک یہ خبر الم انگیز تھی۔ ”اوہ ہربرٹ..... میں تم سے دور جا رہی ہوں۔“ اس نے دردناک لہجے میں کہا۔

”یہ ٹین بری کیسی جگہ ہے۔“ میٹ نے اسے چمکارتے ہوئے پوچھا۔ ”کبرلینڈ میں وہیں ٹھہریں گی نا ملکہ؟“

”بڑی ویران جگہ ہے۔“ ڈولین کا لہجہ اور دردناک ہو گیا۔ ”شاہ مذہب آدمی ہے۔ محل میں قیام کرنا پسند کرتا ہے۔ قصور ملکہ کا ہے۔ وہ مچھلی کے شکار اور گھڑ سواری کی شوقین ہے۔ پتہ نہیں‘ کیسی عورت ہے۔ مصیبت یہ ہے کہ لڑکا مجھ سے چپکا رہے گا۔ لڑکے کو ٹھلانا میری ذمہ داری ہوگی۔ کیا بنے گا ہربرٹ..... میں وہاں‘ تم یہاں۔“

میٹ نے قاتلانہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ ”میں یہاں سیر کر لوں گا۔“ اس نے کہا۔

”سیاہ بالوں والے..... یہی تو میں نہیں چاہتی۔ میں جانتی ہوں‘ تم کس قسم کی سیر کرو گے۔ میں تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔ میں یہ ملازمت چھوڑ دوں گی۔ شہزادے کو کبرلینڈ کے جنگلوں میں سیر کرانے کے لئے انہیں کوئی اور آیا تلاش

کرنا ہوگی۔“

میٹ کی سٹی گم ہو گئی۔ معاملہ بگڑنے والا تھا۔ اس نے بہت تیزی سے سوچا۔ ”تم اس طرح میرا مالی آسرا بھی ختم کر دو گی۔“ اس نے بوکھلا کر کہا۔

”لیکن ہربرٹ..... تم نے کہا تھا کہ مالدار آدمی ہو۔“

”ہاں..... لیکن آسٹریلیا میں ہوں۔ بھیڑوں کی اون اترنے کے بعد میں دولت مند ہوتا ہوں۔ اس وقت تو بھیڑیں اپنی پیٹھوں پر اون لادے پھر رہی ہوں گی۔“

”لیکن ہربرٹ..... ایک ماہ کی دوری.....“

اب کوئی چارہ نہیں تھا۔ ریڈ ہیوز کی روح کو کیا پتہ کہ راہ میں کتنی دشواریاں آئیں گی۔ ملکہ کبرلینڈ کا رخ کرے گی۔ ”میں تمہارے ساتھ..... میرا مطلب ہے‘ میں بھی ٹین بری چلا چلتا ہوں۔“ اس نے جلدی سے کہا۔ ”وہاں کوئی ہوٹل تو ہو گا ہی..... پھر ہم روز مل سکیں گے۔“

ڈولین کی آنکھیں پھیل گئیں۔ پھر ان میں خواب ہی خواب اتر آئے۔ میٹ دہشت زدہ ہو گیا۔ ”روز ملے گا‘ نا.....؟“

”ہاں..... ہر روز..... بشرطیکہ بارش نہ ہو۔“ میٹ نے راہ فرار نکالی۔

”کبرلینڈ میں تو تقریباً ہر روز بارش ہوتی ہے۔“

”اچھا‘ تو بارش والے دنوں میں بھی۔“ میٹ نے گھبرا کر اقرار کیا۔ ”لیکن مجھے ٹرین کا کرایہ درکار ہو گا۔“

ڈولین نے جلدی سے اپنا پرس کھول لیا۔

☆-----☆-----☆

”ٹین بری میں میپلٹن مینر کوئی شاہی مکان نہیں تھا۔ تاہم وہ کوئی عام مکان بھی نہیں تھا۔ ملکہ کے کزن لارڈ اور لیڈی میپلٹن وہاں رہتے تھے۔ بیلی ڈون بریگیڈ کے اراکین‘ الگ الگ راستوں سے ٹین بری پہنچے..... اور انہوں نے لائن اینڈ ماؤس نامی سرائے میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا۔ سیزن آف ہونے کے باوجود تین مہمانوں کی آمد سرائے کے مالک کے لئے خوشگوار تھی۔ ان تینوں کے درمیان شناسائی کا رشتہ



نہیں تھا۔ پہلے دو آنے والے مگن اور ڈنگن تھے۔ ان میں سے ایک جھری دار چرے اور خمیدہ کمر والا بڑھا تھا جبکہ دوسرا دبلا پتلا جوان تھا جو دیکھنے میں گھوڑا لگتا تھا۔ تیسرا مہمان ان سے یکسر مختلف تھا۔ اس نے رجسٹر میں بڑی صاف تحریر میں اپنا نام ہربرٹ بینسن فرام آسٹریلیا لکھا۔ سرائے کو اتنے دور دراز کے آدمی کو اپنی سرائے میں ٹھہرانے کا اعزاز پہلی مرتبہ حاصل ہو رہا تھا۔ ہربرٹ ایک خوب رو جوان تھا۔ اس کے سیاہ گھونگھریالے بال اس کی شخصیت کو اور دلکش بناتے تھے۔

شاہی مہمانوں کی آمد کے باوجود سرائے تقریباً خالی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ سرکاری مہمانوں کا دورہ غیر سرکاری تھا..... ورنہ رپورٹرز اور فوٹوگرافرز کی بھیڑ لگ جاتی۔ مقامی پولیس ایک نفری تھی..... کیونکہ ٹین بری کوئی بڑی جگہ نہیں تھی۔ ٹین بری کے اکلوتے پولیس افسر کو بنیادی طور پر صرف ایک ہی بات سے غرض تھی کہ سرائے میں مقیم کسی شخص کے پاس ریوالور نہ ہو۔ اس سلسلے میں مطمئن ہونے کے بعد اس نے سرائے کے مالک اسکاٹ سے صرف اتنا کہا تھا کہ وہ ایسے لوگ نظر نہیں آتے کہ سیاحت کرنے نکلے ہوں۔ اس نے سوچ لیا کہ قیام طویل ہونے کی صورت میں وہ ان پر نظر رکھے گا۔

مگن اور ڈنگن دن بھر کچھ نہیں کرتے تھے۔ وہ بہت تنہائی پسند اور کم گو تھے۔ البتہ پینے کے معاملے میں چیمپئن تھے۔ جب تک بوتل خالی نہ ہوتی، ان کی زبان بھی نہ کھلتی۔ البتہ پولیس افسر اور سرائے کے مالک دونوں کے لئے ہربرٹ کی شخصیت دلچسپ تھی۔ ایک روز پولیس افسر اسے چھیڑ ہی بیٹھا۔ ”آپ ہربرٹ بینسن ہیں نا؟“ اس نے پوچھا۔

”جی ہاں۔“ میٹ نے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ اب اس کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو چکی تھی۔ یہ احساس تقویت بخش تھا کہ وہ کوئی مجرم نہیں ہے۔ ”آپ کو کیسے پتہ چلا؟“ اس نے پوچھا۔

”میرا کام ہی یہی ہے۔“ پولیس افسر نے کہا۔ ”خاص طور پر اس صورت میں کہ ملکہ اور شہزادہ یہاں آئے ہوئے ہیں..... میں ہر اجنبی پر نظر رکھتا ہوں۔“

”خدا شاہی خاندان کو ہمیشہ سلامت رکھے۔“ میٹ نے درویشانہ شان سے کہا۔

کئی نسلوں سے شاہی خاندان کے کسی فرد کو کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا

تھا۔ یہ بات اسکاٹ لینڈ یارڈ کے لئے طمانیت بخش تھی لیکن وہ وضع کردہ اصولوں سے بھی انحراف نہیں کرتے تھے۔ کامن ویلتھ کے کسی ملک کے باشندے کو پریشان کرنا..... اس سے بلاوجہ پاسپورٹ بھی طلب کرنا خلاف اصول تھا..... البتہ اس پر نظر رکھنا بھی ضروری تھا۔ ویسے اس دوران اس نے ایک مرتبہ بھی میپلٹن مینر کے اطراف کا رخ نہیں کیا تھا لیکن میٹ چوکنا ہو گیا۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ سے اس کا دم نکلتا تھا۔ چنانچہ وہ کام جلدی نمٹانے کے چکر میں پڑ گیا۔ وہ ڈولین کے پیغام کا بے چینی سے منتظر تھا۔ دو دن ہو گئے تھے اور اسے اب تک کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔ ڈولین کی وارفتگی اور بے قراری کے پیش نظر یہ بات باعث تشویش تھی۔ بہر حال، میٹ اب خاصا تجربے کار ہو چکا تھا۔ اس نے دور بین خرید لی تھی لیکن اس کی دور بین کا رخ عموماً میپلٹن مینر کی مخالف سمت میں ہوتا تھا۔ البتہ موقع پا کر وہ اس کا رخ تبدیل کر لیتا تھا۔ اس کا لباس ایسا ہوتا تھا کہ سرسبز پس منظر اور پیش منظر میں اس کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا آسان نہیں تھا۔ وہ کئی مرتبہ میپلٹن اسٹیٹ کے علاقے میں داخل ہوا..... لیکن اس کا ٹکراؤ کسی سراغرساں سے نہیں ہوا۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ اسے کبھی نہیں چھیڑا گیا۔ وہ اسی طرح گھومتا رہا۔

اس روز بھی وہ اسی طرح کے دورے پر نکلا ہوا تھا۔ پیڑوں کے درمیان، موقع پاتے ہی اس نے دور بین کا رخ قلعے کی طرف کر دیا۔ قلعہ زیادہ بڑا نہیں تھا اور آئر لینڈ کے پرانے مکانوں سے مماثل تھا۔ درختوں سے گھرا ہوا ایک چوڑا لان تھا..... اور اس کے آگے شاید اصطبل تھا قلعے میں زندگی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ شاہی خاندان کے لوگ وہاں موجود ہیں۔ پولیس افسر کی مستعدی سے یہ بات ثابت تھی۔ ویسے بھی بکنگھم پیلس کے مقابلے میں وہ قلعہ گھسنے کے لئے آسان تھا۔ ریڈ ہیوز کے لئے یہ تاریخی بات مشہور تھی کہ وہ مناسب موقع کا انتخاب کرنے کا ماہر تھا۔ اب اسی وقت کی مثال لیں۔ بلی ڈون بریگیڈ کی پوزیشن مستحکم تھی۔ اہم ترین ہستی..... یعنی آیا، میٹ پر مفتون ہو کر ان کی آلہ کار بن چکی تھی۔ یہ احساس بھی میٹ کے لئے تقویت کا باعث تھا کہ ریڈ ہیوز اور دوسرے ہیرو صورت حال پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے۔ وہ بریگیڈ کو بھلانا کام ہونے دیں گے! شکار خود باہر آئے گا..... ڈولین کی وساطت سے!

میں ملیں گے۔" میٹ نے اسے یاد دلایا۔ "کل شام پانچ بجے آنا..... بلکہ کل صبح آجاؤ۔"

"اور ہر ہائینس کا کیا ہو گا؟"

"اسے ساتھ لے آنا۔" میٹ نے کہا، پھر ڈولین کے تئو ردیکھتے ہوئے صفائی پیش کی۔ "تمہاری ہی وجہ سے کہہ رہا ہوں، تم شام تک انتظار نہیں کر سکتیں۔ میں بھی نہیں کر سکتا۔" میٹ نے بڑی کوشش کے بعد اپنی آنکھوں میں محبت کا جادو جگایا۔ "ننھا شہزادہ..... تو کسی کو کچھ بتا بھی نہیں سکے گا۔" اس نے مزید کہا۔

"اوہ..... ہر برٹ ڈیر..... تم کتنے ہشیار ہو۔" ڈولین بے خود ہو گئی۔ "ٹھیک ہے..... میں کل صبح آؤں گی۔"

☆-----☆-----☆

اس شام سرائے میں دو مہمان اور آگئے۔ ایک مضبوط بدن کا آدمی تھا۔ وہ ملاح معلوم ہوتا تھا۔ دوسرا ایک لڑکا تھا۔ وہ خود کو اسکاٹ طالب علم کہتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کے..... اور سرائے میں ٹھہرے ہوئے مہمانوں کے لئے اجنبی معلوم ہوتے تھے۔ اب بلی ڈون بریگیڈ مکمل ہو چکا تھا۔ رات کو سرائے کے مالک اور اس کی بیوی کے سو جانے کے بعد وہ سب میٹ کے کمرے میں یکجا ہوئے۔ وہ موم بیوں کی روشنی میں..... سرگوشی میں گفتگو کرتے رہے۔ "بارٹ، تم نے کشتی کا بندوبست کر لیا؟" میٹ نے پوچھا۔

"ہاں میٹ..... بہت خوبصورت کشتی ہے۔"

"ہمیں آرلینڈ پہنچا سکے گی؟"

"وہ تو ٹمبکٹو بھی پہنچا دے گی۔ تم فکر نہ کرو۔"

"اور فل..... تمہاری کیا رپورٹ ہے؟"

"میرے پاس اتنا ڈانکا میٹ موجود ہے، جو انگلینڈ کے کسی بھی قلعے کو نابود کر سکتا ہے۔"

ہے۔

"وقت سے پہلے تو نہیں پھٹے گا؟" میٹ نے پُر تشویش لہجے میں پوچھا۔

"میں ہدایت نامہ ساتھ لایا ہوں۔ مجھے تجربہ تو نہیں ہے..... لیکن یقین ہے

کہ روہیں کوئی گڑبڑ نہیں ہونے دیں گے۔"

میٹ سوچتا رہا۔ خیالات تیز رو پرندوں کی طرح اس کے ذہن میں پرواز کر رہے تھے۔ توجہ ہٹانے کے لئے مناسب ترین مقام قلعے کا اصطبل تھا۔ اب میٹ فوجی انداز میں سوچ رہا تھا۔ آخر وہ آئی آر اے کے بلی ڈون بریگیڈ کا کیپٹن تھا۔ دشمن کی توجہ اصل مقام کی طرف سے ہٹانا ضروری تھا۔ اور اصل مقام کیا ہو؟ قدرتی بات ہے، اصل سمت مغرب کی تھی آرلینڈ بھی تو مغرب کی جانب تھا۔ میٹ نے دور بین کا رخ مغرب کی طرف کر دیا۔ اچانک وہ چونک پڑا۔ روہیں اسے کچھ دکھا رہی تھیں۔ انہوں نے شاید اس کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ درختوں کے عقب میں ایک سڑک دکھائی دے رہی تھی۔ اسے علم نہیں تھا کہ وہ سڑک کدھر جا رہی ہے..... لیکن اسے یقین تھا کہ ریڈ ہیوز لا علم نہیں ہو گا۔ سڑک یقیناً کسی مناسب مقام تک پہنچائے گی۔

اس سڑک نے نامکمل منصوبے کو مکمل کر دیا۔ سڑک کے اطراف میں جھاڑیاں ہی جھاڑیاں تھیں۔ یعنی چھپنے کا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا..... سرخ پھولوں والی جھاڑیاں سڑک کے بہت نزدیک تھیں۔ ڈولین نے اس سے انہی جھاڑیوں میں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ واہ..... مزے ہی آگئے۔ میٹ نے دور بین فولڈ کی اور سرائے کی طرف چل دیا۔ اس وقت وہ بہت خوش تھا۔

وہ سرائے بروقت پہنچا..... کیونکہ دور سے اسے ڈولین آتی نظر آرہی تھی۔ وہ خود اس کی طرف بڑھ گیا اور اسے کھینچتا ہوا دیوار کی آڑ میں لے آیا۔ ڈولین بری طرح ہانپ گئی۔ "کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ پاگل ہو گئے ہو؟" ڈولین نے اپنی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ذرا سوچو تو سہی۔" میٹ نے کہا۔ "میں نہیں چاہتا کہ ہم اس طرح کھلے عام

ایک ساتھ دیکھے جائیں۔ یہاں چپے چپے پر جاسوس موجود ہیں۔"

"لیکن ہر برٹ، تم سے ملنا میرے لئے باعث شرم تو نہیں ہے۔"

"نہ ہو..... لیکن میں تمہاری پوزیشن خراب نہیں کر سکتا۔ تم وعدہ کر چکی

ہو کہ یہ ملازمت نہیں چھوڑ دوں گی۔"

ڈولین اپنے خوبرو محبوب کی بات کیسے ٹال سکتی تھی لیکن اس کی آنکھوں نے میٹ کو آنے والے وقت سے خوفزدہ کر دیا۔ "یہاں کوئی آ بھی سکتا ہے۔" میٹ نے احتجاج کیا۔ ڈولین نے اس کا احتجاج مسترد کر دیا۔ "ہم وعدے کے مطابق جھاڑیوں

کرے گا..... خدا کے لئے..... کار چہ انہ بیٹھنا ٹم..... بارٹ کٹی تیار رکھے گا..... اور میں ڈولین سے الوداعی ملاقات کروں گا۔" وہ سب خاموشی سے سنتے رہے۔ آرلینڈ قومی فرض کی ادائیگی کے لئے انہیں پکار رہا تھا۔

☆-----☆-----☆

صبح موسم کے تیور تنہی تھے۔ مشرق سے بڑے زور شور سے ابھرتا ہوا سورج گواہی دیتا تھا کہ وہ انگلش موسم بہار کا روایتی دن تھا لیکن مغرب میں سمندر کی سمت افق پر گہرے سیاہ بادل جمع ہو رہے تھے۔ وہ ساکت تھے جیسے ہوا کے اذن کے منتظر ہوں۔ بلی ڈون بریگیڈ والوں کے لئے یہ اچھا شگون تھا۔ شاید نیک ارواح ان کے حق میں سرگرمی سے مصروف عمل تھیں۔ بارٹ تو رات ہی کو نکل گیا تھا۔ فل طلوع آفتاب سے پہلے کھسک لیا۔ پھر ٹم مورگن کار کے بارے میں سوچتا ہوا سرائے سے نکل آیا۔ ڈان نے اس صبح شاندار ناشتہ کرنا ضروری سمجھا۔ وہ بریگیڈ کا معمر ترین مرنے والا تھا۔ پھر وہ ہاتھوں کو گھونسلوں کی شکل میں لہراتا، سرائے سے مغرب کی طرف چل دیا۔ میٹ او کوئن سب سے آخر میں نکلا۔ اسے سب سے کم فاصلہ طے کرنا تھا..... اور قبل از وقت دکھائی دینا اس کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ بہر طور، وہ سب کے سب سرائے کے مالک کو آخری ادائیگی کے بغیر نکلے تھے۔

میٹ نے وہ راستہ اختیار کیا جس کا وہ عادی ہو چکا تھا لیکن اس صبح وہ ہمیشہ سے زیادہ محتاط تھا۔ اس کی رگوں میں سنسنی گردش کر رہی تھی۔ اپنی اہمیت کے احساس نے اسے غیر معمولی اعتماد بخشا تھا۔ وہ تیز قدم اٹھا رہا تھا۔ پہلے وہ اس جگہ پہنچا، جہاں سے میپلٹن مینر کا جائزہ لیتا تھا۔ وہ چھپ کر دیکھتا رہا۔ پھر اسے ڈولین دکھائی دی۔ وہ تنہا دکھائی دے رہی تھی..... لیکن پھر اسے احساس ہوا کہ وہ بہت آہستہ چل رہی ہے۔ کوئی چھوٹی سی مخلوق اس کے ساتھ ریگ رہی تھی۔ میٹ خوش ہو گیا۔ ولی عہد یقیناً اس کے ساتھ تھا پھر ولی عہد بھی اسے نظر آ ہی گیا۔ وہ اس کی توقعات سے بھی چھوٹا ثابت ہوا۔ اس کے سنہرے بال اور نیلی آنکھیں ابتدائی نرم دھوم میں چمک رہی تھیں۔ اسے اذیت محسوس ہوئی۔ وہ تو عام بچوں کی طرح ننھا فرشتہ تھا۔ اسے پہلی بار اندازہ ہوا کہ شہزادوں کے سر پر سینگ نہیں ہوتے ہیں۔ میٹ کا دل اس بچے کے لئے ڈکھنے لگا۔ پھر اس نے خود کو تسلی دی کہ وہ بچے کو کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ تو نہیں

"ٹھیک ہے تمہیں ایک اصطبل کو اڑانا ہو گا۔"

"لیکن میٹ میں گھوڑوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔" فل نے احتجاج کیا۔

"تو کم ڈائنامیٹ استعمال کرنا۔ ہمیں صرف توجہ ہی تو بٹانی ہے۔"

"میں تو اس چکر میں ہوں کہ کوئی پُل اڑایا جائے۔"

"دیکھو بھائی..... میرا دماغ مت خراب کرو۔ تمہیں میری ہدایت پر عمل کرنا ہے۔" میٹ نے کہا۔ پھر وہ دوسرے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہارٹ اور ٹم..... تم دونوں میں اچھا ڈرائیور کون ہے؟"

"میں نے تو کبھی اسٹیرنگ وہیل کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔" ڈان نے اعتراف کیا۔

"بس تو ٹم کار چلائے گا۔"

"لیکن میں بہت اچھا ڈرائیور نہیں ہوں۔" ٹم نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ مقدس روحمیں تمہاری مدد کریں گی۔ وہ تمہارے دائیں ہاتھ پر موجود ہوں گی۔"

"اور اگر بائیں طرف کوئی بدروح آ بیٹھی تو؟"

"اس بار ان کو ٹکست فاش ہوگی۔ ہم ریڈ ہیوز کے منصوبے پر عمل کر رہے ہیں۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔"

ٹم واقعی مطمئن نظر آنے لگا۔ "اور میں بیکار رہوں گا؟" ڈان نے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"ہم تمہارے ہاتھوں پر انحصار کریں گے۔" میٹ نے فیصلہ سنایا۔ "میرے اور کار کے درمیان اگر کوئی حائل ہو تو تمہیں اس سے نمٹنا ہو گا۔ تمہارا کام سب سے اہم ہے۔"

ڈان نے اپنے بڑے بڑے ہاتھوں کو مسکرا کر دیکھا۔ "واقعی..... یہ کام تو میں روحوں کی مدد کے بغیر بھی کر سکتا ہوں۔" اس نے بے حد خوش ہو کر کہا۔

میٹ نے نقشے کی پانچ کاپیاں نکالیں اور ایک ایک کاپی سب کو دے دی۔ پھر اس نے وضاحت سے ہر شخص کو اس کی ذمہ داری کے متعلق بتایا۔ "کل صبح سے مصروفیت کا آغاز ہو گا۔" اس نے کہا۔ "فل کو اصطبل میں دھماکا کرنا ہو گا۔ ڈان کو مغربی سمت چھپ کر کسی بھی مداخلت کے لئے تیار رہنا ہو گا۔ ٹم کرائے پر کار حاصل



رکھتا۔

”یہ شہزادہ ہے؟“ اس نے ڈولین سے پوچھا۔

”ہاں..... اور کون ہو گا۔“ ڈولین نے بھنا کر کہا۔ ”میرا ہاتھ تھام لو ہربرٹ۔“ وہ ہانپ رہی تھی لیکن میٹ تو ایک ننگ شہزادے کو دیکھے جا رہا تھا جو بے خوف انداز میں تناکھڑا تھا۔ میٹ فوراً جھاڑیوں میں گھسنوں کے بل بیٹھ گیا۔ ”یہ شہزادہ ہے نا..... سچ سچ کا شہزادہ؟“ میٹ نے مضطرب لہجے میں پوچھا۔

”ہربرٹ..... اسے دفع کرو..... اور مجھے توجہ دو۔“ ڈولین نے احتجاج کیا۔ ”اگر وہ سب میرے ساتھ ڈرامہ نہیں کر رہے ہیں تو یہ یقیناً شہزادہ ہے۔“ ”پیارا لڑکا ہے۔“ میٹ نے کہا اور محبت آمیز نظروں سے اس مختصر شاہی وجود کو گھورتا رہا جسے ایک روز انگلینڈ کا بادشاہ بننا تھا..... لیکن بلی ڈون بریگیڈ اسے بادشاہ بننے سے روکنے والا تھا۔ اب میٹ استعجاب کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ وہ ایسا کیسے کرے گا؟ وہ مستقبل کے شاہ کو تخت و تاج سے محروم کر دے! اس نے ہچکچاتے ہوئے شہزادے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شہزادہ رچرڈ تیزی سے پیچھے ہٹا۔ وہ حقیر لوگوں سے گھلنا ملنا پسند نہیں کرتا تھا۔

”یہ ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے۔“ ڈولین نے کہا اور پھر شہزادے کو کاندھوں سے جھنجھوڑ ڈالا۔ ”سنو شہزادے“ یہ میرا پیارا دوست ہربرٹ بینسن ہے۔ اس سے ہاتھ ملاؤ.....“ وہ اپنا جملہ پورا نہ کر سکی کیونکہ رچرڈ نے اس کے پُر گوشت ہاتھ میں دانت گاڑ دیئے تھے۔ ڈولین نے زوردار چیخ مارتے ہوئے شہزادے کے کان کھینچے۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا جس سے خون رسنے لگا تھا۔

”ہربری خدا کے لئے اسے مجھ سے دور رکھو۔“ اس نے کہا۔

میٹ اسی ایک کام کی خاطر تو آئرلینڈ سے وہاں آیا تھا۔ اس کا اعتماد پھر بحال ہو گیا تھا۔ شہزادے بھی زمینی مخلوق ہوتے ہیں اسے یقین آ گیا تھا۔ اس نے اپنا ہیٹ اتار کر ایک طرف اچھالا۔ مغرب کی طرف سے اچانک چلنے والی ہوائ نے ہیٹ کو اوپر اچھال دیا۔ ہیٹ فضا میں ایک لمحہ کسی پرندے کی طرف پرواز کرتا رہا پھر وہ نیچے گرنے لگا۔

”تم نے یہ حرکت کیوں کی؟“ ڈولین نے تیز لہجے میں پوچھا۔

”یہ سنگل ہے۔“ میٹ نے جواب دیا۔ عین اس وقت جب ہیٹ زمین کو چھونے والا تھا قلعے کی طرف سے زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی۔

☆=====☆=====☆

اکلوتا پولیس افسر لائن اینڈ ماؤس میں داخل ہوا۔ موسم کے تیوروں کے پیش نظر اس نے اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کا انداز بھی بدلا بدلا تھا۔ اس نے سرائے کے مالک سے مہمانوں کا رجسٹر لب کیا۔ وہ بہت چوکنا اور مستعد نظر آ رہا تھا۔ رجسٹر اس کی طرف بڑھا دیا گیا..... کیونکہ وہ ان دنوں روز رجسٹر چیک کرتا رہا تھا۔ پانچوں مہمان اب بھی سرائے میں قیام پذیر تھے۔ پولیس والے نے اپنا پاپ ٹکالا..... اور پُر خیال انداز میں اسے بھرنے لگا۔ ”مسٹر اسکاٹ عموماً اس موسم میں آپ کے ہاں اکادکا مہمان رات بھر کے لئے ٹھہرتا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”جبکہ اس وقت پانچ مختلف قوموں سے تعلق رکھنے والے مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔ عجیب بات ہے نا؟ جبکہ ملکہ اور پرنس ٹین بری آئے ہوئے ہیں۔“

”مجھے اس سے کیا؟“ مسٹر اسکاٹ نے کہا۔ ”میرے مہمانوں کو پریشان نہ کرنا۔ میں اسے خدا کی رحمت سمجھتا ہوں کہ خلاف معمول میری قسمت جاگ اٹھی ہے۔“ ”انہیں بلا دیجئے۔“

”یہ ناممکن ہے۔ وہ سب باہر گئے ہوئے ہیں۔“ مسٹر اسکاٹ نے کہا۔ ”مسٹر ہربرٹ کو تو میں نے خود جاتے دیکھا ہے۔ بقیہ مہمان اپنے کمروں میں نہیں ملے۔“ پولیس والے نے پاپ کاش لیا..... اور سوچنے لگا۔ ”عجیب بات ہے۔“ وہ بڑبڑایا۔ اسی وقت زوردار دھماکہ ہوا۔ پولیس والا تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

☆=====☆=====☆

”اسے کہتے ہیں اصل مقام کی طرف سے توجہ ہٹانا۔“ میٹ نے عالمانہ شان سے کہا۔ دھماکے والی سمت سے اب شور و غل کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ میٹ نے جھاڑیوں کی اوٹ سے دیکھا۔ اصطل کی طرف سے دھوئیں اور گرد و غبار کے بادل اٹھ رہے تھے۔ وہ ڈولین کی طرف مڑا۔ ”میں تمہاری چیخ و پکار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔“ اس نے کہا۔ ”تم اپنے ہاتھ پیر بندھو الو۔ پھر میں تمہارے منہ میں رومال.....“

”احتیاط سے ٹم..... کہیں سیدھا سمندر میں نہ پہنچا دیتا۔“ میٹ نے گھبرا کر کہا۔

ٹم موجوں کے شور سے ہٹ کر کسی آواز پر کان لگائے ہوئے تھا۔ پھر اسے وہ آواز سنائی دے گئی۔ ”زندہ باد“ بلی ڈون بریگیڈ۔ ”بارٹ نے نعرہ لگایا تھا۔

☆=====☆=====☆

میسٹرن مینر میں کسی نے بتایا کہ اس نے دھماکے کے فوراً بعد کسی کو اصطبل سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگتے دیکھا ہے۔ اس نے جنگل میں اس شخص کو تلاش کرنے کے سلسلے میں بھی بات کی لیکن افرا تفری میں کون سنتا۔ رہی سہی کسر دھند نے پوری کر دی۔ کسی اور نے یہ افواہ اڑا دی کہ دراصل یہ ملکہ کو قتل کرنے کی سازش تھی..... اور ملکہ دھماکے کے وقت اصطبل میں اپنے گھوڑے پر زین کس رہی تھیں۔ کسی نے خیال ظاہر کیا کہ کوئی گھوڑوں سے نفرت کرنے والا شخص ہو گا، جس نے اپنی تسکین کے لئے دھماکا کیا ہے۔ گھوڑوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا لیکن وہ بری طرح بھڑک گئے تھے۔ جو گھوڑے رستی تڑانے میں کامیاب ہوئے، انہوں نے باہر نکل کر انسانوں میں مزید افرا تفری مچا دی۔ اب صورت حال یہ تھی کہ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

اس افرا تفری کے درمیان ڈولین قلعے میں داخل ہوئی۔ دانت کاٹا ہاتھ، سوجا ہوا جبراً، دھندلائی ہوئی آنکھیں اور بالوں میں نہہتر کی جھاڑیوں کے پتے اور سرخ پھول، جو کسی بھی طرح آرائش کا تاثر نہیں دے رہے تھے۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی زور دار چیخ ماری۔ افرا تفری میں اور اضافہ ہو گیا۔ ”اس نے مجھے مارا..... ہاں، اس مردود نے مجھے مارا۔“ وہ چلائی۔

”کس نے مارا؟“ کسی نے پوچھا۔

”اس مردود آسٹریلین نے.....“ پھر اس نے ٹوٹے پھوٹے لفظؤں میں انک انک کر بکنگم پیلس سے ٹین بری تک کی مکمل داستان سنا دی۔ ”اس نے مجھ پر مجرمانہ حملہ بھی کیا۔“

”آپ ہر برٹ نینسن کی بات کر رہی ہیں؟“ پولیس افسر بولا۔ ”مجھے سرائے میں ٹھہرنے والے وہ پانچوں افراد ہی مشکوک لگے تھے۔“

ڈولین صورت احوال اب بھی نہیں سمجھ سکی تھی اس نے صاف انکار کر دیا۔ ”تب تو مجھے افسوس ہے ڈیئر۔ مجھے ڈان کے اعزاز میں بھی شریک ہونا پڑے گا۔“ یہ کہہ کر اس نے برا سامنے بناتے ہوئے دائیں ہاتھ کا زور دار گھونسہ رسید کیا..... اور ڈولین کسی کٹے ہوئے درخت کی مانند گر گئی۔ شہزادہ رچرڈ تیزی سے بھاگا..... میٹ نے کوئی بارہ قدم دور جا کر اسے پکڑا۔ شہزادہ ہاتھ پاؤں چلاتا رہا..... لیکن میٹ نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈال لیا۔ پھر وہ تیزی سے سڑک کی طرف دوڑ پڑا۔

اس کے بعد واقعات بہت تیزی سے رونما ہوئے۔ سڑک کی طرف سے ایک کار کی آواز سنائی دی، جو طے شدہ مقام کی طرف بڑھ رہی تھی۔ عقب سے ایک باوردی پولیس مین نمودار ہوا۔ اس نے میٹ کے راستے میں حائل ہوئے کی کوشش کی۔ اس کے سامنے کی جانب ڈان کا سرا بھرا۔ ڈان نے اپنا گھونسہ تیار کر کے راستے میں رکھا۔ پولیس مین خود آکر اس گھونسے سے ٹکرایا۔ دھماکا ایسا تھا، جیسے کسی بیل کے سر پر ہتھوڑا رسید کیا گیا ہو۔ پولیس مین ڈھیر ہو گیا۔ میٹ اور ڈان ایک ساتھ سڑک کی طرف بھاگے۔ سڑک پر ایک چھوٹی سیاہ کار کھڑی تھی۔ وہیل پر ٹم موجود تھا۔ وہ دونوں شاہی بوجھ سمیت کار میں بیٹھے..... اور کار آگے بڑھ گئی۔

”اے..... موڑ پر روکنا۔ فل ہمارا منتظر ہو گا۔“ میٹ نے چیخ کر ٹم کو ہدایت دی لیکن کار ٹھیک طرح سے رک نہ سکی۔ فل کو چلتی کار میں سوار ہونا پڑا۔ اسی وقت سیاہ دبیز دھند زمین پر..... بلکہ کار تک میں اتر آئی۔ ”اب کوئی ہمیں نہیں دیکھ سکے گا۔“ ڈان نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

”اور مجھے سڑک نظر نہیں آرہی ہے۔“ ٹم نے تقریباً رو کر کہا۔

”دعا کرو ٹم، دعا کرو..... کیا تم اچھے عیسائی نہیں ہو؟“

ٹم بے حد سنجیدگی سے دعا میں مصروف ہو گیا..... اور کار غیر مرنی سڑک پر دوڑتی رہی۔ سڑک کبھی سیدھی چلتی، کبھی گھوم جاتی..... لیکن ایسا لگتا تھا کہ کار نے سڑک سے شادی کر لی ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھیں۔ ان کے پاس گھڑی بھی نہیں تھی کہ وقت کا اندازہ لگاتے۔ پھر انہیں پہلے سمندر کی خوشبو محسوس ہوئی..... پھر موجوں کا شور سنائی دیا۔

قدم اٹھائے گا۔ شطرنج کی بازی ہو یا پیشہ ورانہ معاملہ..... اس کی ذہانت ہر جگہ نئی راہیں تلاش کرتی تھی۔ اس میں بڑے تضادات تھے۔ اس کی آنکھیں اس کی مہربان فطرت کی غمازی کرتی تھیں لیکن مجرم کہتے تھے کہ وہ عقابی آنکھیں بے رحم اور سفاک ہیں۔

وہ شطرنج کا چیمپئن بھی بن سکتا تھا..... لیکن اس کے نزدیک شطرنج صرف دماغی ورزش تھی۔ وہ عملی آدمی تھا۔ جرائم کی تحقیقات کے سلسلے میں اس کی اپنی ایک ساکھ تھی۔ اس نے قومی اور بین الاقوامی نوعیت کے کئی کیس کامیابی سے حل کئے تھے۔ اس کا ریکارڈ کیمر کے معاملے میں بے حد متنوع تھا۔ ان دنوں وہ چھٹیوں پر تھا۔

”تم اپنے حریف کو پُر فریب خود اعتمادی میں مبتلا کر کے شکست دیتے ہو۔“ پادری نے کہا۔ ”پہلے اسے فتح یابی کا یقین دلاتے ہو..... اور اس کے بعد اچانک فیصلہ کن حملہ کرتے ہو۔“

انسپکٹر اٹھ کھڑا ہوا۔ تعریفیں اس پر اثر انداز نہیں ہوتی تھیں۔ فتح اس کی تسلی کے لئے کافی تھی۔

”اب کیا ارادہ ہے انسپکٹر؟“ پادری نے خلیقانہ انداز میں پوچھا۔

”میں کچھ دیر سونا چاہوں گا۔ ویسے سراغری کے ایک ناول پر تنقیدی نظر بھی ڈالنی ہے۔“

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ پادری نے ریسیور اٹھایا..... پھر انسپکٹر کی طرف بڑھا دیا۔ ”تمہارا فون ہے..... سرکاری معلوم ہوتا ہے۔“

انسپکٹر نے ریسیور ہاتھ میں لیا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔ ”روڈنی بول رہا ہوں..... ایس..... ذرا دہراؤ تو۔“ پھر وہ خاموشی سے کچھ سنتا رہا۔ ”مذاق کر رہے ہو؟“ اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔ ”میری چھٹیاں برباد کرنا چاہتے ہو؟ ارے نہیں..... خیر، شکریہ۔“

پادری نے دیکھا۔ انسپکٹر کی آنکھیں چمک رہی تھیں ”فادر..... مجھے فوری طور پر واپس جانا ہے۔“ انسپکٹر نے کہا۔

”اگر رازداری والا معاملہ نہ ہو تو مجھے بتاؤ..... ہوا کیا ہے؟“ پادری نے پوچھا۔

”آپ کا مطلب ہے وہ پورا گینگ ہے۔“

”ظاہر ہے..... اصطبل میں دھماکا اور وہاں آپ پر حملہ..... سوچی سمجھی اسکیم معلوم ہوتی ہے۔“

ابھی اس پر تبصرے ہو ہی رہے تھے کہ باوردی پولیس مین ہانپتا کانپتا پردہ دھند سے نمودار ہوا اور قلعے میں داخل ہو گیا۔ اس کا ایک ہاتھ اپنے جبرے پر تھا۔ وہ حواس باختہ نظر آ رہا تھا..... اور کچھ بولنے سے قاصر تھا۔ ”کچھ بولو ویدر..... بتاؤ کیا ہوا۔“ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے پولیس افسر نے اس سے کہا۔

وہ سسکتا رہا۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ پھر اس نے ہاتھ ہٹایا تو اس کا شکستہ جبر اسب کو نظر آیا۔

”کسی نے اس پر بھی نظر عنایت کی ہے۔“ کسی نے تبصرہ کیا۔

”دیکھو..... یہ ہمیں کچھ بتانے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”کانڈ پنل لاؤ۔ شاید لکھ کر بتا سکے۔“

”اندر سے کانڈ پنل منگوالی گئی۔ ویدر نے لرزتے ہاتھوں سے جے کر کے لکھنا شروع کیا۔ اسی وقت بوندا باندی شروع ہو گئی۔ دیکھنے والوں نے بمشکل دیکھا کہ ویدر نے کیا لکھا ہے..... اور جب اس کا مفہوم ان پر عیاں ہوا تو وہ سناٹے میں آ گئے۔

ویدر نے لکھا تھا۔ ”ش..... ہ..... ز..... ا..... د.....

ے..... ک..... و..... ا..... غ..... و.....

ا..... ک..... ر..... ل..... ی..... ا.....

گ..... ی..... ا..... ہ..... ے۔“

☆-----☆-----☆

”اور یہ ہوئی شہ مات۔“ انسپکٹر روڈنی نے اعلان کیا۔

پادری اداس ہو گیا۔ بڑی اچھی بازی تھی..... لیکن اچانک ہی پانسہ پلٹ گیا تھا۔ ”ٹھیک کہتے ہو انسپکٹر۔“ پادری نے کہا۔ ”تم بہت اچھے کھیلے۔“

انسپکٹر نے پائپ سے ایک طویل کش لیا اور کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگالی۔ وہ متوسط العمر تھا..... لیکن لوگ اس کی عمر کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا پاتے تھے۔ ویسے انسپکٹر روڈنی کے بارے میں یہ اندازہ لگانا بھی مشکل تھا کہ وہ کب کون سا



”کسی بھی وقت خبر منظر عام پر آجائے گی۔“ انسپکٹر نے کہا۔ ”ایسی باتیں کہاں چھپتی ہیں۔ ہر شہری کو اس کے بارے میں جاننے کا حق ہے۔ دراصل تاج شاہی خطرے میں ہے۔“

”تاج شاہی..... خطرے میں!“

”فادر..... نہ یہ عام سا جرم ہے..... اور نہ مجرم معمولی لوگ ہوں گے۔ اتنا اندازہ تو مجھے اس بے خبری میں بھی ہے کہ یہ کوئی گہری سازش ہے۔ پرنس رچرڈ کو اغوا کر لیا گیا ہے۔“

فادر کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے۔ انسپکٹر روڈنی اپنا کوٹ اٹھاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔ اسے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ لندن جائے..... یا کبرلینڈ کا رخ کرے۔ پھر اس نے کبرلینڈ کے حق میں فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ وجدانی بنیادوں پر کیا گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کبرلینڈ میں اسے تازہ ترین صورت حال کا پتہ چل سکے گا۔ شاید کوئی تازہ سراغ..... یا مجرموں کی بو بھی مل جائے۔

وہ صبح صادق کے وقت میپلٹن مینر پہنچا..... لیکن صبح صادق کا فیصلہ صرف گھڑی دیکھ کر کیا جاسکتا تھا۔ موسم اتنا خراب تھا کہ صبح صادق اور اندھیری رات میں کوئی فرق ہی نہیں رہا تھا۔ سفر بھی دھند کی وجہ سے پریشان کن ثابت ہوا تھا لیکن انسپکٹر نے ڈرائیو کرتے وقت ہر احتیاط پس پشت ڈال دی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ذرا سی تاخیر بھی بڑا فرق ڈال سکتی ہے۔ موسلا دھار بارش نے میپلٹن مینر کے لان کو تباہ کر دیا تھا۔ ہر طرف کچڑ ہی کچڑ تھا۔ انسپکٹر نے گاڑی روکی اور تیزی سے نیچے اتر آیا۔ اصطبل کے دروازے کے قریب اسکاٹ لینڈ یا رڈ والوں کا ایک گروپ کھڑا تھا۔ وہ ان کی طرف بڑھ گیا۔

”کوئی پروگریس!“ اس نے پوچھا۔

”اتنے خراب موسم میں کیا کیا جاسکتا ہے؟“ جواب ملا۔

”پھر بھی..... کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہئے۔“

”ٹھیک ہے۔ تم ہی کوئی مشورہ دو۔“

”پہلے تو مجھے تفصیلات سے آگاہ کرو۔“

روڈنی کو تفصیلات سے آگاہ کیا گیا۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا۔ پھر اس نے پہلا

سوال کیا۔ ”اغوا کنندگان کس طرف گئے تھے؟“

”یہاں سے مغرب کی طرف کچھ فاصلے پر ایک سڑک ہے۔ وہ سمندر کی طرف جاتی ہے۔“

”تم نے ان کا پیچھا کیا؟“

”ان کے تعاقب میں ایک کار بھیجی گئی تھی لیکن انہیں ایک کار کے سوا کچھ نہیں ملا۔ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ مجرموں کے زیر استعمال رہی ہوگی۔ اگر ایسا ہے تو وہاں کوئی کشتی بھی رہی ہوگی۔ ہم نے ایئر فورس اور نیوی کو خبردار کر دیا ہے۔ شمال مشرق اور جنوب میں انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ کے آسمان چھانے جارہے ہیں۔ شمالی سمندر میں بحری جہاز مصروف ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اندرون ملک تلاش کا سلسلہ جاری ہو گیا ہے۔ وزیراعظم خود.....“

”اچھا، بس۔“ روڈنی نے ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھی کو چپ کرادیا۔ ”تم نے مغرب کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔“

”وہاں دھند چھائی ہوئی ہے۔ اگر مجرموں نے کشتی کا سہارا لیا ہے تو انہیں ڈھونڈنا ناممکن ہے۔ ویسے تمہارا کیا خیال ہے، روڈنی۔“

”فی الحال، میں چاہتا ہوں کہ بھارم ملٹری آپریشن، وزیراعظم کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ ہمیں اس دوران جرم کی نوعیت اور مجرموں کے متعلق تفتیش کرنا چاہئے۔“

انسپکٹر روڈنی نے باضابطہ انداز میں تفتیش کا آغاز کیا پہلے اس نے اصطبل کا معائنہ کیا، جہاں دھماکا ہوا تھا۔ یہ بات سامنے آئی کہ ڈائنامیٹ بغیر کسی احتیاط کے، اصطبل کی نگلی دیوار کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا..... اور کہیں جھاڑیوں سے فیوز اڑایا گیا تھا۔ ”اس سے دو نتائج نکلتے ہیں۔“ انسپکٹر نے کہا۔ ”دھماکے کا مقصد صرف دھیان بٹانا تھا۔ کنکریٹ کی دیوار کا کچھ نہیں گز سکتا تھا۔ البتہ اس کی وجہ سے دھماکا زوردار ہوا ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ دھماکا کرنے والا پروفیشنل نہیں تھا۔ کامیابی میں مہارت سے زیادہ اس کی خوش قسمتی کو دخل رہا ہوگا۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ تار اس نے کب بچھائے ہوں گے۔ بہر حال یہ ایک اہم نکتہ ہے کہ وہ اپنے کام میں ماہر نہیں تھا۔“

اس کے بعد اس نے کانشیل ویدر سے انٹرویو کیا۔ ویدر اب بھی بڑی اذیت میں

تھا۔ وہ بولنے کے قابل تو ہو گیا تھا لیکن بولتے ہوئے اسے تکلیف ہوتی تھی۔ تاہم وہ حوصلے سے کام لے رہا تھا۔ ”میں نے اس شخص کو بچے کو اٹھا کر بھاگتے دیکھا۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ تو شہزادہ تھا۔ میں اسے روکنے کے لئے اس کے پیچھے لپکا لیکن اچانک ایک شخص بیچ میں آگیا۔ میرا خیال ہے اس نے مجھے گھونسا مارا تھا..... لیکن مجھے ایسا لگا جیسے میرے کوئی آہنی اوزار لگا ہو۔ میں بے ہوش ہو گیا۔“

دوسرا نمبر ڈولین کا تھا۔ اس سے انٹرویو قلعے کے اندر دہائی کمرے میں ہوا۔ ڈولین کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ بارش میں بھگنے کی وجہ سے مسکارا لپ اسٹک سے ملاقات کے لئے نیچے چلا گیا تھا۔ بائیں آنکھ کے نیچے والے گوڑے کی سرحد پار کرتے ہوئے مسکارے کو یقیناً پریشانی ہوئی ہوگی۔

”مجھے ہربرٹ بینسن کے بارے میں بتاؤ۔“ روڈنی نے سخت لہجے میں کہا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے شروع کروں۔“

”وہ لندن میں تم سے ملا..... پھر یہاں تک تمہارے ساتھ آیا۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ تم میں نہیں بلکہ شہزادے میں دلچسپی لے رہا تھا۔“

”نہیں..... یہ غلط ہے۔“ ڈولین نے زخمی لہجے میں کہا۔

”تمہارے انداز سے پتہ چلتا ہے کہ تم اس کی محبت میں گرفتار ہو یعنی تم اسے اس سے زیادہ جانتی ہو جتنا ظاہر کر رہی ہو بہتر ہے کہ مجھے سب کچھ بتا دو۔“

ڈولین کانپنے لگی۔ اسے احساس ہوا کہ بات کتنی آسانی سے کھل گئی ہے۔ اس نے تعاون کا فیصلہ کر لیا۔ ”وہ آسٹریلیا تھا۔“ اس نے کہا۔

”تمہیں کیسے پتہ چلا؟“

”اس نے خود بتایا تھا۔“

”اور تم نے یقین کر لیا؟“

”کیوں نہ کرتی۔“

”اس کا لہجہ آسٹریلیا تھا؟“

”مجھے کیا معلوم..... میں اس سے پہلے کبھی کسی آسٹریلیا سے نہیں ملی

تھی۔“

”درست ہے۔ تمہیں پتہ نہیں چل سکتا تھا خیر اس نے خود کو آسٹریلیا ظاہر کیا؟“

کیا وہ درحقیقت کوئی غیر ملکی تھا۔ اسے خدشہ تھا کہ انگریز بنا تو پول کھل جائے گی۔“

”میں اتنا کہہ سکتی ہوں کہ وہ اسکاٹ نہیں تھا۔ میں اسکاٹ لوگوں کے لہجے پہچانتی ہوں۔“

”چلو..... بات کچھ تو آگے بڑھی۔ ہاں تو..... ہربرٹ تمہارے بہت قریب آگیا تھا۔ مجھے احساس ہے کہ اس نے تمہیں بطور چارہ استعمال کیا ہے۔ اب اس کا محبت کا انداز اس کی اصل صورت دکھا سکتا ہے۔“

”محبت کا انداز تو دنیا بھر میں ایک سا ہوتا ہے۔“

”نہیں..... غور کرو۔ ہر بات یاد کرو اور مجھے بتاؤ میں صرف سچ سننا چاہتا ہوں۔ شہزادے کی ضرورت نہیں۔ شہزادے کی زندگی زیادہ اہم ہے۔“

ڈولین پلکیں جھپکاتی رہی..... سوچتی رہی پھر بولی۔ ”وہ بہت شرمیلا تھا۔ محبت بھی کرتا تھا اور میری محبت سے اس کا دم بھی نکلتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ زندگی بھر اسے کسی عورت کی رفاقت میسر نہیں آسکی ہے۔“

”بہت خوب۔“ انسپکٹر نے کہا اور کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ اس کی مٹھیاں بھیچ گئی تھیں۔

”جناب..... اس بات سے آپ نے کوئی نتیجہ نکالا؟“ ڈولین نے پوچھا۔

”..... ہاں دنیا کے سب سے شرمیلے مرد آئرلینڈ میں پائے جاتے ہیں..... اور شہزادے کو اغوا کرنے میں سب سے زیادہ دلچسپی بھی وہی لے سکتے ہیں۔“ انسپکٹر نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

☆=====☆=====☆

کابینہ کا ہر فرد ساکت و صامت بیٹھا انسپکٹر روڈنی کی رپورٹ سن رہا تھا۔

”جنٹلمین..... اس کے علاوہ کوئی توضیح ممکن نہیں ہے۔“ وہ کہہ رہا تھا۔ ”یہ برطانوی پیشہ ور مجرموں کی حرکت نہیں ہے۔ اب ایک امکان سامنے آتا ہے..... کہ یہ کسی غیر ملکی گینگ کا کارنامہ ہو سکتا ہے لیکن کوئی بھی گینگ تین سالہ شہزادے کو یہ غمال بنانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ہر سراغ اسی سمت اشارہ کرتا ہے کہ یہ خوش قسمت شوقیہ فنکاروں کا کام ہے۔ میں لفظ خوش قسمت پر زور دوں گا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ کبیرلینڈ میں اب تک بارش ہو رہی ہے اور آئرش سمندر پر

چھائی ہوئی دھند اب بھی اتنی ہی دیر ہے۔“

”یہ بات ہمیں بھی معلوم ہے انسپکٹر۔“ وزیراعظم نے چڑ کر کہا۔

”جی ہاں جناب“ میں کہہ رہا تھا کہ یہ جرم بین الاقوامی اور سیاسی نوعیت کا ہے۔ ایسا کون سا ملک ہے جو برطانیہ سے اس حد تک نفرت کرتا ہے؟“

”یہ فہرست تو خاصی طویل ثابت ہوگی انسپکٹر!“ سیکرٹری وزارت خارجہ نے کہا۔  
”آپ ٹھیک ہی کہتے ہوں گے جناب!“ انسپکٹر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ ”اگر آپ اس فہرست کو تین ملکوں تک محدود کر دیں تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ ان ہی میں سے کسی کی حرکت ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ گینگ کے افراد کے چلے ان کی قومیت کی چغلی کھاتے ہیں۔ ان کے سرغنہ ہربرٹ نے ایک نازک موقع پر اپنی شناخت عیاں کر دی تھی۔ وہ شرمیلا محبوب ثابت ہوا۔“

”میں نے آیا کی تصویر دیکھی ہے“ ہوم سیکرٹری نے کہا۔ ”میں یہ کہوں گا کہ اس سے محبت کرنا آسان کام نہیں ہے۔“

”اس کے باوجود اس صورت حال میں کسی انگریز کا تصور کیجئے۔ فرق واضح ہو جائے گا۔“

”ہاں..... مقصد کے پیش نظر انگریز دار فتنگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔“ ہوم سیکرٹری نے اعتراف کیا۔

”جی ہاں“ یہی بات ہے ایک شخص جو صدی کا سب سے بڑا جرم کرنے نکلا ہو..... اور جس کی کامیابی کا انحصار جھوٹی محبت پر ہو۔ وہ محبت کو اہم فرض سمجھ کر انجام دے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اپنے قوی مزاج اور وراثتی کردار سے مار کھا جائے۔“

”تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ آئرش تھا!“

”جی ہاں جناب۔“

”اپنی حکومت کا ایجنٹ!“

”ممکن ہے ایسا ہو“ لیکن میں آئی آر اے کے متعلق سوچ رہا ہوں۔“

☆-----☆-----☆

کچھ پتہ بھی ہے ہم کس سمت میں بڑھ رہے ہیں؟“ میٹ ادکونن نے پُر تشویش

لہجے میں پوچھا۔

”مجھ پر بھروسہ ہے یا نہیں؟“ بارٹ نے جواباً پوچھا۔ ”ہم مغرب میں آئرلینڈ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ میں دھند کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں۔ بزرگ روحمیں ہمارے ساتھ ہیں۔ وہ ہمیں بھٹکنے نہیں دیں گی۔“

دھند کا یہ حال تھا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھنے سے بھی قاصر تھے۔ اندازے سے کام چل رہا تھا۔ ایک مرتبہ بارٹ نے انہیں بتایا کہ وہ ایک بحری جہاز کے عین برابر سے گزر رہے ہیں لیکن خوف کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ جہاز لنگر انداز تھا۔ اس دھند میں اسے چلانا جہاز کے کپتان کے لئے موت کے مترادف تھا۔ درحقیقت اس وقت سمندر کے اس حصے میں واحد متحرک شے ان کی کشتی تھی۔ عام حالات میں پانی میں غوطہ لگاتے‘ قیں قیں کرتے بگلے بھی نہ جانے کہاں جا چپے تھے۔ انہیں بھی خوف ہو گا کہ کسی نادیدہ چیز سے نہ جا ٹکرائیں۔

”ادہ..... مجھے پتہ چل گیا کہ اس وقت ہم کہاں ہیں۔“ بارٹ نے کہا۔  
”دوستو..... میں ایک اچھا ملاح ہوں۔ یقین کرو اب ہم بندر گاہ کے قریب ہیں۔ میں مٹی کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔“

دھند زدہ بندر گاہ سنسان پڑی تھی۔ بندر گاہ سے متعلق ہر شخص شاید کسی بار میں بیٹھا دھند چھٹنے کا انتظار کر رہا تھا۔ سمندر ساکت تھا..... اور ہر طرف ایک عجیب سا ساٹا مسلط تھا۔ بارٹ نے بندر گاہ کی سمت کا اندازہ لگایا اور انجن بند کر دیا۔ پھر ایک جھٹکا لگا..... اور اگلے ہی لمحے بارٹ چیخا۔ ”دیکھ لو۔ ہم پہنچ گئے ہیں۔“

”بچے کو عرشے پر لاؤ۔“ میٹ نے حکم دیا۔

تمام ہیروز اپنی ٹرائی سمیت کشتی سے اتر آئے۔ اس وقت تک بچے کی حالت بہت خستہ ہو چکی تھی۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ شہزادہ ہے۔ اس کے سنہرے بال قہنجی سے کاٹ دیئے گئے تھے۔ پھر انجن آئل اس کے سر اور کپڑوں پر لگا دیا گیا تھا۔ وہ تھک بھی گیا تھا اسے نیند آرہی تھی۔

”کیسا لگتا ہے؟“ فل نے شہزادے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”اگر یہ بکھم پیل کے دروازے پر دستک دے تو وہ اسے کہیں گے جوتے پالش نہیں کروانے۔“ ڈان نے کہا۔ ”وہ اسے دھکے دے کر باہر نکال دیں گے۔“



”خدا ہمیں معاف کرے۔ ہم اسے جنت سے نکال لائے ہیں، جہاں اس کے ایک اشارے پر دنیا کی ہر نعمت سامنے رکھی جاسکتی تھی۔“ میٹ نے پُر تاسف لہجے میں کہا۔

”اور ڈولین کے بارے میں کیا خیال ہے؟“ ڈان نے یاد دلایا۔

”میٹ تو خوش ہو گا کہ جان چھوٹ گئی۔“ فل نے تبصرہ کیا۔

”فضول باتیں چھوڑو۔ یہ بتاؤ کیا میں اب بھی ہر برٹ بینسن لگتا ہوں۔“ میٹ نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

”سمندری پانی نے سیاہ رنگ دھو ڈالا ہے۔“ ٹم نے کہا۔ ”البتہ تمہارے بال میلے میلے لگ رہے ہیں۔ تم کوئلے کی کان میں کام کرنے والے معلوم ہو رہے ہو۔“

”اور کیا خیال ہے..... اس کے لئے کیٹ کلاہان کا ٹھکانہ کیسا رہے گا؟“ میٹ نے شہزادے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

”اور کیا چرچ لے کر جاؤ گے اسے..... پادری کے سامنے جھوٹ بولو گے۔ ادا فروش کیٹ کے گھر سے اچھی پناہ گاہ مل ہی نہیں سکتی۔“ فل نے کہا۔

”اب تم چل دو۔“ بارٹ بولا۔ ”دھند چھٹنے سے پہلے کھسک لینا بہتر ہو گا۔ مجھے کشتی کو بھی ٹھکانے لگانا ہے۔“

میٹ اوکوئن نے اونگھتے ہوئے شہزادے کو اٹھایا اور کندھے پر ڈال لیا۔ وہ ایک طرف بڑھ گئے۔ بارٹ نے کشتی کا انجن اشارت کیا..... اور کشتی جتنی خاموشی سے گودی کی طرف آئی تھی، اتنی ہی خاموشی سے پلٹ گئی۔ جلد ہی اسے دھند نے نگل لیا۔

☆=====☆=====☆

دار روم میں وزیراعظم، وزراء، اسکاٹ لینڈ اور سیکرٹ سروس والوں سے خطاب کر رہا تھا۔ ”کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔“ اس نے چھڑی سے دیواری نقشے کی طرف اشارہ کیا۔ ”کبرلینڈ کے ساحل پر ایک کار دریافت کی گئی جس شخص نے کار کرائے پر حاصل کی تھی، اس کا حلیہ لائن اینڈ ماؤس میں ٹھہرنے والے ایک شخص پر پورا اترتا ہے، دوسرے لفظوں میں وہ مجرموں کے گروہ کا آدمی ثابت ہوا ہے لیکن اس کا اصل نام معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ اس مقام سے گینگ نے کار تبدیل کی تھی یا وہ کسی کشتی میں بیٹھے تھے۔ دھند اب چھٹ گئی ہے لیکن ہمیں ناقابل تلافی نقصان پہنچا گئی ہے۔ جتنی دیر دھند قائم رہی، اتنی دیر میں کوئی ست ترین کشتی بھی آرلینڈ پہنچ سکتی تھی۔“

”آپ کا مطلب ہے کہ گینگ کا تعلق آرلینڈ سے ہے اور وہ شہزادے کو اغوا کر کے وہیں لے گئے ہیں؟“ ایک ایڈمرل نے پوچھا۔

وزیراعظم نے ایک سرد آہ بھری۔ اس افسوس ناک واقعے سے پہلے حالات اتنے اچھے جارہے تھے کہ اسے امید تھی، وہ دوبارہ کامیابی سے الیکشن لڑ سکے گا لیکن اب..... ”یہ بات ثابت نہیں ہو سکی ہے۔“ اس نے محتاط لہجے میں کہا۔ ”لیکن اس کی تردید کے شواہد بھی نہیں ملتے۔ دھند سے فائدہ اٹھا کر وہ آرلینڈ کے سوا کہیں نہیں جاسکتے۔ اس ایک سمت کے علاوہ ہر طرف ہماری فورسز نے ناکہ بندی کر دی تھی۔“

”جناب..... صورت حال واضح طور پر صرف ایک گھنٹہ پہلے سامنے آئی ہے..... اس نامعقول کانسیبل کی مہربانی سے، جو ایک گھونے جیسے آہنی ہتھیار سے زیر کیا گیا۔ اس سے اسکاٹ لینڈ یارڈ کی مستعدی کا اندازہ.....“

”ایسی بات نہ کریں۔“ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے چیف انسپکٹر نے ایڈمرل کی بات

کاٹ دی۔ انسپکٹر روڈنی خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ ناکام لوگ کس طرح اپنی ذمے داری دوسروں کے کندھوں پر منتقل کرتے ہیں۔ وہ بہت افسوسناک منظر تھا۔ روڈنی نے آنکھیں موند لیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ جب وہ ان فضول باتوں سے تھک جائیں گے تو پھر اسی کی طرف متوجہ ہوں گے۔ پھر ہوا بھی یہی..... وزیراعظم نے اسے دعوتِ خطاب دی۔ وہ روسٹرم کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ روڈنی نے حاضرین کا جائزہ لیا..... اور پھر گویا ہوا۔ ”جنٹلمین..... میں جناب وزیراعظم کی آرلینڈ والی تھیوری سے متفق ہوں، بلکہ درحقیقت یہ میری ہی تھیوری ہے۔ ہمیں چند سراغ ملے ہیں۔ ہمیں وہ کارمل گنی، جسے مجرموں نے ارتکابِ جرم کے فوراً بعد استعمال کیا تھا۔ کار کے اندر فنگر پرنٹس ملے..... یہاں یہ تھیوری سامنے آئی ہے کہ یہ پیشہ ور مجرموں کا کام نہیں..... ریکارڈ چیک کئے جا رہے ہیں، لیکن مجھے امید نہیں کہ وہ فنگر پرنٹس ہمارے..... بلکہ کسی بھی ملک کے پولیس ریکارڈ میں موجود ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ آئی آر اے ایک ایسی تنظیم ہے جو اس قسم کے جرم کا ارتکاب کر سکتی ہے۔ ارتکابِ جرم کے بعد انہوں نے کیا قدم اٹھایا ہوگا۔ اس سلسلے میں چند ممکنہ مفروضے سامنے آتے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ حدودِ برطانیہ ہی میں کہیں چھپ گئے ہیں۔ نمبر دو، انہوں نے برطانیہ اور آرلینڈ کو چھوڑ کر کسی اور مقام کا رخ کیا ہے.....“

”نمبر تین۔“ ایک جنرل نے ہاتھ اٹھ کر کہا۔ وہ ماؤماؤ تحریک سے نمبر آزارہ چکا تھا۔..... یہ کہ انہوں نے شہزادے کو قتل کر دیا ہے۔“

”ہرگز نہیں۔“ روڈنی نے تیزی سے کہا۔ ”اس لئے نہیں کہ وہ مذہب اور انسانیت پسند لوگ ہیں بلکہ ایک نکتہ اور ہے۔ شہزادے کو ہلاک کرنے سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ ہم سے مطالبات بھی نہیں منوائیں گے۔ میرا خیال ہے، وہ ذہین لوگ ہیں اور یہ بات خوب سمجھتے ہیں۔ ان کی کامیابی ان کی ذہانت کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ خیر..... تو میں کہہ رہا تھا کہ اب ہمارے پاس علاقے کی مکمل موسمی رپورٹ موجود ہے۔ ہم ان کے ممکنہ روٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ خراب موسم کا ارتکاز کہاں تھا..... جنٹلمین وہ ایک محدود پٹی ہے، جو دھند کی زد میں رہی۔ نقشہ آپ کو بتائے گا کہ وہ آرلینڈ گئے ہیں۔ میں اس بات پر زور

دوں گا کہ قسمت ان کے ساتھ تھی۔“

”تمہارے پاس کوئی منصوبہ ہے انسپکٹر.....؟“ وزیراعظم نے پوچھا۔

”جی ہاں جناب! مجرموں کو تلاش کر کے قرار واقعی سزا دینا ہماری ذمے داری ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں شہزادہ رچرڈ کو بازیاب کرانا ہے۔ مجھے اپنے فیصلے پر اعتماد ہے لیکن اہم معاملات کو ایک فرد پر چھوڑ دینا بھی اچھا نہیں۔ میری تجویز ہے کہ جن خطوط پر کام ہو رہا ہے، اسے جاری رکھا جائے بلکہ اس میں تیزی پیدا کر دی جائے۔ البتہ اس کے علاوہ وہ اسکاٹ لینڈ یا رڈ کے پچاس منتخب افراد میری صوابدید پر چھوڑ دیئے جائیں اگر سو افراد ہوں تو اور بہتر ہے۔ ہم آرلینڈ کو کھنگال ڈالیں گے۔“

”شاندار، روڈنی..... بے حد شاندار۔“

”شکریہ جناب، ہم آرلینڈ میں غیر سرکاری حیثیت سے..... میرا مطلب ہے، سیاحوں کے روپ میں داخل ہوں گے۔“

”بہت خوب..... لیکن روڈنی، کیا تم آرلینڈ کا چپہ چپہ چھاننے کا ارادہ رکھتے ہو؟“

”جی ہاں جناب ذرا نقشے پر نظر ڈالیں خراب موسم والی پٹی ساٹھ میل چوڑی ہے۔ اگر مجرم کشتی کے ذریعے فرار ہوئے ہیں تو انہوں نے اس پٹی پر سفر کیا ہوگا۔ پٹی سے باہر سفر کرتے تو وہ ہماری نیوی کی نظروں سے نہیں بچ پاتے۔ اب میں ایک خط کھینچتا ہوں۔ دیکھئے، یہ ہمیں کہاں پہنچاتا ہے۔“

”کچھ عجیب سا نام ہے۔“ وزیراعظم نے کہا۔

”ڈن لوگھار..... یہ پہلے گنگس ٹاؤن کہلاتا تھا۔“

”اور تمہارے خیال میں وہ لوگ یہاں پہنچے ہیں!“

”جی ہاں..... یہاں سے ڈبلن قریب ہی ہے۔ میرا خیال ہے، وہ ڈبلن ہی میں چھپے ہوں گے۔ ڈبلن شروع ہی سے آئی آر اے کا ہیڈ کوارٹر رہا ہے۔“

”تمہاری بات دل کو لگتی ہے روڈنی۔“

”شکریہ جناب..... تو مجھے اجازت ہے؟“

”اجازت ہے۔ تم کب جاؤ گے انسپکٹر؟“

”فوری طور پر جناب موسم بہتر ہو گیا ہے اور اسٹیمر سرس بحال ہو گئی ہے۔“

☆-----☆-----☆

میٹ او کوئن اپنے تین سالہ ہم سفر کے ساتھ ڈبلن پہنچا تو دوپہر ہو چکی تھی۔ بچے نے تمام راستے کوئی بات نہیں کی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ سمجھتا ہے 'قیدی ہونے کے باوجود وہ شاہی خاندان کا فرد ہے اور اسے کسی گنوار سے بات نہیں کرنی چاہئے۔ وہ خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر میٹ نے ایک دروازے پر دستک دی۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا..... اور ایک عورت نے جھانکا۔ وہ نوجوان تھی۔ اس کے بال نارنجی تھے..... اور آنکھوں میں نیند کا خمار تھا۔ "اوہ میٹ۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مجھے راستہ دو۔ میں کیٹ سے ملنا چاہتا ہوں۔" میٹ نے استدعا کی۔

"لیکن تم بچے کو اندر نہیں لاسکتے۔"

"کیوں؟ اس سلسلے میں کوئی قانون نافذ ہو گیا ہے؟" میٹ نے برہم ہو کر کہا۔

"روزی..... راستہ چھوڑ دو۔"

روزی ایک طرف ہٹ گئی۔ میٹ شہزادے کو لے کر اندر داخل ہو گیا۔ روزی نے دروازہ بند کر دیا۔ "میں جا کر کیٹ کو جگاتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اوپری منزل کی طرف چل دی۔

"بیٹھ جاؤ لڑکے۔" میٹ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ بچہ اچھل کر صوفے پر چڑھا اور میٹ کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ نرم صوفے نے اسے آرام پہنچایا اور وہ فوراً ہی سو گیا لیکن میٹ مضطرب تھا وہ سوچ سوچ کر پسینے میں نہا رہا تھا جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں؟ بلی ڈون جیسی چھوٹی جگہ پر بچے کو چھپا کر رکھنا ممکن نہیں تھا۔ اور پھر دھند نے خود ڈن لوگھار کی بندرگاہ تک راہنمائی کی تھی۔ وہ دھند نیک اور بہادر لوگوں کی ارواح کا عطیہ ہی تو تھی۔ ویسے بھی منصوبہ ریڈ ہیوز کا بنایا ہوا تھا۔ میٹ او کوئن تو محض آلہ کار تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ کیٹ کا رد عمل کیا ہو گا؟ وہ ذہین عورت تھی اس کے سامنے جھوٹ بولنا آسان کام نہیں تھا۔ میٹ ویسے بھی اس مضمون میں ہمیشہ سے کمزور تھا۔ وہ آر لینڈ کی وفادار تھی..... لیکن عورت ہونے کی حیثیت سے ایک کم سن بچے کے اغوا کے فعل کو کیسے سراہ سکتی تھی۔ وہاں اور بھی بہت سی عورتیں تھیں..... لیکن وہ دماغ سے محروم تھیں، تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں کہ

میٹ برطانیہ کے ولی عہد کو اغوا کر کے لایا ہو گا لیکن دوسری طرف یہ واردات ڈھکی چھپی بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ اخبارات شہ سرخیاں جمائیں گے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر خبریں سنائی جائیں گی۔ پھر مسئلہ بچے کا تھا۔ بچے میں یہ خوبی تھی کہ وہ بولتا ہی نہیں تھا۔ اس کی زبان بھی صاف نہیں تھی یعنی وہ لہجے سے انگریز نہیں لگتا تھا..... کیونکہ اس کا کوئی لہجہ ہی نہیں تھا۔ وہ کسی کو نہیں بتا سکتا تھا کہ اس کا ڈیڈی برطانیہ کا شاہ ہے۔ کیٹ کی آمد نے میٹ کو چونکا دیا۔ وہ سامنے کھڑی خن، نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی۔ "تم پھر آگئے۔" اس کا لہجہ بھی سخت تھا۔ "اور اس بار ایک مصیبت بھی اٹھالائے؟"

کیٹ بے حد حسین عورت تھی۔ نیلی آنکھیں اور سیاہ بال..... اس وقت برہمی کے عالم میں وہ اور بھی حسین لگ رہی تھی۔ "کیٹ، تم بہت حسین لگ رہی ہو۔" میٹ نے کہا۔

کیٹ نے ہونٹ سکڑ کر اسے دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ تعریف صرف اس کی توجہ ہٹانے کے لئے ہے۔ "اسے کہاں سے لائے ہو؟" اس نے پوچھا۔

میٹ پر گویا برا وقت آگیا۔ "اس قسم کی چیز کسی کو کہاں سے مل سکتی ہے؟" اس نے کہانی گھڑنے کا وقت حاصل کرنے کے لئے الٹا سوال کر ڈالا۔

"کیسا پڑا سرار جواب ہے؟" کیٹ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں تو شروع ہی سے کہتا آیا ہوں، عورتوں سے متعلق ہر معاملہ پڑا سرار ہوتا ہے۔" اس نے کہا اور آہستہ سے صوفے سے اٹھ گیا۔ وہ خوابیدہ شہزادے کو جگانا نہیں چاہتا تھا۔ ننھا چرڈ صوفے پر بیٹھے بیٹھے سو رہا تھا۔ اس کی گردن ایک جانب ڈھکی ہوئی تھی۔ "اسے غور سے دیکھو کیٹ۔" میٹ نے کہا۔

"میں مسلسل دیکھ رہی ہوں۔"

"تمہیں مشابہت نظر نہیں آتی؟"

کیٹ بری طرح چونکی۔ ایک لمحے وہ میٹ کو گھورتی رہی، پھر بچے کی طرف دیکھا۔ "مجھے تو کوئی مشابہت نظر نہیں آتی۔" بالآخر اس نے فیصلہ سنایا۔

"ظاہر ہے، کیسے نظر آئے گی۔ تم نے اس کی ماں کو تو دیکھا ہی نہیں ہے۔ یہ ہو بہو اپنی ماں کی تصویر ہے۔" میٹ نے گڑ بڑا کر کہا۔



”اور اس کی ماں کون ہے؟“

”یہ بہت پرانی بات ہے۔ میں تمہیں اس کی ماں کا نام نہیں بتاؤں گا۔ وہ ایک شریف عورت تھی اور میرے فریب کا شکار ہو گئی۔ تم جانتی ہو کیٹ میں اچھا آدمی نہیں ہوں۔ خدا مجھے معاف کرے کیٹ..... انسان سے لغزش ہو ہی جاتی ہے۔ یہ میرا..... میرا مطلب ہے اس شریف عورت کا بیٹا ہے۔“

کیٹ کی نیلی آنکھوں سے برہمی جھلکنے لگی۔ ”میں یقین نہیں کر سکتی۔ بے شک تم اچھے آدمی نہیں ہو لیکن تم اس قسم کی لغزش نہیں کر سکتے۔“

”کیٹ میں سچ کہہ رہا ہوں۔“ میٹ نے اصرار کیا۔ وہ جانتا تھا کہ کیٹ کے نزدیک بچہ چور بدکار سے کہیں بڑا مجرم ہوتا ہے۔

کیٹ نے زوردار قہقہہ لگایا۔ ”کیا میں تمہیں جانتی نہیں ہوں میٹ اوکوئن۔ تمہاری تیزی طراری زبان سے شروع ہو کر زبان پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ تمہیں دیکھ کر مجھے یقین آ جاتا ہے کہ تم اوکوئن خاندان کے آخری چشم و چراغ ہو۔ تم انگریزوں کے خلاف تقریریں کر سکتے ہو..... لیکن موقع ملنے کے باوجود انہیں کوئی نقصان.....“

بات خطرناک رخ اختیار کر رہی تھی..... ”میری بے وفائی اس بے چاری کے لئے سانجہ تھی۔“ اس نے جلدی سے کہا۔ ”چار دن پہلے وہ مر گئی۔ مجھے یقین ہے خدا نے اسے معاف کر دیا ہو گا اور مجھے بھی معاف کر دے گا۔ اب تم اس معصوم کو دیکھو..... بے چارہ ماما سے محروم ہو چکا ہے۔“ نیٹ پر سچ رقت طاری ہو گئی۔

کیٹ الجھن میں پڑ گئی تاہم موت کے تذکرے پر اس نے جلدی سے سینے پر کراس کی علامت بنائی۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئیں اور چہرے سے نم آلود نرمی جھلکنے لگی۔

”یہ بے چارہ یتیم ہے۔“ میٹ نے لوہا گرم جان کراہ کر ایک اور ضرب لگائی۔

”کیا کہہ رہے ہو! یتیم کیسے ہے؟ اس کا باپ تو زندہ ہے۔“

میٹ پھر گڑبڑا گیا۔ ”میرا مطلب ہے..... ذرا دیکھو تو..... میں اچھا باپ ہوں۔ ایسے باپ سے تو بچے کا یتیم ہونا بہتر ہے۔ ویسے بھی بچے کے لئے ماں زیادہ

اہم ہوتی ہے۔ اصولاً ماں کے مرنے کے بعد بچے کو یتیم کہا جانا چاہئے۔ اسی لئے تو میں اسے تمہارے پاس لایا ہوں۔ کیٹ میں.....“

کیٹ کی آنکھیں پھیل گئی۔ اس کا منہ کھل گیا۔ یہ تو اس کے وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ معاملہ اس نہج پر آگے بڑھے گا۔

”..... اسے چند روز کے لئے تمہارے پاس چھوڑوں گا۔ میرے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے کیٹ..... میں اسے اور کہاں لے جاتا.....“

”اسے چرچ لے جاؤ۔“

”چرچ لے جاؤں! تم جانتی ہو راہبائیں مجھے بے نقط سنائیں گی۔ پھر وہ بچے کا کیا حشر کریں گی۔ عمر بھر اسے اپنے پاس رکھیں گی۔ کیٹ، تم تو خود چرچ کا نوٹ میں پروان چڑھی ہو۔ کیا تم پسند کرو گی کہ میرا ننھا فرشتہ ایسے ماحول میں پلے بڑھے۔“

”اور تمہارے خیال میں یہ مناسب جگہ ہے۔ یہ قحبہ خانہ ہے ڈیئر میٹ اوکوئن۔“ کیٹ نے اسے یاد دلایا۔

”لیکن یہ تو ابھی بچہ ہے۔ اسے ماحول سے کیا غرض۔ پھر اسے تم سے ماما بھی تو مل سکتی ہے۔“

”تم احمق ہو میٹ۔“ کیٹ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ”میں اور ماما..... میرے کاروبار کا بیڑا غرض کراؤ گے کیا.....؟“

”کیٹ..... بات یہ ہے کہ تم رشک کا شکار ہو رہی ہو۔“ میٹ نے ایک اور پینترا بدلا۔ ”خیر..... میں تمہارے مشورے پر عمل کرتا ہوں۔“ میٹ نے

کن آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اور کوئی چارہ بھی تو نہیں۔ گناہ گار میں ہوں اور سزا یہ معصوم بھگتے گا۔ کیٹ یہ سب کچھ تمہارے ساتھ بھی ہوا ہے۔ زندگی معصوم اور بے سہارا بچوں کے لئے کتنی سفاک ہوتی ہے، تم جانتی ہو خیر.....“

میٹ صوفے کی طرف پلٹا۔ ننھا چرڈاب بھی سو رہا تھا۔ میٹ ایک لمحے کے لئے متوقع انداز میں ٹھٹھا۔ پھر اس کی امید بر آئی۔ کیٹ نے اسے پکار ہی لیا۔ اس کے لہجے میں ماما کی مہکار تھی، نرمی تھی۔ ”میٹ..... یہ پیارا بچہ ہے۔“

”تم اسے رکھ لو گی نا؟“ میٹ نے پُر امید ہو کر دریافت کیا۔

کیٹ نے جواب نہیں دیا لیکن اس کا جواب سمجھنا دشوار نہیں تھا کیٹ صوفے

”معلوم ہے، کیا کہا جا رہا ہے۔ اخبارات میں لکھا ہے کہ یہ آئرش لوگوں کی کارستانی ہے۔“

”اور تمہارا کیا خیال ہے؟“

”ممکن ہے، ایسا ہو۔ آئی آر اے والے بہت ذلیل لوگ ہیں۔“

”آئی آر اے کا وجود بھی ہے؟“

”ہے..... لیکن یہ ادارہ غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے۔ اگر نہ ہوتا تو چرچ اس کی مذمت کیوں کرتا۔“ کینن نے کہا۔ ”بہر حال تم اتوار کو میرا وعظ سننے چرچ ضرور آنا۔“

”میں ضرور آؤں گا۔ میرا خیال ہے، ہمیں اپنے انگریز دوستوں کے بارے میں اچھا ہی اچھا سوچنا چاہئے۔“

”میں نے یہ تو نہیں کہا۔“ کینن نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

”ہمیں اچھا عیسائی بننا چاہئے جو زیادتی ان کے اجداد نے ہمارے ساتھ کی ہے، اسے ان کی موجودہ نسل سے منسوب کر کے نفرت نہیں کرنی چاہئے۔“ میٹ نے اظہار خیال کیا۔

کینن بری طرح گڑبڑا گیا۔ ”کیا تم میرے لئے وعظ لکھنے کی کوشش کر رہے ہو میٹ اوکوئن؟“ اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”نہیں جناب..... میں تو اچھا عیسائی بننے کی کوشش کر رہا تھا..... اور اچھی باتیں سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہمیں انتقام کے متعلق نہیں سوچنا چاہئے۔“ میٹ نے وضاحت کی۔

”بہر حال..... اتوار کو ضرور آنا۔“ فادر کینن نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ میٹ چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر وہ خود بھی آگے بڑھ گیا۔ وہ پہلے ڈان سے ملنا چاہتا تھا لیکن پھر کچھ سوچ کر وہ دلدل کی طرف چل دیا۔ اسے روحوں کو رپورٹ دینا تھی اور آئندہ کے لئے ہدایات حاصل کرنا تھیں۔ وہ اس مقام پر پہنچ کر رک گیا، جہاں روحوں سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ وہاں کھڑا انتظار کرتا رہا۔ بلی ڈون بریگیڈ کا کیپٹن میٹ اوکوئن، جنرل ہیوز اوڈونیل کا منتظر تھا۔ اسے رپورٹ دینا تھی۔ مشن مکمل ہو چکا تھا۔ قیدی کا کیا کیا جائے۔

کی طرف بڑھی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر شہزادے کو بغور دیکھنے لگی۔ ”اس کا نام کیا ہے؟“ اس نے پوچھا پھر بولی۔ ”لیکن ٹھہرو، مجھے اندازہ لگانے دو۔ یہ..... یہ..... اس کا نام کیوں ہونا چاہئے۔“

”آہ کیٹ..... تم ستارہ شناس معلوم ہوتی ہو۔ ہاں، اس کا نام کیوں اوکوئن ہے۔“

☆-----☆-----☆

میٹ رات گئے بلی ڈون واپس آیا۔ اسے کسی سے ملنے کی امید نہیں تھی لیکن ہائی اسٹریٹ میں اس کی ملاقات پادری کینن سے ہو گئی، جو اندھیرے میں بجائے انسان کے محض لبادہ معلوم ہو رہا تھا۔ پہلے تو میٹ ڈر گیا، پھر کینن کو پہچان کر اس نے سکون کا سانس لیا۔ ”اتنی رات گئے باہر گھوم رہے ہو کینن؟“ اس نے پوچھا۔

”تم گھوم سکتے ہو تو میں کیوں نہیں گھوم سکتا۔“ کینن نے چڑچڑے پن کا مظاہرہ کیا۔ وہ بہت خراب موڈ میں معلوم ہوتا تھا۔ ”لگتا ہے، ڈبلن ہو کر آئے ہو۔ وہاں تم ایسا کوئی کام تو نہیں کرتے جس پر تمہیں بعد میں شرمندگی ہو۔ بلی ڈون میں بھی تمہاری حرکتیں اچھی نہیں ہیں۔ تم بہت زیادہ پیتے ہو۔“ کینن نے اس پر تبصرہ کیا۔

”آج تو میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔“ میٹ نے پوری سچائی سے جواب دیا۔

”ہوں..... اور اغوا کی اس واردات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“ کینن نے بے سوچے سمجھے سوال داغا۔

”کون سی واردات؟“ میٹ نے بھی بے سوچے سمجھے سوال کر دیا۔

”کب سے نہیں پی ہے تم نے..... اخبارات میں اس کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ برطانیہ کے ننھے ولی عہد کو اغوا کر لیا گیا ہے۔“

”اوہ..... وہ..... وہ بہت خوفناک خبر ہے۔“ میٹ نے بوکھلا کر کہا۔

”میں اس سلسلے میں اتوار کے لئے ایک ایسا وعظ ترتیب دے رہا ہوں، جسے سن کر سب تھرا جائیں گے۔“

”اغوا کے سلسلے میں وعظ..... لیکن بلی ڈون کے لوگوں کا اس سے کیا تعلق ہے؟“

لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ روحوں کی نقیب ہوا بھی خاموش رہی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ بالآخر میٹ زیادہ برداشت نہ کر سکا۔ ”میں آگیا ہوں۔“ اس نے چیخ کر کہا۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اب وہ مایوسی اور برہمی کی ملی جلی کیفیت سے دوچار تھا..... ”یہ میں ہوں، میٹ اوکوئن۔“ وہ زور سے چلایا۔ ”موسم کی مہربانی سے کام بن گیا ہے۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ یہ آپ لوگوں کے تعاون کا نتیجہ ہے لیکن میں نے حوصلے کا مظاہرہ کیا ہے۔ شہزادہ ہمارے قبضے میں ہے میں اسے ڈبلن میں کیٹ کلاہان کے پاس چھوڑ آیا ہوں۔ خدا کے لئے۔ اب یہ تو بتاؤ کہ میں اس کا کیا کروں؟“ یہ سیدھا سادا سوال تھا۔ اس کا جواب بھی سیدھا سادا ہونا چاہئے تھا، لیکن وہاں تو جواب سرے سے تھا ہی نہیں۔ آرلینڈ کی روحوں خاموش تھیں..... بلکہ افسوس ناک حقیقت یہ تھی کہ وہ غیر حاضر تھیں۔

”تم نے کہا تھا، نام کے بدلے نام۔“ اس مرتبہ میٹ آپے سے باہر ہو گیا۔ ”سو میں برطانیہ کے سب سے بڑے نام کو لے آیا۔ اب وہ نام اور صاحب نام کیٹ کے قبۂ خانے میں موجود ہے لیکن کیٹ اسے زیادہ دن نہیں رکھے گی۔ میں اسے کہاں لے جاؤں۔ میں کوئی عقل مند آدمی نہیں ہوں۔ مجھے مزید ہدایات چاہئیں۔“ اب میٹ مایوس تھا۔ ریڈ ہیوز کی خاموشی بتاتی تھی کہ اس کے پاس شہزادے کے سلسلے میں کوئی منصوبہ نہیں ہے..... شاید وہ چاہتا تھا کہ شہزادے کو قتل کر دیا جائے۔ بہر حال اب آگے کی فکر بے چارے میٹ اوکوئن کو کرنا تھی..... ریڈ ہیوز شاید منصوبے سے دست بردار ہو چکا تھا۔ میٹ ادھر ادھر دیکھتا رہا..... ٹھلکتا رہا لیکن دور دور تک سناٹا اور سکوت تھا۔ ”شیطان تمہاری خبر لے۔“ تنگ آکر اس نے بددعا دی اور وہاں سے پلٹ آیا۔ اب اسے شک ہو رہا تھا کہ ہیوز اوڈونیل اور دوسری روحوں اس کے نشے میں ڈوبے ہوئے ذہن کی تخلیق تھیں۔

☆-----☆-----☆

لارڈ ڈیوڈ اسٹون کی شخصیت کسی جنگی جہاز کی یاد دلاتی تھی۔ دوسری طرف لائٹ پستہ قد اور منحنی سا آدمی تھا۔ وہ آسانی سے دہشت زدہ ہو جاتا تھا۔ لارڈ اسٹون کمرے میں داخل ہوا تو لائٹ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے لارڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے لارڈ نے نظر انداز کر دیا۔

”ہز میجسٹی کو میری طرف سے ہمدردی.....“ لائٹ نے اشارت لیا۔  
 ”لعت ہو تمہاری ہمدردی پر۔“ لارڈ دھاڑا۔  
 ”اور ہم ملکہ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔“ لائٹ نے اپنی بات مکمل کی۔  
 ”سوال یہ ہے کہ اس ملک میں جس کا نام آرلینڈ ہے، کوئی حکومت ہے۔“  
 لارڈ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔  
 ”اگر نہیں ہے تو پھر میں کون ہوں؟“ لائٹ نے ہمت کر کے کہا۔  
 ”یہ کس قسم کی حکومت ہے۔“ جنگی جہاز نے گولا اگلا۔ ”جو اپنے شہریوں کو دوسرے ملکوں میں جا کر جرم کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ یہ نام نہاد حکومت!“  
 ”میں سمجھا نہیں۔“

”اس میں نہ سمجھنے والی کون سی بات ہے۔ یہ کھلی حقیقت ہے کہ ہمارے شہزادے کو تمہارے کسی شہری نے اغوا کیا ہے۔“  
 لائٹ اپنی کرسی پر ڈھس گیا۔ ”اس کا مطلب ہے، آپ کو ثبوت مل گیا ہے؟“ اس نے مرے مرے لہجے میں پوچھا۔  
 لارڈ اسٹون نے سگار کی راکھ بڑی بے دردی سے قالین پر جھاڑ دی۔ ”ثبوت تو نہیں ہے، البتہ ہمیں یقین ہے۔“ اس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔  
 ”ہماری حکومت.....“ لائٹ نے از سر نو اشارت لینا چاہا۔  
 ”ناموجود ہے۔“ لارڈ نے ٹکڑا لگایا۔ ”ہم نے تمہیں موقع دے کر غلطی کی۔ یہاں انارکسٹ پھل پھول رہے ہیں۔ اصل طاقت تمہاری فوج کے پاس ہے۔“  
 ”ہماری فوج!“ لائٹ کے لہجے میں الجھن اور استعجاب تھا۔  
 ”میں اس نحوست کا تذکرہ کر رہا ہوں، جسے تم لوگ آئی آر اے کہتے ہو، آئرش ریپبلک آرمی۔“ لارڈ کا لہجہ تضحیک آمیز تھا۔

”وہ خود مختار ادارہ ہے۔ حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔“ لائٹ نے دلیل دی۔

لارڈ نے یہ بات نظر انداز کر دی۔ ”میری حکومت شہزادہ رچرڈ کی فوری واپسی کا مطالبہ کرتی ہے۔“  
 ”لیکن شہزادہ میری حکومت کی دسترس میں نہیں ہے۔“



”وہ اس ملک میں موجود ہے۔“ لارڈ پھر دھاڑا۔

”اگر ایسا ہے تو غیر سرکاری سطح پر ہو گا۔“

”یہ کانغذی..... رسی باتیں ہیں۔“

”میری حکومت برسوں پہلے آئی آراء کو غیر قانونی قرار دے چکی ہے۔“

”لیکن اس کا وجود ہے۔“

”یقیناً ہے۔ بغاوت آئرش قوم کے خیر میں ہے۔ وہ طبعاً مخالفت پسند ہیں۔ وہ

اپنی حکومت کو بھی نہیں بخشے..... ایک راز کی بات بتاؤں۔ یہ حکومت جس

میں سربراہ ہوں عملاً کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ عوام کے نزدیک یہ بھی اتنی ہی ناپسندیدہ

ہے، جتنی تمہاری حکومت تھی۔“

برطانوی سفیر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ”یعنی تم اعتراف کرتے ہو کہ تمہیں اپنی فوج

کوئی کنٹرول نہیں؟“

”وہ ہماری فوج ہے ہی نہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ لارڈ اسٹون نے تیزی سے کہا۔ اس کے نتیجے میں ان کا سگارا

سرکاری کاغذات پر گرا اور کاغذات سے دھواں اٹھنے لگا۔ ”تم کوئی ذمہ دار

قبول نہیں کر رہے ہو۔ میرا خیال ہے تم نے اپنی پولیس کو چوکنا رہنے کی ہدایت

نہیں کی ہوگی.....“

”حالانکہ ہم ایسا کر چکے ہیں۔“

”اور نتیجہ کیا نکلا؟“

”کچھ نہیں..... اور ہمیں اس کی امید بھی نہیں تھی۔ وہ کوشش کر رہے

ہیں لیکن نہ ان کے پاس تجربہ ہے اور نہ ہی وہ تربیت یافتہ ہیں۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ وا-

نہیں ہیں وہ.....“

”یعنی آپ کا مطلب ہے آپ اسکاٹ لینڈ یارڈ کو اپنے ملک میں تفتیش کے

مدعو کر رہے ہیں۔“ لارڈ یوڈ اسٹون کا لہجہ یک لخت بدل گیا۔

”میرے خیال میں وہ اجازت سے پہلے ہی مصروف ہو چکے ہیں۔“ لارڈ نے

لہجے میں کہا۔ ”اب تک ۱۵۹ گنے جا چکے ہیں..... اور ان کی آمد کا سلسلہ

جاری ہو گا۔“

ہے؟“

لارڈ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ”تت..... تت..... تت..... تمہیں معلوم

”معلوم ہے..... جبکہ ہمیں ان کی آمد کی خوشی ہے۔ ہم ان کے ساتھ ہر

تعاون پر آمادہ ہیں۔ یہ ہماری نیک نیتی کی دلیل ہے۔ جو کچھ ہوا ہے اس نے آئرش

لوگوں کو جھنجھوڑ دیا ہے۔ آئرش لوگ معصوم بچوں کو اغوا نہیں کرتے۔ وہ اغوا کرنے

والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ بچہ مل جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ

مجرموں کو خواہ وہ آئرش ہوں لندن لے جا کر پھانسی دے دی جائے۔“

”آپ بہت اچھے ہیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔“ لارڈ موم ہو گیا۔ لارڈ اسے

دردنازے تک چھوڑنے گیا۔ واپس آکر اس نے اندرونی دفتر کا دروازہ کھولا۔ جہاں

کوئی درجن بھرا افراد ایک چھوٹی سی میز کے گرد سسے سسے بیٹھے تھے۔ ”ہم سن رہے تھے

لارڈ..... تم نے اسے خوب سنبھالا۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”لیکن مسئلہ حل نہیں ہوا۔“ لارڈ نے عرق آلود پیشانی پونچھتے ہوئے کہا۔

”وقتی طور پر بات بن گئی ہے۔“ ایک اور شخص بولا۔

”وقتی طور پر تو ٹھیک ہے لیکن ہم مصیبت سے نہیں نکلے ہیں۔ برطانیہ میں

مظاہرے ہو رہے ہیں۔ برطانوی پارلیمنٹ میں تند و تیز بحث ہوئی ہے۔ ایک برطانوی

طیارہ بردار جہاز ڈبلن سے پندرہ میل دور لنگر انداز ہے۔ مچھیروں کا کہنا ہے کہ

برطانوی بحریہ آئرلینڈ کے نزدیک اپنی قوت مجتمع کر رہی ہے۔ سرحد پر بھی فوجوں کا

اجتماع ہو رہا ہے۔ اس صورت حال پر امریکن کانگریس اور اقوام متحدہ میں بھی بات

ہوئی ہے۔ ہمارے بارے میں عام تاثر خراب ہے۔ ساری دنیا سمجھ رہی ہے کہ یہ

ہماری حرکت ہے۔“

”لارڈ..... کیا یہ واقعی ہماری حرکت ہے؟“ ایک وزیر نے پوچھا۔

”خدا کے لئے..... کیا کہہ رہے ہو؟ ہم ایسا کیوں کرتے؟“

”میرا اشارہ آئی آراء کی طرف ہے۔“

”آئی آراء ہم میں سے نہیں۔ معاہدہ امن پر دستخط ہم نے کئے تھے انہوں

نے نہیں۔“

”لیکن ذمہ داری ہم پر ڈالی جا رہی ہے۔“

”میں ایک بات بتاؤں۔“ لائم نے کہا۔ ”اگر اسکاٹ لینڈ یا رڈ نے بچہ آرلینڈ سے بازیاب کیا..... اور اگر یہ ثابت ہوا کہ مجرم آئرش ہیں تو سمجھ لو کہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس وقت وہ صرف مشکوک ہیں، ثبوت نہیں ہے ان کے پاس، ورنہ اب تک بہت کچھ ہو گیا ہوتا۔ ثبوت مل گیا تو بچہ خواہ خیریت سے ہو، وہ ہمارا کباڑا کر دیں گے۔“

”تو اب ہم کیا کریں لائم؟ اگر وہ وقت آگیا تو؟“

”میں ایک بات جانتا ہوں۔“ لائم نے انگلی اٹھا کر کہا۔ ”ایک راستہ ہے۔ ایسے بحران میں ہماری حکومت کو ایک کام کے لئے تیار رہنا چاہئے۔“

”کس کام کے لئے؟“

وزیراعظم لائم نے ایک طویل سرد آہ بھری اور بولا۔ ”ہمیں سامان تیار رکھنا چاہئے تاکہ کوچ کرنے میں آسانی ہو۔“

☆-----☆-----☆

ڈولین اپنے مستقبل کی طرف سے مایوس تھی۔ اس وقت وہ ایک خوفناک پولیس والی کے ساتھ اسٹیئر پر سفر کر رہی تھی۔ وہ دونوں اسکول بچرز کے بھیس میں تھیں۔ بندرگاہ پر اتر کر انہوں نے ٹرین کا سفر کیا۔ پھر وہ ٹیکسی پکڑ کر ہوٹل پہنچیں۔ اب انہیں انتظار کرنا تھا۔

”میں جانتا چاہتی ہوں کہ معاملہ کیا ہے؟“ ڈولین نے پوچھا۔ سردی کے مارے اس کے دانت بج رہے تھے۔ وہ بھوکی بھی تھی اور نڈھال بھی۔ ”ہمیں کتنی دیر انتظار کرنا ہوگا؟“

”تمہاری مہربانی سے انسپکٹر کی مصروفیت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ وہ فرصت ملنے ہی پر آئے گا۔“

ڈولین شرمسار ہو کر رہ گئی۔ یہ سب کچھ ہربرٹ کا کیا دھرا تھا۔ ہربرٹ کا خیال آتے ہی وہ غصے سے کانپنے لگی۔ پورے انگلینڈ میں ڈولین کا نام تحقیر و تضحیک کا نشانہ بنا تھا۔ وہ بے وقوف مشہور ہو گئی تھی۔ کچھ لوگ تو یہ نعرے بھی لگا رہے تھے کہ ٹائل آیا کو پھانسی دی جائے۔ پھانسی! ڈولین تھرا گئی۔ اس کے ہاتھ بے اختیار اپنی گردن پر پہنچ گئے۔

عین اسی وقت دروازہ کھلا اور تین آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔ ڈولین کرسی پر بیٹھی انہیں ٹھٹھری ہوئی نظروں سے دیکھتی رہی۔ ان میں صرف ایک چہرہ اس کا جانا پہچانا تھا اور وہ انسپکٹر روڈنی کا چہرہ تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں، چہرے پر اضمحلال تھا اور وہ ڈولین کی طرف بڑھا۔ ڈولین سسم گئی۔ ہربرٹ کے تھپڑ کے بعد اب وہ ہر شخص سے یہی توقع کرتی تھی۔

”مس، میرا خیال ہے، آپ ہربرٹ کو پہچان سکتی ہیں؟“ انسپکٹر روڈنی نے نرم لہجے میں کہا۔

”بالکل پہچان لوں گی۔ کیا وہ مل گیا؟“ ڈولین مضطرب ہو گئی۔

”نہیں..... لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ یہاں ہو گا۔ آپ اسے تلاش کرنے میں ہماری مدد کریں گی؟“

ڈولین نے اثبات میں سر ہلادیا۔ کاش..... ہربرٹ چند منٹ کے لئے سہی، ایک بار اس کے ہتھے چڑھ جائے!

”اب غور سے سنیں مس۔ آپ اس کی صورت پہچانتی ہیں۔ یہ طے ہے کہ وہ اس کا اصلی روپ نہیں تھا لیکن وہ اپنا چہرہ پوری طرح بدل بھی نہیں سکتا تھا۔ ممکن ہے، اس نے بال رنگے ہوئے ہوں۔ چنانچہ اب ہمیں سنرے یا سرخ بالوں کی توقع رکھنا چاہئے۔ اس کا لباس بھی شاید مختلف ہو گا۔ لہجہ بھی مختلف ہو سکتا ہے۔ بس، آپ کو اس کا چہرہ تصور میں رکھنا ہے۔ آپ ہر چیز کو غور سے دیکھیں گی، سمجھ گئیں؟“

”وہ چہرے کہاں ہیں سر، جو مجھے دیکھنے ہیں؟“

”ڈبلن میں ہزاروں چہرے ہوں گے۔ آپ ان سب کو دیکھیں گی۔ ٹائم ٹیبل بنادیا جائے گا۔ اتنی دیر، اتنا فاصلہ طے کرنا ہے..... فلاں سڑک پر ٹھلنا ہے..... یہ ایک شیڈول ہو گا۔ ہم نے شہر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ہر روز تمہیں ایک مقررہ فاصلہ طے کرنا ہو گا..... مقررہ راستے پر چلنا ہو گا۔ جب بھی تمہیں ہربرٹ کا چہرہ نظر آئے، تمہیں زور دار، پوری قوت سے چیخ مارنا ہو گی۔ اور اس کی طرف اشارہ کرنا ہو گا۔ ہمارے آدمی تمہارے ارد گرد ہوں گے۔ وہ فوراً اسے چھاپ بیٹھیں گے۔“

ڈولین پوری توجہ سے سن رہی تھی لیکن اس کی نظریں اپنی اونچی ایڑی کے

یہ سلپر پہن لو۔ جلد ہی تمہارا یہ مٹاپا چھٹ جائے گا۔ اچھا، خدا حافظ۔“  
ڈولین لڑکھڑاتی ہوئی۔ دونوں سراغرساں کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔ اسے  
یہ احساس تک نہیں تھا کہ اسے ایک خوب رو جوان ہے۔

☆=====☆=====☆

انسپکٹر روڈنی بری طرح مصروف تھا۔ آرلینڈ میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کی نفری تعداد  
اور وسائل، دونوں اعتبار سے پھیل رہی تھی۔ اس میں دولت مشترکہ کے ممالک سے  
تعلق رکھنے والے ذہین سراغرساں بھی شامل ہو رہے تھے۔ روڈنی اپنی آئرش تھیوری  
سے چپکا ہوا تھا..... اور اب تک کوئی ایسی بات بھی نہیں ہوئی تھی، جس سے  
تھیوری غلط ثابت ہوتی۔ سیرلارڈ اسٹون نے اسے آئرش حکومت کے تعاون کا یقین  
دلایا تھا۔ وہ خاموشی سے سنتا رہا تھا، لیکن اسے اس تعاون کا یقین نہیں تھا۔ وہ آئرش  
اخباروں کے ادارے بہت غور سے پڑھتا تھا۔ ان اداروں میں یہ بحث ہوتی تھی کہ  
انگو میں ملوث افراد آئرش ہو سکتے ہیں یا نہیں لیکن ان اداروں میں برطانوی اداروں  
کی نااہلی پر تنقید بھی ہوتی تھی، جو شاہی خاندان کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہے  
تھے۔ وہ لوگوں کی باتیں بھی سنتا رہا تھا، جو اس سے قطع نظر کہ مجرموں کی قومیت کیا  
ہے، ان کی پُر زور مذمت کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انگریزوں کی زیادتیوں کے باوجود  
یہ جرم سفاکی کا مظہر اور ناقابل معافی ہے۔ دن بدن روڈنی کا یقین بختہ ہوتا گیا کہ  
شہزادہ آرلینڈ میں ہے اور آئی آر اے کے قبضے میں ہے۔

انسپکٹر روڈنی نے آئرش کردار پر ریسرچ کی تھی۔ اس کے نزدیک اس کیس میں  
قومی کردار اور تشخیص کی بہت اہمیت تھی۔ اسے پہلی کامیابی اسی بنیاد پر تو حاصل ہوئی  
تھی۔ اب وہ ان کے اجتماعی کردار کے دیگر پہلوؤں، ان کی عادات، اطوار، حماقتوں،  
پسندیدگیوں کے بارے میں تحقیق کر رہا تھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کے لئے ایک  
ہدایت نامہ جاری کیا۔ ہمیں آئرش لوگوں کی دو کمزوریوں کو ملحوظ رکھنا ہے۔ ایک یہ کہ  
وہ پینے کے..... خصوصاً پبلک بار میں پینے کے شوقین ہیں۔ دوسرے وہ ہر اعتبار  
سے بہت باتونی ہیں۔ امکان ہے کہ مجرم شراب خانوں میں اپنے کارنامے کے متعلق  
بیان کر بیٹھیں لہذا آپ لوگوں کو زیادہ وقت شراب خانوں میں گزارنا ہوگا۔ سیاسی  
دلچسپی رکھنے والوں پر خصوصی نظر رکھنا ہوگی۔ بات چیت چھیڑنے کی کوشش

سینڈلوں پر مرکوز تھیں۔ وہ سینڈل زیادہ چلنے کے مطلب کے نہیں تھے۔ انسپکٹر نے اس  
کی محویت بھانپ لی۔ ”ایس تمہارے لئے انگلینڈ سے بارہ جوڑی سلپر لائی ہے۔  
ضرورت پڑی تو اور سلپر منگوا لئے جائیں گے۔ وہ بہت آرام دہ ہیں۔ ہم تمہارے  
آرام کا خیال رکھیں گے۔ تمہیں آٹھ گھنٹے کی نیند ملے گی۔ آرام کا وقفہ بھی ملے گا۔  
اندھیرا ہونے کے بعد تمہیں روشن سڑکوں کا روٹ ملے گا۔“

”گویا میں دن اور رات چلتی ہوں گی؟“ ڈولین دہشت زدہ ہو گئی۔  
”جب تک ہر برٹ مل نہیں جاتا۔“ روڈنی نے یقین دہانی کرائی۔ ”اور میں  
چمل قدمی نہیں ہوگی تمہیں تیز چلنا ہوگا۔ یہ یاد رکھو کہ شہزادہ اب بھی دشمن کے قبضے  
میں ہے۔ ہم محض توقع کر سکتے ہیں کہ وہ خیریت سے ہوگا لیکن گزرنے والا ہر دن اس  
کے لئے خطرات میں اضافہ کرے گا۔“

”اگر میں گاڑی میں سفر کروں تو زیادہ علاقہ کور کر سکوں گی۔“  
”ہم اس امکان پر غور کر چکے ہیں لیکن اس صورت میں تمہیں چہرے زیادہ توجہ  
سے دیکھنے کا موقع نہیں ملے گا۔ نہیں مس، تمہارے دو پیروں سے بہتر گاڑی کوئی نہیں  
ہو سکتی۔“

”یعنی میں ہر روز پیدل چلوں گی..... دن رات..... میں کتنے دن  
زندہ رہوں گی؟“ ڈولین نے شکستہ لہجے میں کہا۔

”ہم نے اس مسئلے پر بھی غور کیا ہے۔ مس، اسکاٹ لینڈ یارڈ کوئی پہلو نظر انداز  
نہیں کرتا۔ اس کمرے میں ایک ڈاکٹر ہمہ وقت موجود رہے گا..... صرف تمہاری  
فلاح کے لئے..... وہ تمہارے لئے مناسب خوراک تجویز کرے گا۔ ایک پیروں  
کے امراض کا اسپیشلسٹ ہوگا، جو ان اہم پیروں کا روز معائنہ کرے گا۔ مس، تم  
اولپک ایٹھلیٹ ثابت ہوگی۔ کوئی سوال؟“

ڈولین نے نفی میں سر ہلادیا۔

”تو اب اٹھ جاؤ۔ کام آج سے شروع ہوگا۔ آج تمہیں شہر کے جنوبی علاقے میں  
گھومنا ہے۔ یہ لوگ.....“ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔ ”یہ  
تمہارے آج کے پارٹنر ہوں گے۔ اسے اور فلیچر..... ضروری نہیں کہ ہر روز  
ان دونوں کی ڈیوٹی ہو۔ ہمارے آدمیوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہیں گی۔ شاباش مس، اب



کریں..... انہیں شراب کی پیش کش کریں..... اور کان کھلے رکھیں۔ ممکن ہے پوری واردات سامنے نہ آئے..... لیکن جزئیات کے لئے سماعت کو تیار رکھیں۔ شراب خانے میں ہونے والے اخراجات سرکاری مد میں ہوں گے۔ انسپکٹر روڈنی۔

یہ سرکلر اسے اتنا موثر لگا کہ اس نے کسٹر کو ہیڈ کوارٹر کا انچارج بنادیا اور خود نکل کھڑا ہوا۔ ویسے بھی وہ ٹھن محسوس کر رہا تھا اور کام کی نوعیت میں یہ تبدیلی اس کے لئے تعطیلات کے مترادف تھی۔ وہ بلا سبب ہی گھومتا پھرا۔ جب وہ چلتے چلتے تھک گیا تو اوپلی بار میں کھس گیا۔ اندر مدہم روشنی تھی۔ روڈنی نے ماحول کو ایک نظر دیکھا اور ذہن نشین کر لیا۔ اسے احساس تھا کہ بار میں موجود ہر شخص کی نگاہ اس پر جمی ہوئی ہے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کی وہاں آمد سے پہلے کچھ گفتگو ہو رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر خاموش ہو گئے تھے۔ تاہم اس استقبال سے وہ دل برداشتہ نہیں ہوا۔ کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے بیئر طلب کی۔ بیئر چکھتے ہی اس نے بار کے مالک سے کہا۔ ”مسٹر اوپلی، آپ کی بیئر بہت عمدہ ہے۔“

”شکریہ جناب۔“ بار کے مالک نے جواب دیا۔ ”لیکن مسٹر اوپلی امریکہ چلے گئے تھے۔ جہاں انہوں نے کافی دولت کمائی، وہاں کے نمائندے بھی منتخب ہوئے۔ اس کے علاوہ وہ آٹھ بچوں کے باپ بنے، جن میں سے دو بڑے ہو کر پادری بنے اور دو مقدس کنواریاں..... اب مسٹر اوپلی میساچوسٹس کی مٹی تلے ابدی نیند سو رہے ہیں۔“

”اچھا..... تو وہ کافی پہلے ہجرت کر گئے ہوں گے۔“ روڈنی نے کہا۔  
”۳۹ سال ہو گئے۔ اسی لئے جب کوئی مجھے اوپلی کہہ کر پکارتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ وہ اجنبی ہے۔ میرا نام فینگان ہے۔“

”میں انگریز ہوں۔“

تو یہاں آئرلینڈ میں کیا کر رہے ہیں؟

”میں کلرک ہوں..... لیکن آج کل شوقیہ سراغ رسانی کر رہا ہوں۔“ روڈنی نے جواب دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اب بار میں موجود ہر شخص پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہے۔

”اس کا کیا مطلب ہوا جناب؟“

”میں بھی تمہاری پولیس کی طرح شنزادہ رچرڈ کو تلاش کر رہا ہوں۔ میری طرح کے اور بھی بہت سے لوگ ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ شنزادہ ڈبلن ہی میں کہیں موجود ہے۔“ روڈنی پلٹا اور بار میں موجود لوگوں سے مخاطب ہو گیا۔ ”آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ شنزادہ غیر قانونی آئی آر اے کے قبضے میں ہے؟“  
وہ دس بارہ المراد تھے اور بے حد سنجیدہ نظر آ رہے تھے۔

”آئی آر اے تمہارے شنزادے کا کیا کرے گی؟“ ان میں سے ایک نے پوچھا۔  
وہ سرخ بالوں والا ایک خوب دجوان تھا۔ عمر تیس کے لگ بھگ ہو گی۔  
”ان کا مقصد تو مجھے نہیں معلوم..... بس میں یہ جانتا ہوں کہ شنزادہ ان ہی کے پاس ہے۔“

”کیا وہ اس کے عوض دولت طلب کریں گے؟“  
”میں ایسا نہیں سمجھتا۔“ روڈنی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔  
”تو پھر وہ کریں گے کیا شنزادے کا؟ اچار ڈالیں گے۔“  
”ممکن ہے کوئی سیاسی فائدہ اٹھائیں۔“  
”تمہارے ملک میں بادشاہ یا شنزادہ تو اصل حکمران نہیں ہوتے۔“  
”بالکل نہیں ہوتے۔“  
”تو پھر وہ سیاسی فائدہ کیسے اٹھا سکتے ہیں؟“  
”یہ تو میں نہیں جانتا۔“

”تو پھر بتاؤ نا کہ آئی آر اے شنزادے کا کیا کرے گی؟“  
روڈنی اس جرح سے پریشان ہو گیا۔ ”میں یہ کیسے بتا سکتا ہوں۔ کیا میں آئی آر اے ہوں۔“

”کیا وہ اسے مار ڈالیں گے؟“

اب روڈنی کا ضبط جواب دے گیا۔ ”مجھ سے کیوں پوچھتے ہو۔“ اس نے چڑ کر کہا۔ ”آئی آر اے کو تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو گے۔“  
”یہ مسئلہ تو ہم لوگوں کے لئے بھی الجھن کا باعث ہے۔“ سرخ بالوں والے نے کہا۔ ”اگر یہ آئی آر اے کا کام ہے تو گویا بچہ مہذب لوگوں کے پاس ہے۔ وہ اسے

نے چند نوٹ کاؤنٹر پر رکھ دیئے تاکہ اس کی نیک نیتی پر شک نہ کیا جائے۔ بار میں موجود ہر شخص اپنا اپنا خالی گلاس لئے کاؤنٹر پر آگیا۔ ان کے چروں سے شکرگزاری عیاں تھی۔ سرخ بالوں والا البتہ سب سے الگ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر تفکر کا غبار تھا۔ پھر اس نے اپنا خالی گلاس کاؤنٹر پر رکھا اور باہر نکل گیا۔

روڈنی نے بہ ہزار دقت خود کو اپنے مداحوں کے نرغے سے نکالا۔ یہ مقام شکر تھا کہ وہ نوٹ پہلے ہی کاؤنٹر پر رکھ چکا تھا۔ وہ بھی تیزی سے 'بار سے نکل آیا۔ اسی وقت اس نے سرخ بالوں والے کو ایک عمارت کی بغلی گلی میں مڑتے دیکھا۔ روڈنی کی چھٹی جس بتا رہی تھی کہ کوئی اہم سراغ ملنے والا ہے۔ یہ بھی آئرش کردار کی خصوصیت کی مربانی تھی۔ کوئی آئرش مفت کی شراب نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن سرخ بالوں والے نے چھوڑی تھی۔ آخر وہ کون سی چیز تھی جس نے اسے خلاف مزاج کام کرنے پر مجبور کیا تھا کیا وہ آئی آر اے کے لئے پیغام لے کر جا رہا تھا؟ وہ پیغام جو غیر سرکاری طور پر روڈنی نے اسے اور سب کو دیا تھا..... کہ برطانوی لوگ درگزر کرنے والے ہیں..... منتقم مزاج نہیں ہیں۔ اب روڈنی دوڑ رہا تھا۔

موڑ مڑتے ہی اسے اپنا ہدف چند گز دور ایک دروازے پر کھڑا نظر آیا۔ وہ مکان متوسط طبقے کے نمائندہ مکانوں میں سے تھا۔ روڈنی نے سوچا کہ ممکن ہے 'شہزادے کو یہاں رکھا گیا ہو۔ سرخ بالوں والے کی نگاہوں سے بچنے کے لئے روڈنی نے سڑک پار کر لی۔ اس نے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کر لئے اور ہیٹ کو آنکھوں پر جھکالیا۔ پھر اس نے دروازہ کھلتے اور اپنے ہدف کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔

روڈنی ہچکچایا۔ شہر کے ہر علاقے میں اس کے آدمی بکھرے ہوئے تھے، لیکن وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ روڈنی سوچتا رہا..... اور اپنی قسمت کو کوستا رہا سوچتا رہا..... کیا سرخ بالوں والے نے اندازہ لگالیا تھا کہ اس کا انگریز مخاطب 'اسکاٹ لینڈ یارڈ سے تعلق رکھتا ہے؟ کیا وہ اپنے ساتھیوں کو خبردار کر رہا ہے؟ یا بچے کو کندھے پر ڈال کر عقبی دروازے سے نکل رہا ہے۔ یہ خیال آتے ہی وہ بجلی کی طرح مکان کی طرف لپکا۔ اس نے دروازہ دھکیلا لیکن وہ بند تھا۔ پھر اس نے دستک دی۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر دروازہ کھلا..... لیکن جو کچھ نظر آیا، روڈنی اسے قبول کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں تھا۔ وہ سرخ لبادے میں ملبوس ایک خوبصورت عورت

کبھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اس کا کیا کریں گے؟" اچانک روڈنی چوکتا ہو گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا..... مکمل اعتراف کی توقع مت کرنا..... لیکن جزئیات کے لئے کان کھلے رکھنا..... لیکن اس کے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے سوچا، کیا یہ کوئی اشارہ ہے؟ یہ شخص تو یوں بات کر رہا ہے، جیسے مجھ سے اپنے کسی مسئلے کا حل پوچھ رہا ہو..... مشورہ طلب کر رہا ہو۔ جیسے شہزادہ اس کے قبضے میں ہو اور اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے! وہ کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔ "ممکن ہے" یہ احتجاج کی ایک شکل ہو۔ وہ شہزادے کو چند روز اپنے پاس رکھیں تاکہ ہم تک ان کا احتجاج پہنچ جائے..... پھر اچانک وہ اسے آزاد کر دیں۔ ظاہر ہے، اسے اپنے پاس رکھ کر تو وہ کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔" روڈنی کو موہوم سا احساس ہو رہا تھا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ، وہ ایک تجویز اغوا کنندگان کو پہنچا رہا ہے..... جیسے حکومت اور مجرموں کے درمیان مذاکرات کر رہا ہو۔ "بچہ صحیح سلامت مل جائے تو ہماری حکومت مجرموں کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں کرے گی۔" اس نے مزید کہا۔

سرخ بالوں والا جوان مسکرایا لیکن روڈنی کو ایسا لگا کہ وہ زبردستی مسکرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ روڈنی نے دوسرا حربہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ "دونوں ملکوں کے درمیان جذبہ خیر سگالی کے طور پر میں یہاں موجود تمام افراد کو ایک جام کی دعوت دیتا ہوں۔" اس نے اعلان کیا۔

فینگان جام بنانے میں مصروف ہو گیا۔ کسی نے بھی روڈنی کی پیش کش کو مسترد نہیں کیا۔ سرخ بالوں والا متجسس جوان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھا۔

"یہ جام، آئی آر اے کے نام۔" روڈنی نے جام بلند کرتے ہوئے کہا۔ "یہ طے ہے کہ کوئی انگزیر حقیقی بہادری اور ذہانت کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں یہ اعتراف کرنے والا پہلا انگزیر ہوں گا کہ ہمیں ذہانت کے معاملے میں شکست ہوئی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئی آر اے بچے کو بحفاظت واپس کر دے گی۔ ورنہ یہ معاملہ سنگین صورت بھی اختیار کر سکتا ہے، آپ جانتے ہیں ہم انگزیر لوگ اپنے شاہی خاندان سے کس قدر وابستگی محسوس کرتے ہیں۔ اس اغوا کار کو عمل جنگ بھی ہو سکتا ہے، جو یکطرفہ ہوگی..... چلے، میری طرف سے ایک اور جام..... مسٹر فینگان۔" روڈنی

تھی۔ ”کمال ہے، بہت پریشان معلوم ہوتے ہو۔“ عورت نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہاں لوگ رات کے اندھیرے میں آنا پسند کرتے ہیں، دن کے اجالے میں نہیں۔“

انسپکٹر روڈنی پانی پانی ہو گیا لیکن خفت کے باوجود اس کا منطقی ذہن تجزیے میں مصروف تھا۔ ایک آئرش مفت کی شراب ٹھکرا کر بھاگتا ہے..... کس لئے؟ اپنی ایک اہم ترین بنیادی ضرورت کی تشفی کے لئے؟ ایک آئرش..... آئرلینڈ میں! روڈنی کو ایسا لگا کہ اس کی شاندار تحقیقات ساحل پر بنے ہوئے گھروندے کی طرح بے وقعت تھیں۔

”چلو..... اب آئے ہو تو آہی جاؤ۔“ عورت نے اسے چونکا دیا۔

”نہیں شکریہ۔“ روڈنی نے نرم لہجے میں کہا۔ ”میں غلطی سے یہاں آ گیا تھا۔“

☆-----☆-----☆

میٹ کو کیٹ کلاہان کا سامنا کرنے کے لئے حوصلہ درکار تھا..... اور وہ حوصلہ اسے ایک جامے سے مل سکتا تھا۔ اسی لئے وہ اوفیلی کے بار میں چلا گیا۔ وہاں اس کا سامنا ایک انگریز سے ہوا، جو یقینی طور پر اسکاٹ لینڈ یا رڈ کا سراغرساں تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اس وقت ڈبلن کئی ایسے سراغرساںوں سے لبالب بھرا ہوا ہو گا۔ میٹ نے ڈبلن کو محفوظ سمجھا تھا..... حالانکہ بلی ڈون میں کسی سراغرساں کا وجود تک نہیں تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ شاید قسمت تیر بدل رہی ہے۔ شاید ریڈ ہیوز کی روح بھی بدل ہو گئی تھی۔ اب بلی ڈون کی دلدل میں روحوں سے ملاقات، میٹ کو شرابی کا خواب لگ رہی تھی، حالانکہ پہلے وہ اسے معجزہ سمجھتا رہا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی تو وہ دہل کر رہ گیا۔ اس نے کھڑکی سے جھانکا۔ بار والا سراغرساں دروازے پر کھڑا تھا۔ شاید بار میں مسلسل سوالات کرنے کی وجہ سے وہ اس سراغرساں کی نظر میں مشکوک ہو گیا تھا۔ شاید کھیل ختم ہو چکا تھا۔ بہتر ہے کہ وہ شہزادے کو اٹھا کر عقبی دروازے سے نکل جائے۔ بے چاری کیٹ خواہ مخواہ ماری جائے گی۔ ایک صورت یہ ہے کہ وہ خود کو بچے سمیت ان کے حوالے کر دے..... لیکن وہ صرف سوچ کر رہ گیا جیل کا تصور اس کے لئے بے حد ہولناک تھا۔

لیکن پھر سراغرساں، روزی سے کچھ بات کر کے واپس چلا گیا۔ میٹ کھڑکی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ روزی دروازہ بند کر کے پلٹ آئی۔ ”بے چارہ شریف آدمی۔“ وہ بولی۔ ”نہ جانے کس نے اسے یہاں بھیج دیا۔ کہہ رہا تھا کہ غلطی سے آ گیا ہوں۔“ میٹ صوفے پر بیٹھ کر اپنی سانسیں درست کرنے لگا۔ یہ بات طے تھی کہ سراغرساں اس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا تھا..... لیکن پھر اس نے یہ کیوں کہا کہ وہ غلطی سے یہاں آ گیا ہے۔ میٹ سوچتا رہا۔ شاید سراغرساں کو اس پر کوئی شک ہو گا..... لیکن پھر یہاں آ کر اسے اندازہ ہوا ہو گا کہ یہ تو چکر ہی اور ہے۔ گویا بچے کو چھپانے کے لئے کیٹ کا ٹھکانہ دنیا کا محفوظ ترین مقام تھا۔ روزی نے پہلے بھی ایک دفعہ بتایا تھا کہ انگریز ایسے مقام پر آنا پسند نہیں کرتے۔ میٹ یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ کیٹ نازل ہو گئی۔ ”تم اپنے بیٹے کے لئے آئے ہونا؟“ کیٹ نے پوچھا۔ ”وہ سو رہا ہے لیکن میں اسے باسانی جگا سکتی ہوں۔“

”نہیں کیٹ..... پلیز، یہ ظلم نہ کرنا۔“ میٹ نے جلدی سے کہا۔ ”تین دن ہو گئے ہیں میٹ میرا تو خیال ہے کہ تم اسے دیکھنے کے لئے مرے جا رہے ہو گے۔“

”اسے دیکھتا ہوں تو میرا ضمیر مجھے کچو کے لگانے لگتا ہے۔“ میٹ نے پوری سچائی سے کہا۔ ”کیسا ہے وہ؟“

”تم اسے واپس لے جاؤ۔ وہ مانوس ہونے والا بچہ نہیں۔ اس کے انداز و اطوار شاہانہ ہیں۔ مجھے وہ اپنی خادمہ سمجھتا ہے۔ شکر ہے کہ بولتا نہیں ہے، ورنہ ہر لمحے مجھے ایک نیا حکم دیتا۔ بولتا بھی ہے..... لیکن عجیب طرح..... غیر ملکی لگتا ہے.....“

میٹ کے اوسان خطا ہو گئے۔ گفتگو کا رخ خطرے کی سمت تھا۔ ”ڈبلن کے لئے تو وہ غیر ملکی ہی ہے۔“ اس نے تیزی سے بات بنائی۔ ”وہ کیری میں پلا بڑھا ہے۔“

”کیری میں؟ میٹ، تمہیں نزدیک ہی کہیں کوئی لڑکی نہیں ملی، جس سے مل کر تمہارا اطمینان ہو جاتا۔ تم اس بے چاری کو تباہ کرنے کی کیری پہنچ گئے۔“ کیٹ نے ملائمت آمیز لہجے میں کہا۔

”کیٹ..... تم کیسی عیسائی ہو۔ بار بار مجھے میرا گناہ یاد دلاتی ہو۔ خدا بھی



کیٹ چند لمحے ہچکچائی، پھر بولی۔ ”اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور میں اتنی پاگل نہیں کہ تم سے شادی کر لوں۔ تمہاری جیب میں دو شلنگ بھی نہیں ہوں گے..... نہ آج..... نہ سو سال بعد..... میں بڑھاپے میں بھیک مانگنا پسند نہیں کروں گی۔“

”تم بہت ہوشیار ہو کیٹ۔“ میٹ نے اس کا انکار سن کر سکھ کا سانس لیا۔ ”اچھا، اسے ایک ہفتہ اور اپنے پاس رکھ لو۔“

”نہیں صرف تین دن.....“

”خدا تمہیں جزا دے، کیٹ.....“

”اور اگر تین دن بعد تم اسے لے کر نہ گئے تو میں اسے پولیس کے حوالے کر دوں گی..... کہہ دوں گی کہ کوئی اسے میرے دروازے پر چھوڑ گیا تھا۔“

میٹ جانتا تھا کہ اس سے بہتر سمجھوتہ ممکن نہیں، وہ تین کی مہلت غنیمت جان کر وہاں سے نکل بھاگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میٹ کا کوئی ایک ارادہ بھی بدل جائے۔ اب سوال یہ تھا کہ تین دن بعد وہ کیا کرے گا۔ بچے کو لے کر کیسے باہر نکلے گا۔ چپے چپے پر تو سراغرساں موجود ہیں۔ بالفرض محال، اگر وہ بچے کو ڈبلن سے نکال کر بلی ڈون لے جانے میں کامیاب ہو بھی گیا تو وہاں بچے کے سلسلے میں کیا وضاحت کرے گا۔ یہ تو اس نے واردات سے پہلے سوچا بھی نہیں تھا۔

باہر نکل کر میٹ نے ادھر ادھر دیکھا۔ دور دور تک کوئی سراغرساں نظر نہیں آ رہا تھا وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اوہلی کے بار میں مفت بیڑ کا اب بھی کوئی امکان ہو گا؟ لیکن وہ اس سے آگے سوچ ہی نہ سکا۔ اسے کوئی کیٹ کے مکان کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ اس نے اسے دیکھا..... اس کی رگوں میں دوڑتا ہوا لہو ٹھنڈ کر رہا تھا۔ وہ مختلف لباس میں تھی۔ اونچی ایڑیوں کے سینڈل کی بجائے سلپر پہنے ہوئے تھی۔ وہ پہلے سے دہلی نظر آ رہی تھی۔ میک اپ کے بغیر اس کا چہرہ مرجھایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ سب سے خطرناک کیفیت اس کی آنکھوں میں تھی۔ وہ کسی کی متلاشی تھیں..... بے چین، متحرک اور متلاشی آنکھیں!

میٹ خوب جانتا تھا کہ وہ آنکھیں کسے تلاش کر رہی ہیں۔ وہ تیزی سے دیوار کی اوٹ میں ہو گیا۔ ڈولین کا رخ اوہلی بار کی طرف تھا۔ وہ اندر گئی..... چند لمحے

اپنے بندوں کو معاف کر دیتا ہے۔“

حسین کیٹ شیرنی کی طرح بھر گئی۔ ”میں تین دن سے خود کو اچھی کرچن ثابت کر رہی ہوں۔ بس تم آج اسے لے جاؤ۔ میں راتوں کو سو نہیں سکتی اور دن میں تمہارے لاڈلے شہزادے کی نگہداشت کرتی ہوں۔ میں تو چوہٹ ہو جاؤں گی۔“

”ہاں کیٹ، مجھے تمہاری حسین آنکھوں کے گرد حلقے نظر آ رہے ہیں۔ تم بہت اچھی ماں ثابت.....“

”بس بہت ہو چکی۔ میں اس کی ماں نہیں ہوں۔ اوپر چلو، اسے اٹھاؤ اور کھسک لو یہاں سے۔“

میٹ دہشت زدہ ہو گیا۔ گلی گلی اسکاٹ لینڈ یا رڈ والے گھوم رہے تھے۔ وہ یقیناً پکڑا جاتا۔ اس نے بھنا کر دل ہی دل میں ریڈ ہیوز اور اس کی ساتھی روحوں کو بے نقطہ سنا ڈالیں۔ اب وہ کیا کرے..... آئر لینڈ کی خاطر وہ کیا کر سکتا ہے؟ اس نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔ ”میرا خیال تھا کہ قابلِ فخر آئر لینڈ میں ایسا نہیں ہوتا ہو گا۔“

اس نے پُر تاسف لہجے میں کہا۔ ”کوئی ماں اپنے بچے کو اس طرح سڑک پر پھینک سکتی ہے؟“

”لیکن میں اس کی ماں نہیں ہوں۔“

”کیٹ..... کیٹ ڈارلنگ۔“ میٹ ڈرامائی انداز میں کیٹ کی طرف بڑھا۔ ”تم مانو یا نہ مانو۔ اب میں گھربار والا ذمے دار آدمی ثابت ہوں گا۔ کیٹ، اگر تم مجھ سے شادی کر لو، تو میں اور بچہ، دونوں خوش رہیں گے۔“ یہ کہتے کہتے میٹ کا دل لرزنے لگا۔ کتنی بڑی قربانی دینی پڑ رہی ہے۔

کیٹ کی آنکھیں فرط حیرت سے پھیل گئیں۔ ”میٹ تم بہت مایوس معلوم ہوتے ہو۔“ اس نے کہا۔

”بے شک..... میں بہت مایوس اور دل گرفتہ ہوں۔“ میٹ نے پھر بولا۔

”تم بچے کی محبت میں ایسا کہہ رہے ہو۔“

”یہ بچہ خدا نے مجھے دیا ہے۔“ میٹ نے سچے مکالے میں تھوڑی سی ترمیم کی۔ ”میں اسے کہیں نہیں جانے دوں گا۔“

مسکرا رہے تھے..... اور وہ اپنی ڈیسک کے پیچھے اپنا ریوالور اپنی کپٹی سے لگائے بیٹھا تھا۔

وہ جھرجھری لے کر رہ گیا۔ پھر اس نے ایک نیا میمو تیار کیا، تمام افسر متوجہ ہوں۔ آئرش کردار کی ایک اور کمزوری سامنے آئی ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ شراب سے زیادہ عورت کو اہمیت دیتے ہیں..... اور قحبہ خانوں کا رخ بھی کرتے ہیں..... اس نے ہاتھ روک کر اپنی تحریر پڑھی۔ ٹھیک تو ہے، جس ملک میں ۹۹ فیصد عورتیں پاک دامن ہوں، وہاں ایک فیصد کی ڈیمانڈ لازمی طور پر بڑھے گی۔ اس کا ہاتھ دوبارہ حرکت میں آگیا، لہذا شراب خانوں کے ساتھ قحبہ خانوں کو بھی اہمیت دی جائے۔ وہاں سے کارآمد معلومات حاصل ہو سکتی ہیں، کیونکہ مرد عورتوں کے سامنے ڈینگیں مارنے کے شائق ہوتے ہیں۔ انسپکٹر روڈنی۔

اس نے قلم رکھ دیا۔ اسے احساس تھا کہ کسٹر کو یہ بات پسند نہیں آئے گی لیکن مایوسی حد سے بڑھ جائے تو موہوم سے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

☆=====☆=====☆

آئرش اخبارات نے اودھم مچا رکھا تھا۔ ان کے مطابق آئرلینڈ میں سیاحت ریکارڈ قائم کر رہی تھی اور اس کے ذریعے زرمبادلہ..... خصوصاً برٹش پاؤنڈ بکثرت مل رہے تھے۔ انگریز سیاح اس کثرت سے ڈبلن میں موجود تھے کہ کسی ہوٹل میں کوئی کمرہ خالی نہیں تھا..... جب کہ سیاحت کا سیزن اب شروع ہونے والا تھا۔ اخباروں کا کہنا تھا کہ اس بار سیزن میں آنے والے امریکن سیاحوں کے لئے قیام ایک بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا۔

روڈنی بیزار ہو چکا تھا۔ اغوا کی واردات پر کوئی اس انداز میں نہیں سوچ رہا تھا، جس میں سوچنا چاہئے۔ اس کے ہم وطن تک غیر ذمے داری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ برطانوی اخبارات اندیشے ظاہر کر رہے تھے کہ شہزادے کو نقصان پہنچ چکا ہے۔ حالانکہ یہ بات بعید از فہم تھی..... اور اس کا اظہار احمقانہ حد تک خطرناک تھا۔ شاہی خاندان کا کوئی دور دراز رشتے دار یہ مہم چلا رہا تھا تاکہ تخت پر قبضہ کر سکے۔ اس کا نام لوئیس تھا اور وہ فرانسیزیسی تھا۔ اس اعتبار سے وہ مشکوک تھا کہ اس کے پاس شہزادے کے اغوا کا محرک موجود تھا۔ اس بات پر سب متفق تھے کہ جرم سیاسی نوعیت کا ہے۔

بعد واپس آگئی۔ باہر نکل کر وہ ایک طرف چل دی۔ میٹ دیوار کی آڑ سے نکل آیا۔ اس کا بدن لرز رہا تھا۔ اس نے ڈولین اور ان دو مردوں کے درمیان رابطہ محسوس کر لیا تھا، جو سڑک کے دونوں طرف اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ میٹ خوفزدہ نگاہوں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ ہانکا شروع ہو گیا ہے..... اور شکار وہ خود ہے۔ اب ڈبلن اس کے لئے محفوظ مقام نہیں رہا تھا۔

☆-----☆-----☆

انسپکٹر روڈنی نے خود کو ایک کمرے میں بند کر لیا تھا۔ اسے یہ سوال تنگ کر رہا تھا کہ آیا اس کا نظریہ غلط ہے؟ یارڈ کے بہترین دماغ، اس کی فرمائش پر ڈبلن میں جمع تھے۔ دن میں دو مرتبہ وزیراعظم کو رپورٹ دی جاتی تھی لیکن اب تک پیش رفت نہیں ہوئی تھی۔ ڈولین اب تک درجن بھر سیاہ بالوں والے مردوں کو دیکھ کر فتح کا نعرہ بلند کر چکی تھی، لیکن وہ سب بعد میں بے گناہ ثابت ہوئے تھے۔ ان سے معذرت کرنا پڑی تھی۔ ڈولین کو قائل کرنا دشوار ثابت ہو رہا تھا کہ ہر برٹ کے بال سوائے سیاہ رنگ کے کسی بھی رنگ کے ہو سکتے ہیں۔

روڈنی کے لئے بس ایک بات تسلی بخش تھی..... اور وہ بھی منفی تھی۔ آئرلینڈ کے علاوہ کئی جتوں میں کوششیں کی جا رہی تھیں..... لیکن ابھی تک بار آور ثابت نہیں ہوئی تھیں۔ دنیا بھر میں متعدد ہر برٹ پکڑے جا چکے تھے اور ان گنت رچرڈ جانچے گئے تھے لیکن ان میں اصلی کوئی بھی نہیں تھا۔ دوسروں کی ناکامی کی وجہ سے روڈنی پر وزیراعظم کا اعتماد ابھی تک بحال تھا۔

دشواری یہ تھی کہ روڈنی کو اب تک اپنے آئی آر اے کے ملوث ہونے کے نظریے کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں ملا تھا۔ اس کے علاوہ آئرلینڈ تفتیش کے لئے کوئی آئیڈیل جگہ نہیں تھی۔ وہاں تعاون شاذ و نادر ہی ملتا تھا۔ گزشتہ روز سرخ بالوں والے کو دیکھ کر اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ کامیابی کے قریب پہنچ چکا ہے لیکن معاملہ کچھ اور نکلا..... بلکہ آئرش کردار کے بارے میں اس کا ایک مسلمہ نظریہ پٹ گیا۔ آئرش عورتوں میں دلچسپی..... کھلی دلچسپی لے سکتے تھے! وہ اور الجھ گیا۔ مفت کی شراب چھوڑ کر مردود قحبہ خانے کی طرف دوڑ پڑا تھا۔ اب روڈنی اپنی اسکاٹ لینڈ یارڈ واپسی کا تصور کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا مذاق اڑا رہے تھے..... طنزیہ

اس بات کا امکان تھا کہ آئی آر اے شہزادے کو پرغمال بنا کر آئرلینڈ سے انگریزوں کے مکمل انخلا کا مطالبہ کرے، لیکن اس امکان کو اس بنیاد پر رد کیا جا رہا تھا کہ شہزادے کی واپسی کے بعد آئرلینڈ کو برطانیہ کے ہاتھوں تباہی سے کون بچا سکے گا۔ کیا یہ بات آئی آر اے والے نہیں سمجھ سکتے تھے، دوسری طرف متروک کار میں پائے جانے والے انگلیوں کے نشانات دنیا بھر کے پولیس ریکارڈ میں موجود نہیں تھے۔ جرم ہو چکا تھا اور اب تک کوئی قابل ذکر سراغ ہاتھ نہیں لگا تھا۔ روڈنی جتنا سوچتا، مجرموں کی ذہانت کو سراہے بغیر نہ رہ پاتا۔ وہ یقیناً غیر معمولی ذہین..... بلکہ جیمینس لوگ ہوں گے۔

بالآخر روڈنی نے خود قحبہ خانے جانے کا ارادہ کر لیا۔ ایک مرتبہ پھر وہ امر دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دروازہ اسی عورت نے کھولا۔ ”اوہ..... آپ پھر آگئے!“ اس نے دانت نکال دیئے۔

”جی ہاں..... یہ میں ہی ہوں۔“

”اس بار بھی غلطی سے چلے آئے ہیں“

”نہیں..... میں اندر آنا چاہتا ہوں۔“

عورت نے ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔ ”اوہ چلیں..... پہلے میں آپ کو شیری پلاؤں۔“ عورت نے بڑی ادا سے پلکیر پٹپٹاتے ہوئے کہا۔

”میں انچارج سے ملنا چاہتا ہوں۔“ روڈنی نے اعلان کیا۔

”کیٹ کلاہان ان دنوں مصروف ہے۔“

”مصروف..... خوب!“ روڈنی نے سوچا۔ ”میں یہاں ان کا انتظار کروا گا۔ مجھے ان سے بہر حال ملنا ہے۔“ اس نے اصرار کیا۔

عورت اوپر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد ایک اور لڑکی نیچے آئی۔ وہ پہلی عورت سے مختلف، بے حد حسین اور باوقار لڑکی تھی۔

”مس کلاہان..... میرا نام روڈنی ہے..... اور میں آپ کے شہر میں نو وارد ہوں۔“ روڈنی نے منذبانہ انداز میں کہا۔

”ان پولیس والوں میں سے ہو، جو ان دنوں ہمارے شہر پر چھائے ہوئے ہیں۔“

”جی ہاں۔“ روڈنی نے اعتراف کیا۔ انکار کا فائدہ بھی کیا تھا۔ ”میرا تعلق

اسکاٹ لینڈ یا رڈ سے ہے۔“

”ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔“ کیٹ نے بڑی شائستگی سے کہا۔ ”آپ لوگ یہاں تعطیلات گزارنے ہی تو آئے ہیں۔“

”جی ہاں..... میں آپ کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

کیٹ ہچکچائی۔ ”میں ریٹائر ہو چکی ہوں۔“ اس نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی معصوم اور خوبصورت مسکراہٹ تھی۔

روڈنی الجھ گیا۔ ریٹائر ہونا چہ معنی دارد؟ ”آپ کا مطلب ہے، آپ اب صرف نیچر ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”بس..... کیا کہوں۔“ کیٹ پھر مسکرائی۔

اس کے انداز کی معصومیت نے روڈنی کے دل کو چھو لیا۔ وہ بڑی کراہت محسوس کرتا ہوا آیا تھا..... لیکن یہاں اسے پاکیزگی کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کے دل اور دماغ پر سے بوجھ ہٹ گیا۔

”آپ انگریز ہیں۔“ کیٹ کا لہجہ سوالیہ نہیں تھا۔ ”ہم انگریزوں کے خلاف نہیں ہیں۔“

”یہ سن کر مجھے خوشی ہوئی لیکن ہمارے ملکوں کے درمیان تعلقات ان دنوں کچھ اچھے نہیں ہیں۔“

”اس کی کوئی وجہ؟“

”یہ شہزادے کے اغوا کا معاملہ ہے۔“

”میں اسے شرمناک اور مذموم فعل سمجھتی ہوں۔“ کیٹ نے کہا۔ ”کسی ماں کی گودا جاڑنے سے زیادہ سفاک حرکت کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ یہ دکھ کوئی عورت ہی سمجھ سکتی ہے۔“

صورت حال حوصلہ افزا تھی۔ ”جی ہاں..... شہزادہ رچرڈ بہت کمسن ہے۔ اس کی جدائی نے اس کے ماں باپ..... بادشاہ اور ملکہ کو توڑ ڈالا ہے۔“ روڈنی نے بات آگے بڑھائی۔

”ظاہر ہے ان پر قیامت گزر گئی ہوگی۔“

”کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ اس دنیا کی باگ ڈور عورتوں کے ہاتھ میں ہوتی تو



”کتنا اچھا ہوتا۔ عورتیں مریاں اور رحم دل ہوتی ہیں۔“ روڈنی نے ایک اور وار کیا۔  
 ”لیکن کبھی کبھی عورتیں بھی اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتیں۔ اب اسی معاملے کو  
 لیجئے۔ مجھے یقین ہے کہ شہزادے کو آئی آراے والوں نے اغوا کیا ہے۔ میرا خیال ہے  
 آپ جیسی کوئی عورت شہزادے کو چھپانے کے سلسلے میں مجرموں کی مدد کر سکتی ہے۔  
 دوسری طرف آپ میری مدد بھی کر سکتی ہیں۔ یہاں بھانت بھانت کے لوگ آتے ہیں۔  
 مرد عورتوں کے سامنے بڑھانکے کے شوقین ہوتے ہیں۔ ممکن ہے مجرم کبھی آپ کے  
 سامنے فخریہ اپنے جرم کا اعلان کر دے۔ آپ مجھے بتا کر ایک نیکی کما سکتی ہیں۔ میرا نام  
 انسپکٹر روڈنی ہے اور میں گریٹسم میں ٹھہرا ہوا ہوں۔ انسانیت کے نام پر..... آپ  
 کو میری مدد کرنی ہوگی۔ یقین کیجئے ہمیں چرائے ہوئے بچے کی بازیابی سے غرض ہے  
 مجرموں سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔“

کیٹ خاموشی سے سنتی رہی تھی۔ اس کے چہرے پر دکھ بھری نرمابٹ کی  
 پرچھائیاں تھیں۔ چرائے ہوئے بچے کے تذکرے پر اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔  
 ”کیا آئرش مرد باتونی ہوتے ہیں؟“ روڈنی نے پوچھا۔

کیٹ نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں..... یہاں وہ باتونی ثابت نہیں ہوتے۔  
 وہ تو شرمسار ہوتے ہیں۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ مجھے دیکھ کر انہیں اپنی ماں یاد آتی ہے۔“  
 روڈنی مایوس ہوا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری لڑکی ہمدرد معلوم ہوتی تھی اور  
 اسے اس دلیں میں اب تک ہمدردی میسر نہیں آئی تھی۔ ”آئی آراے کے لوگ بھی  
 یہاں آتے ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

کیٹ نے پھر نفی میں سر ہلادیا۔ ”انہیں لڑکیوں کے بارے میں سوچنے کی فرصت  
 ہی نہیں ہوتی۔ ویسے تو آئرش مردوں کی نظر میں صنفِ نازک کی زیادہ اہمیت نہیں  
 ہے۔ یہاں زیادہ تر غیر ملکی آتے ہیں۔“

روڈنی کی مایوسی انتہا کو پہنچ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ کیٹ سچ بول رہی ہے۔ ”حیرت  
 ہے ابھی دو دن پہلے ایک لڑکا یہاں آیا تھا۔ اس کا انداز مشکوک تھا۔ اس سے پہلے  
 میری اس سے اوفیلی بار میں گفتگو ہوئی تھی۔ مجھے یقین ہے وہ جانتا تھا کہ میں پولیس  
 سے متعلق ہوں۔ اس نے بار میں مجھ سے عجیب سوالات پوچھے تھے۔ مثلاً یہ کہ اگر  
 شہزادے کو کسی آئرش نے اغوا کیا ہے تو وہ اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ محض

تجسس نہیں تھا بلکہ مشورہ طلب کرنے کا ایک مختلف انداز تھا۔ اتنا عرصہ پولیس میں  
 کام کرنے کے بعد میں لوگوں کے انداز سمجھنے میں دھوکا نہیں کھاتا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ  
 اس واردات کے متعلق کچھ نہ کچھ جانتا ہے۔ میں اپنی طرف سے سب کو بیڑ پلا رہا تھا  
 کہ وہ اچانک باہر نکل آیا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا۔ وہ یہاں آیا تھا۔ ”روڈنی نے  
 نظریں اٹھا کر کیٹ کی طرف دیکھا۔ کیٹ اسی کو دیکھ رہی تھی لیکن اس کے چہرے اور  
 آنکھوں کا تاثر تبدیل ہو چکا تھا۔ روڈنی تاثر کی اس تبدیلی کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

”وہ یہاں کس وقت آیا تھا..... اور اس کا حلیہ بتائیں۔“  
 ”وہ دو بجے کے قریب آیا تھا۔ اس کے سرخ بال ہیں چہرے پر مہاسے ہیں۔  
 مضبوط بدن کا جوان ہے تمہیں یاد ہے؟“

”یہ حلیہ تو آئرلینڈ کے مردوں کی نصف تعداد پر منطبق ہوتا ہے۔“  
 ”لیکن وہ اپنے انداز سے مشکوک لگتا تھا۔“

”مسٹر روڈنی..... آپ کے خیال میں شہزادے کو اغوا کرنے والے کے  
 پاس اتنا وقت ہو گا کہ وہ میرے ہاں آکر توضیح اوقات کرے؟“  
 روڈنی کو خود پر غصہ آگیا۔ یہ دلیل وہ خود کو سینکڑوں بار دے چکا تھا کہ ایسا کیسے  
 ہو سکتا ہے۔

”اور مسٹر میری بات توجہ سے سنو۔“ کیٹ کا لہجہ بھی بدل گیا۔ ”جو شخص  
 تمہاری ناک کے عین نیچے سے شہزادے کو چڑھالایا ہے وہ آئرلینڈ کا بہادر اور قابل فخر  
 فرزند ہو گا۔ وہ محبت اور سکون کی تلاش میں فوجہ خانوں کا رخ نہیں کرے گا۔ اس ملک  
 میں کون سی ایسی لڑکی ہوگی جو اس کے ایک اشارے پر خود کو اس کے قدموں میں نہ  
 ڈال دے۔“

انسپکٹر روڈنی مایوس ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ”ابھی کچھ دیر پہلے تم کہہ رہی تھیں کہ  
 یہ مذموم اور قابل نفرت فعل ہے۔“ اس نے کیٹ کو یاد دلایا۔

کیٹ مسکرائی۔ ”لیکن جراثمدانہ بھی ہے۔ صدیاں ہو گئیں کسی نے اس  
 طرح کی دلیری سے آئرلینڈ کو سرفراز نہیں کیا۔ میرے دادا..... اور میرے باپ  
 نے تم لوگوں کے مقابلے میں جانیں قربان کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں آج اس مقام پر  
 ہوں۔ میں یتیم نہ ہوتی تو کسی گھر کی آبرو ہوتی۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں خوش ہوں۔

نہیں..... لیکن میں جانتی ہوں کہ بزدل قوموں میں بہادروں کی اولاد کو یہی صلہ ملتا ہے۔ میں بہادروں کی قدر کرتی ہوں..... خواہ اس کے نتیجے میں مجھے بے آبروئی کی زندگی ملے۔“

انسپکٹر حیران رہ گیا۔ وہ جس عورت کو ہمدرد سمجھ رہا تھا، وہ پاگل نکلی۔ وہ اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ عورت نے اس کے لئے دروازہ کھولا۔ انسپکٹر باہر نکل آیا۔ ”مسٹر‘ میرا مشورہ ہے کہ اس بچے کو یتیم خانوں میں تلاش کرو۔“ عورت نے اسے مخاطب کیا۔ ”اور اگر وہ بہادر شخص تمہیں مل جائے جس کا یہ کارنامہ ہے تو اسے یہاں بھیج دینا۔ میں عمر بھر اس کے پاؤں دھو دھو کر پیوں گی۔ وہ بے فکری سے زندگی گزار سکے گا۔“

انسپکٹر روڈنی کو چکر آگیا۔ شاہی خون اور آئرش یتیم خانے..... اودہ خدایا..... یہ تفتیش کی ایک نئی اور مختلف راہ تھی۔

☆-----☆-----☆

تمہ خانے میں، فیلڈ مارشل کو مپٹن ایک نقشے پر جھکا ہوا تھا۔ ایک کرنل اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن تھی۔ ”معاملہ کیا ہے جناب؟“

”انتہائی رازداری کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلے۔“ مارشل نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں جناب۔“

”تمہیں معلوم ہے۔ ہمیں کسی بھی وقت آرڈر مل سکتا ہے۔“

”کیسا آرڈر مارشل؟“

”کمال ہے..... نہیں سمجھے! کسی بھی وقت حملے کا حکم مل سکتا ہے۔“

”واقعی سر؟“

”اور کیا..... تمام فورسز کو تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا ہے۔“

”لیکن حملہ کس پر ہو گا جناب؟“

”آئرلینڈ پر۔“ مارشل نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ ”ہم جزیرے پر قبضہ کریں گے

اور انہیں یاد دلائیں گے کہ ہم ان کے آقا ہیں۔“

☆-----☆-----☆

ڈاؤن کے کالج میں طویل میٹنگز ہوئیں لیکن اس کے سوا کچھ فائدہ نہیں ہوا کہ وہ خوفزدہ ہو گئے۔ ان کے اعصاب دباؤ برداشت کرنے کے عادی نہیں تھے۔ روہیں خاموش تھیں۔ میٹ کو مشورے کے لئے چرچ کے سوا کوئی دروازہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ چنانچہ وہ کینن کے چرچ چلا گیا۔

چرچ کا سکوت دلدلی علاقے کے سناٹے سے مشابہ تھا۔ میٹ پہلے کبھی ناوقت چرچ نہیں آیا تھا لیکن اس وقت مسئلہ ہی ایسا تھا۔ وہ قربان گاہ کے قریب جا کھڑا ہوا۔ ”معاملہ یہ ہے کہ.....“ اس نے سرگوشی میں کہا۔ ”مسئلہ خاندانی وقار کا بھی تھا لیکن اس سے زیادہ مجھے آئرلینڈ کی پروا تھی۔ میں حلف اٹھاتا ہوں کہ یہی بات تھی پھر ہم نے بچے کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا۔ ہم نے اسے ایک گھر دیا..... کیٹ کلاہان کا سہی، گھر تو ہے۔ اب ہم کیا کریں..... بچہ واپس کر دیں؟ ہم نے کتنی تکلیفیں اٹھا کر اسے حاصل کیا۔ اسے لوٹا دینے سے آئرلینڈ کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ خداوند..... آئرلینڈ تمہارا پسندیدہ ملک ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں نے حکم کی تعمیل کی ہے۔ ریڈ ہیوز نے تمہارے اذن کے بغیر مجھے حکم نہیں دیا ہو گا۔ پھر ہمیں قدم قدم پر تمہاری تائید ملی۔ تم نے دھند بھیجی..... تم نے کشتی پار لگائی۔ تم نے سینٹ پیٹرک یا..... قصے کہانیوں والے کسی اور ولی کو..... نہیں، میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ قصے کہانیوں والے سے..... میں کینن سے متفق ہوں..... میں ہمیشہ کینن کی بات ماننا ہوں۔“

پھر اچانک، جیسے جادو کے زور سے..... میٹ کو کینن کی آواز سنائی دی..... حقیقی آواز..... اس آواز میں طوفان کی سی گھن گرج تھی۔ ”باہر آؤ مردود..... یہاں آؤ..... مقدس جگہ کو ناپاک کرنے والے۔“

میٹ پہلے تو سمجھا کہ اس کی دعا کا جواب مل رہا ہے، پھر وہ بوکھلا گیا..... اور روبرو ملک الموت کی بجائے کینن کو پا کر سکون کا سانس لیا۔

”میرے چرچ سے باہر نکلو لفنگے۔“ اس بار کینن بری طرح دباڑا۔

”لیکن..... میں تو دعا کر رہا.....“

”اچھا..... دعا کا دعوت گزر چکا ہے۔“

”کیوں..... کیا قیامت آگئی ہے۔ دنیا ختم ہو گئی ہے؟“ میٹ نے بے حد

معصومیت سے پوچھا۔

”ہاں..... تم اپنی دنیا ختم سمجھو۔ تمہارے فیصلے کا وقت آپہنچا ہے ملعون۔“  
بے یقینی کے باوجود میٹ تھرا کر رہ گیا۔ کینن اسے خوفناک نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ میٹ نے اس کے عصا پر نظریں جمادیں۔ وہ پٹنا نہیں چاہتا تھا لیکن کینن نے بھانپ لیا کہ پٹائی کی کوشش کی تو وہ بھاگ نکلے گا۔ وہ پٹنا اور تحکمانہ لہجے میں بولا۔ ”میرے پیچھے پیچھے آؤ۔“

معقول فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے میٹ اس کے پیچھے چل دیا۔ کینن باہر نکل آیا۔ باہر ایک اور حیرت میٹ کی منتظر تھی۔ سڑک کی دونوں جانب لوگ قطار لگائے کھڑے تھے۔ بلی ڈون کی تقریباً تمام آبادی وہاں موجود تھی۔ وہ میٹ کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی تماشہ ہو۔ وہ دونوں بڑھتے رہے۔ لوگ کھڑے انہیں دیکھتے رہے۔ میٹ کو اپنے اگلے پیچھے تمام گناہ یاد آ گئے۔

لیکن ابھی حیرتیں تمام نہیں ہوئی تھیں۔ میٹ کو علم نہیں تھا کہ کینن اسے کہاں اور کیوں لے جا رہا ہے۔ وہ کینن کو اوپلی ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ناچار میٹ بھی اندر چلا گیا۔ اندر بہت مدہم روشنی تھی۔ عصا کی ٹھک ٹھک اسے راستہ دکھاتی رہی۔ اسے احساس تھا کہ سڑک پر کھڑے ہوئے لوگ بھی عقب میں آرہے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہوتی گئیں۔ پہلے اسے ایک کرسی نظر آئی..... پھر کرسی پر تن کر بیٹھی ہوئی کیٹ کلاہان..... اس کی گود میں برطانیہ کے تخت کا وارث بیٹھا تھا۔

”خدا رحم کرے۔“ میٹ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”منہ بند رکھو مردود۔“ کینن دھاڑا۔ ”جو کچھ کہنا ہے مجھ سے کہو۔ تمہارے منہ

سے خدا کا نام اچھا نہیں لگتا۔“

”کہنے کو رکھا ہی کیا ہے؟“ میٹ نے مصلحت آمیز جواب دیا۔ وہ بغیر کسی توضیح کے اعتراف گناہ تھا۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ کس گناہ کی بات ہو رہی ہے۔

”اس عورت اور بچے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟“

”یہ تو آپ اپنی وضاحت ہیں۔ ان کی یہاں موجودگی خود سب سے کچھ بتا رہی

ہے۔“ میٹ نے پھر دفاعی انداز اختیار کیا۔

”میرا خیال ہے، تم ہر بات کو جھٹلاؤ گے؟“

”کس بات کو جھٹلاؤں گا؟“ میٹ کے لہجے میں حیرت تھی۔

”جانتے ہو، یہ کون ہیں۔“ کینن کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ ”میٹ اوکوئن، یہ تمہارا بچہ ہے۔“ کینن دھاڑا۔

اس سوال نے میٹ کو لرزادیا۔ یعنی راز فاش ہو چکا تھا..... لیکن خطرناک حد تک نہیں۔ اس نے چاروں طرف دیکھا، جیسے راہ فرار تلاش کر رہا ہو۔ ہر طرف ناپسندیدہ نگاہیں تھیں۔ دانت نکوستے چہرے تھے۔ ایک طرف کینن تھا۔ اس کا جسم سینے میں نہایا ہوا تھا اور وہ غصے کے مارے بید مجنوں کی طرح لرز رہا تھا پھر کینن کا منہ کھلا اور مزید الزامات برآمد ہوئے۔ ”تم کیا کہتے ہو ملعون..... گھٹنوں کے بل جھکو اور اس عورت سے معافی مانگو، جسے تم نے ورغلا کر برباد کیا..... تم بدکار آدمی ہو۔“

میٹ بے بسی کے عالم میں محض نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

”نہیں..... میٹ اوکوئن، تمہارے لئے راہ فرار نہیں ہے۔ اس عورت

اور اس معصوم بچے کے ساتھ انصاف ہونا چاہئے۔“

میٹ نے کیٹ کو دیکھا۔ وہ اپنی خوبصورت گھنی پلکوں کی جھال کی اوٹ سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کی اس نظر میں محبت تھی..... ملن کی تڑپ تھی..... اور ترشے ہوئے یا قوت جیسے ہونٹوں پر دنیا کی حسین ترین مسکراہٹ تھی۔

☆=====☆=====☆

جہاز کے کیمبن میں انسپکٹر روڈنی کی وزیراعظم برطانیہ سے ملاقات ہوئی۔ وزیراعظم بہت ناراض تھا۔ انسپکٹر بہت کمزور نظر آ رہا تھا۔ ”یہ یتیم خانوں کا کیا چکر ہے؟“ وزیراعظم نے چھوٹے ہی پوچھا۔ ”ساری دنیا مذاق اڑا رہی ہے ہمارا؟“

”جناب..... ایک مقامی فرد نے بتایا تھا کہ ممکن ہے، شہزادے کو کسی یتیم خانے میں رکھا گیا ہو۔“ انسپکٹر نے جواب دیا۔

”پاگل ہو گئے ہو۔ تمہارے خیال میں مقامی لوگ خلوص دل سے ہماری مدد کر سکتے ہیں؟“

انسپکٹر خاموش ہو گیا۔ کوتاہی کے اعتراف کا مطلب تھا کہ وہ تفتیش سے ہٹایا جاتا۔ یہ تصور بھی اس کے لئے روح فرسا تھا لیکن اس سوال کے جواب کی نوبت ہی



نہیں آئی۔ وزیراعظم کو اور بھی بہت سے تفکرات لاحق تھے۔ ”اس سلسلے میں بین الاقوامی رد عمل بے حد شدید ہوا ہے۔ امریکہ میں آئرش کیٹھولکس نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے۔ وینٹیکن کی طرف سے باقاعدہ احتجاج کیا گیا ہے کہ یہ چرچ کے معاملات میں مداخلت ہے۔ سب کو پتہ چل گیا ہے کہ اسکاٹ لینڈ یا رڈ آئر لینڈ میں باقاعدہ مداخلت کر رہا ہے..... اور وہ بھی بے سود! سمجھے؟“

کچھ دیر خاموشی رہی، پھر وزیراعظم نے پوچھا۔ ”تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ شہزادہ کہاں ہے؟“

”آئر لینڈ میں۔“ انسپکٹر روڈنی نے مختصر آکھا۔

”آئر لینڈ تو بہت بڑا ہے۔“

”لیکن جناب‘ یہ سچ ہے۔ میں ڈبلن کی سڑکوں پر مارا مارا پھرا ہوں۔ میں نے آئرش لوگوں سے گفتگو کی ہے۔ میرا یقین اور پختہ ہو گیا ہے۔ شہزادہ یہیں ہے..... لیکن بات محض آئی آراء تک محدود نہیں ہے۔ اس میں پورا آئر لینڈ ملوث ہے۔ مجھے اندازہ ہے..... میں بہت قریب پہنچ گیا تھا..... شہزادے کے سچ قریب..... لیکن دھوکا کھا گیا۔“

”مجھے اندازہ نہیں..... ثبوت درکار ہیں روڈنی۔“

”میں نے کہا جناب کہ پورا آئر لینڈ.....“

”انسپکٹر..... تمہیں اندازہ ہے کہ محض تمہاری رائے کی وجہ سے میں نے اور میری حکومت نے آئرش تھیوری قبول کی ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں پریس کو بیانات تک دینے پڑے اب پبلک ایکشن کا مطالبہ کر رہی ہے۔ ہم کیا کریں؟“ وزیراعظم کو شدید غصہ آگیا تھا۔

”ہم دن رات کام کر رہے ہیں جناب.....“

”لیکن ہمیں حاصل کیا ہوا؟“ وزیراعظم نے اس کی بات کاٹ دی۔ ”ہمیں

لوگوں کو بھی مطمئن کرنا ہے۔ اگر تم نے یہ تھیوری دی ہوتی کہ یہ اندرون ملک، ہم وطن مجرموں کا کام ہے، تو ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں ہم مارشل لاء لگا دیتے۔ گھر گھر کی تلاشی لیتے لیکن تمہیں تو آئر لینڈ کی سوجھی۔ اب ہم کیا کریں۔ فوج کشی کر دیں آئر لینڈ پر؟“

روڈنی اٹھ کھڑا ہوا۔ ”فوج کشی! آپ کا مطلب ہے جنگ؟“

”ہاں..... تمہیں تو پتہ ہی نہیں کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ لوگ جنگ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ مظاہرے ہو رہے ہیں۔ تمام جنرل الگ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ سمجھے انسپکٹر..... ہم آئر لینڈ کی طرف اشارہ کر کے مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ کوئی دور دراز کا ملک ہوتا تو جیلوں سے کام چل جاتا۔ اب بتاؤ، جنگ ناگزیر ہے کہ نہیں؟“

”لیکن سر، جنگ ناممکن ہے۔“ شدت جذبات سے روڈنی کا جسم لرزنے لگا۔

”کیوں نہیں ہو سکتی جنگ؟“

”شہزادہ وہاں موجود ہے۔“ انسپکٹر نے بلند آواز میں کہا۔ ”ایسے میں آئر لینڈ کی

تباہی اس کی موت کا سبب بنے گی۔ کیا ہم اسے خود مار ڈالیں گے۔“

”اگر تمہیں شہزادے کی اتنی فکر ہوتی تو تم اسے تلاش کر لیتے۔“

”میں اسے ڈھونڈ کر رہوں گا۔“

☆=====☆=====☆

”میٹ..... آج دلدلی علاقے میں جا کر ہیوز اوڈونیل سے ملو۔ دیکھو، وہ کیا کہتا ہے۔“ ڈان نے کہا۔

”وہ ان دنوں وہاں چہل قدمی نہیں کرتا۔ اسے مرے اور دفن ہوئے صدیاں گزر گئیں۔“ بارٹ نے تبصرہ کیا۔

”لیکن ہمیں اس مصیبت میں اسی نے پھنسا یا ہے۔“ میٹ نے احتجاج کیا۔  
”یہ کہانی کینن کو سناؤ۔ وہ اگلے اتوار کے لئے لعنت سے نوشی پر وعظ تیار کر دے گا۔“ فل نے کہا۔

”اب کرنا کیا ہے۔“

”خدا سے دعا کرو اور شیطان کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہو۔“

”کہنا کیا ہے۔ میٹ نے بتایا تھا کہ ڈبلن میں چپے چپے پر اسکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس موجود ہیں۔ اسے کیٹ کے گھر سے نکالنا آسان نہیں تھا..... لیکن یہ مشکل خود کیٹ نے آسان کر دی۔ ایک عورت کا اپنے بچے کے ساتھ چلنا کس قدر فطری ہے۔ ہم اسے یہاں تک نہیں لاسکتے تھے۔ کینن اور دوسرے لوگ اسکیڈل بنانے میں اتنے مصروف ہیں کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ اغوا شدہ شہزادہ ہے۔ کیٹ نے کتنا بڑا کام کیا ہے۔“

”تم کیٹ کے بڑے طرفدار بن رہے ہو۔“ میٹ نے بھنا کر کہا۔

”وہ بہت حسین عورت ہے۔“

”وہ یہاں کیوں چلی آئی آخر۔“ میٹ چلایا۔ ”خدا کی قسم..... دو دن پہلے میں نے بچے کی خاطر انتہائی مایوسی کے عالم میں اسے شادی کی پیش کش کی تھی۔ اس وقت اس نے مجھے نکا سا جواب دے دیا..... اور میرے خیال میں ٹھیک ہی کیا لیکن اب یہاں نازل ہو گئی اور بلی ڈون والوں کو بتا دیا کہ وہ میرا اور اس کا مشترکہ بچہ ہے۔“

”ممکن ہے شادی کے سلسلے میں اس کا نظریہ بدل گیا ہو۔“ ڈان نے تبصرہ کیا۔

”کیٹ جیسی بیوی..... اور وہ بھی کینن کی دعاؤں سمیت..... یہ تو

چڑھی اور دودو والا معاملہ ہے۔“ فل نے کہا۔

”تمہارے دماغ میں گندگی بھری ہوئی ہے فل۔ تم خود کیٹ سے شادی کیوں

اوفلی ہوٹل میں ایک ہی گیٹ روم تھا۔ کیٹ اور اس کا ننھا ساتھی اس پر قابض ہو گئے۔ یہ کینن کا فیصلہ تھا۔ وہ خدا کی انصاف نافذ کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس نے ہوٹل کے مالک کو واشگاف الفاظ میں بتا دیا تھا کہ میٹ کو اس کمرے میں ہرگز نہ جانے دے۔ وہ غیر شادی شدہ ہیں۔ کینن کو عرصہ دراز کے بعد یہ موقع ملا تھا۔ بلی ڈون کے لوگ صاف ستھری زندگی گزارتے تھے لیکن اب کینن کے ہاتھ میں خدا کی لاشیں آگئی تھیں۔ ”اگر خلاف ورزی ہوئی تو تمہارے ہوٹل کی جگہ اصطبل کھڑا ہو گا..... سمجھے۔“ اس نے بار کے مالک کو تنبیہ کی۔

ہوٹل کا مالک لوگن راسخ العقیدہ عیسائی تھا۔ اس نے کیٹ کی آبرو کے محافظ کا عہدہ سنبھال لیا۔ کینن نے حکم دیا تھا کہ فریقین شام کے وقت اس کے سامنے پیش کئے جائیں۔ اس نے میٹ سے کہہ دیا کہ وہ فرار ہونے کی کوشش نہ کرے..... ورنہ مذہبی محافظ اس کے پیچھے لگا دیئے جائیں گے۔ کینن چرچ واپس چلا گیا کہ وہ گناہگاروں کے حق میں دعا کرے گا لیکن درحقیقت اسے اپنے کھانے کی فکر تھی، وہ بلی ڈون کی تاریخ کا سنسنی خیز دن تھا۔ کینن اس سنسنی کو ایک ہی دن میں نمٹانے کے حق میں نہیں تھا۔

میٹ لوگوں سے نظریں چراتا ہائی اسٹریٹ پر نکل آیا اور ڈان کے کانچ کی طرف بڑھ گیا۔ میٹ کی گناہگاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ کانچ میں بریگیڈ کے تمام اراکین پہلے ہی سے موجود تھے۔ وہ جھنجھلا رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں؟ ”تمہاری عورت نے ہمیں دھوکا دیا۔“ فل نے میٹ کو دیکھتے ہی کہا۔

”وہ میری عورت نہیں ہے۔“ میٹ نے اعتراض کیا۔

”اب تو ہے ہی سمجھو۔ کینن اسے تمہاری عورت بنا کر چھوڑے گا۔“

نہیں کر لیتے؟“ میٹ نے جھنجھلا کر کہا۔

”تم بہت ناشکرے ہو لڑکے۔“ بوڑھے ڈان نے کہا۔ ”میں نے ایک دنیا دیکھی ہے لیکن مجھے کیٹ جیسی عورت کہیں نظر نہیں آئی۔“

میٹ پاؤں پٹختے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ”کیٹ کا تذکرہ ختم کرو۔ وہ اہم نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ ہڑپائی نس پر نس رچرچ ڈکا کیا کریں؟“

وہ سوچ میں پڑ گئے۔ اس مسئلے کا حل کسی کے پاس نہیں تھا۔ سورج غروب ہو گیا، دن ڈھل گیا، لیکن انہیں کچھ بھائی نہ دیا۔ ”تم دلدلی علاقے میں اپنا بستر لگاؤ..... آج..... بلکہ ہر رات..... شاید ریڈ ہیوز کو تم پر ترس آجائے اور وہ مسئلہ حل کر دے۔“

”اور بے چاری کیٹ کا کیا ہو گا؟“ فل نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

”شٹ اپ۔“ میٹ دھاڑا۔ ”ورنہ میں تمہیں وہ ہاتھ دوں گا جو اس روز بوڑھے ڈان نے اس مداخلت کار کا نشیمل کو عنایت کیا تھا۔“ یہ کہہ کر وہ کالچ سے نکل گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے پیچھے نکلے..... لیکن انہوں نے درمیان میں فاصلہ رکھا۔ ہائی اسٹریٹ پر دونوں طرف تماشین اکٹھے تھے۔ میٹ نے چرچ کے دروازے پر دستک دی کیونکہ استقبالیہ کمرے میں میٹ کا منتظر تھا۔ اس نے اس روز لباس کے سلسلے میں خاصا اہتمام کیا تھا۔ کیٹ اودے رنگ کے لباس میں تھی۔ برطانیہ کا ولی عہد اس کی گود میں تھا..... اس نے بڑی مشکوک نگاہوں سے میٹ کو گھورا۔ انداز غیر دوستانہ تھا۔ غضب خدا کا..... برطانیہ کا ولی عہد..... جس کی ساری دنیا میں ڈھونڈ مچی تھی..... بلی ڈون کے چرچ میں بیٹھا تھا۔ اس کی تصاویر تمام اخبارات میں چھپتی رہی تھیں، ٹیلی ویژن پر اس کی فلم دکھائی گئی تھی..... اس کے باوجود کیٹ کا ایک جملہ کارگر ثابت ہوا تھا۔ کوئی اسے بطور شہزادہ نہیں پہچان رہا تھا۔

”گڈ ایوننگ میٹ۔“ کینن نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ”مس کلاہان۔“ اس نے مس پر بطور خاص زور دیا۔ ”..... سے مجھے بہت اہم اور سنگین معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ انہوں نے بچے کی ولادت اور تاریخ ولادت کے بارے میں بھی بتایا ہے۔“

میٹ سوچ میں پڑ گیا۔ خدا جانے، کیٹ نے کیسے کیسے جھوٹ بولے ہوں گے۔ تصدیق اور تردید دونوں ہی مخدوش تھیں۔ گول مول جواب دینے کا موسم تھا۔ کینن ہاتھ میں کانڈ پینسل لیے بیٹھا تھا۔ میٹ نے بے چارگی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ زبان شل ہو کر رہ گئی تھی۔

کینن اپنی آرام کرسی پر بیٹھا جھولتا رہا۔ اسے کوئی جلدی نہیں تھی۔ وہ ایک ایک لمحے سے لطف اٹھانا چاہتا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی بلند وبالا پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہے اور بونا میٹ نیچے زمین پر کھڑا ہے۔ ”صرف ایک بات کا فیصلہ ہوتا ہے۔“ اس نے نرم لہجے میں کہا۔ ”فیصلہ تمہیں کرنا ہے میٹ۔ اس معصوم عورت نے مجھے بتایا کہ تم نے کس طرح اسے دھوکا دیا..... بچے کے اخراجات کے سلسلے میں تم نے اسے کچھ نہیں دیا۔ اس کے باوجود یہ تمہیں معاف کرنے کو تیار ہے۔ یہ وفادار عورت ثابت ہوگی۔ یہ ماما سے مجبور ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس معصوم بچے کو باپ کا سہارا درکار ہے۔“

میٹ کے ہونٹ سلے رہے۔ وہ بڑی بے بسی محسوس کر رہا تھا۔

”تم اس عورت سے شادی کرو گے، اے ملعون شخص؟“ کینن اسے خاموش پا کر دھاڑا۔

میٹ نے کھنکھار کر اپنا گلا صاف کیا۔

کینن کے نزدیک یہ اظہارِ رضامندی تھا۔ ”شادی کی رسم میں دو ایک روز بعد ادا کراؤں گا۔“ اس نے فیصلہ سنایا۔ ”مجھے بشب سے اجازت لینا ہوگی۔“

میٹ نے پھر کیٹ کو دیکھا۔ وہ اپنے ہاتھ گود میں رکھے، نگاہیں نیچی کئے بیٹھی تھی۔ وہ مذاق کر رہی تھی یا اسے سزا دے رہی تھی۔

”اب مسئلہ رہ جاتا ہے کہ تمہارے بیٹے کا۔“ کینن نے کہا۔ ”تمہاری شادی تو ہوئی نہیں ہے۔ بہتہ کیسے ہو گا؟“

”بہتہ؟ کس کا بہتہ؟“ میٹ چونک پڑا۔

”میں اس معصوم بچے کی بات کر رہا ہوں۔“

میٹ ہچکچایا۔ برطانیہ کا ولی عہد اس کے خاندانی نام سے موسوم ہو رہا تھا۔

”جج..... جی۔“ وہ ہکلا یا۔



تم نے اس کا نام کیوں ادا کوئن رکھا تھا؟“

”جی ہاں!“ میٹ نے جواب دیا۔ اس کا دماغ چکرا رہا تھا۔ نام کے بدلے نام! ریڈ ہیوز نے یہی تو کہا تھا۔ شاید وہ یہی چاہتا تھا لیکن میٹ کو یہ بات اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

”تمہارے پاس بہت سے سرٹیفکیٹ ہے؟“ کینن نے پوچھا۔

”اگر میرا جواب نفی میں ہو تو کیا ہو گا؟“ میٹ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”تو ہم رسم ادا کریں گے اور سرٹیفکیٹ جاری کریں گے۔“

میٹ پھر ہچکچایا۔ اس کے خاندانی نام کو بٹہ لگنے والا تھا لیکن وہ کیا کر سکتا تھا۔ وہ بے بس ہو گیا تھا۔ آگے کنواں پیچھے کھائی..... اغوا بڑا سنگین جرم تھا۔

”دونوں تقریبات ایک ہی دن ہوں گی۔ پہلے بچے کے والدین کی شادی..... اور پھر بچے کا بہتہ۔“ کینن نے چٹخارالے کر کہا۔

کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ کینن مایوس نظر آنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ مزاحمت ہو..... کہ وہ اسے کچلنے کا لطف بھی اٹھا سکے۔ کیٹ سے تو نہیں، البتہ کینن کو میٹ سے شکایت تھی کہ اس نے نہ کوئی گریہ وزاری کی نہ احتجاج کیا۔ ”شادی اور بہتہ..... یا پھر ابدی زندگی کے لئے جہنم کی آگ۔“ اس نے میٹ کو اکسانے کی آخری کوشش کی۔ ”فیصلہ تمہارے ہاتھوں میں ہے۔“

”فیصلے کا سوال ہی کیا ہے؟“ میٹ نے بے پروائی سے کہا۔ اس کے باوجود کینن نے مذہبی اخلاق ضابطوں پر اسے ایک زوردار لیکچر پلایا۔ خوف کے مارے میٹ کے سر کے بال اور روگٹے ۱۸۰ درجے کے زاویے پر کھڑے ہو گئے۔ ننھا چرڈا اسے تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اب تک اس نے کسی چیز میں دلچسپی نہیں لی تھی لیکن میٹ کے لئے کینن کی ڈانٹ ڈپٹ میں اس نے بہت زیادہ دلچسپی لی تھی۔ میٹ اسے دیکھ دیکھ کر ڈرتا رہا تھا کہ وہ اب بولا اور تب بولا لیکن شنراہہ خاموش ہی رہا تھا۔ اب میٹ سوچ رہا تھا کہ آخر وہ بچوں کی کون سی قسم سے تعلق رکھتا ہے۔

”اب تم تینوں جاسکتے ہو۔“ بالآخر کینن نے کہا۔ ”میں جلد ہی تم تینوں کو ایک خاندانی ڈوری میں باندھ دوں گا لیکن میٹ، میں یہیں کھڑا ہوں اور یہاں سے پوری ہائی اسٹریٹ پر نظر رکھ سکتا ہوں۔ لڑکی سے معقول فاصلے پر رہنا..... اور اس کے

ساتھ ہوٹل مت جانا..... ورنہ میں تمہاری اچھی طرح خبر لوں گا۔“

وہ تینوں نکل آئے۔ ننھا چرڈا معقول فاصلے کے طور پر ان کے درمیان چل رہا تھا۔ کیٹ نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ وہ دوسرا ہاتھ میٹ کو تھامنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ راستے میں بلی ڈون کی تمام آبادی کھڑی تھی۔ وہ گناہگاروں کا سفر دیکھ رہے تھے۔ میٹ نے دل ہی دل میں کیٹ کو برا بھلا کہا۔ اس سے پہلے کبھی ایسی ذلیل پریڈ سے اس کا سابقہ نہیں پڑا تھا..... اور یہ جو کچھ ہوا تھا، کیٹ کی وجہ سے ہوا تھا۔ پھر اس نے کیٹ کو بغور دیکھا..... فل اور ڈان کے اقوال زتیں کی روشنی میں..... شاید یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے کیٹ کو نظر بھر کے دیکھا تھا۔ وہ خدا کی قدرت پر ایمان لے آیا۔ بے گناہی کی پاداش میں ملنے والی سزا واقعی بہت خوبصورت تھی۔

”تم سچ سچ بہت بری ہو۔“ میٹ نے دانت پس کر، سرگوشی میں کہا۔ آواز دھیمی تھی تاکہ تماشا یوں تک نہ پہنچے۔ ویسے پہنچ جاتی تو بھی میٹ کو پروا نہ ہوتی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اتہامات سے گزرنے کے بعد اسے کیٹ سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔ وہ اسے کیسے گنوا سکتا تھا۔

”میٹ..... تم ہمیشہ مجھے ایسے ہی الفاظ سے نوازتے رہے ہو۔“ کیٹ نے بھی سرگوشی کی۔ ”لیکن میں اب پہلے جیسی نہیں رہی۔ اس لئے تمہیں جواب نہیں دوں گی۔“

میٹ دہشت زدہ ہو گیا۔ ”تو کیا سچ سچ شادی کرو گی، مجھ سے؟“ اس نے بوکھلا کر پوچھا۔

”بالکل کروں گی۔ یاد ہے، تین روز پہلے تم نے ڈبلن میں مجھے شادی کی پیش کش کی تھی۔“

”خدا مجھ پر رحم کرے۔ اس وقت تم نے انکار کر دیا تھا۔“

”خدا مجھ پر بھی رحم کرے۔ بعد میں، میں نے ارادہ بدل دیا۔“

”تم پاگل ہو۔“

”ممکن ہے۔“

”لیکن کیٹ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تمہارا بچہ نہیں ہے۔ اعتراف کے موقع پر

تم جھوٹ کیسے بولو گی۔ کینن سے تو تم نے جھوٹ بول دیا۔“  
 ”تم نے جو جھوٹ مجھ سے بولا تھا..... یہ جھوٹ اس سے بڑا تو نہیں ہو گا۔“

میٹ ٹھٹک کر کیٹ کو گھورنے لگا۔ چاندنی اس کے سیاہ بالوں سے انکھیلیاں کر رہی تھی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں بے پایاں محبت کے ان گنت ستارے جھللا رہے تھے۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی..... اور وہ بھی میٹ او کوئن کے لئے! میٹ نے سوچا کہ شاید وہ بھی پاگل ہو گیا ہے، جو ایسے موقع پر اس کے حسن سے متعارف ہو رہا ہے۔ اسی وقت مغرب کی طرف سے ہوا چلنے لگی۔ یہ ہوا اس وقت کیوں چل رہی ہے..... روحوں کا پیغام لانے والی ہوا! یہ کون سا موقع ہے، اس کا؟ ہوا سرگوشیاں کر رہی تھی کہ دلدل علاقے کی باسی روہیں متفق ہیں۔ کیٹ اس سرزمین کی سب سے خوبصورت اور پاکیزہ عورت ہے..... اور یہ کہ وہ اس بندھن سے خوش ہیں۔

پھر میٹ کو خیال آیا کہ کیٹ نے کیا کہا ہے۔ ”اے..... میں نے کون سا جھوٹ بولا تھا تم سے؟“ وہ غرایا۔

”میں بچے سے باتیں کر رہی تھی۔“ کیٹ نے مسکرا کر کہا۔ ”میں نے اس کا نام لے کر ۴ سے پکارا۔ یہ متوجہ نہیں ہوا۔ میں نے پوچھا..... تمہارا نام کیوں نہیں ہے؟ تمہاری ماں تمہیں کیا کہہ کر پکارتی تھی..... اس نے جھٹ اپنا نام بتا دیا..... رچرڈ۔“

میٹ پشیمان ہو گیا۔ کاش زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں، اس نے سوچا۔

”پھر وہ پولیس والا آگیا۔“ کیٹ نے اپنی بات جاری رکھی۔ اس نے بتایا کہ وہ اوپلی بار سے تمہارا پیچھا کرتا ہوا مجھ تک پہنچا ہے۔ اسے تمہارے سوالات کی وجہ سے تم پر شک ہو گیا تھا۔ اس نے تمہارا حلیہ بتایا..... اور پھر میری سمجھ میں آگیا کہ یہ بچہ کون ہے۔“

”لیکن..... لیکن کیٹ، تم یہاں کیوں چلی آئیں؟“  
 ”دو وجوہات کے تحت میں نے ایسا کیا۔ ایک تو تم نے مجھے بتایا تھا کہ یہ بن ماں کا

یتیم بچہ ہے۔“ کیٹ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک وہ سنجیدہ ہو گئی۔ ”دوسری یہ کہ تم بہادر ترین آدمی ہو، جس نے برسوں بعد آئرلینڈ کے لیے کچھ کیا ہے، خود کو خطرے میں ڈالا ہے۔“

مغربی ہوا کا جھونکا پھر آیا..... اور اس بار میٹ کی آنکھیں بھگو گیا۔ میٹ کو ایسا لگا، جیسے وہ ریڈ ہیوز کی سانسیں ہوں، جو اس کے چہرے اور آنکھوں کو چھو رہی ہیں۔ ”تو کیٹ کلاہان..... تم میری بیوہ بننا چاہتی ہو؟“

☆=====☆=====☆

کیٹ بچے کے ساتھ گیٹ روم میں تھی۔ کینن بشپ کے نام خط لکھنے میں مصروف تھا۔ میٹ، بلی ڈون کے شراب خانوں میں چکراتا پھر رہا تھا لیکن اس کی پیاس بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ لوگ اس سے کترارہے تھے۔ اس کا نام اس کے لئے باعث رسوائی ہو گیا تھا۔ اس رسوائی سے چھٹکارا شادی کے بعد ہی مل سکتا تھا۔ لوگ اس سے بات کرتے ہوئے گھبرارہے تھے۔ ان کا جی چاہتا تھا کہ اس سے بات کریں..... لیکن کینن کی ناراضگی کا خوف مانع ہو جاتا تھا۔ وہ میٹ کی جرات رندانہ پر رشک کر رہے تھے۔

میٹ، بوا کل بار میں بیٹھا تھا۔ سوچنے کی کوشش کے باوجود اس کا ذہن خالی تھا۔ اچانک ڈان دروازے میں نظر آیا۔ اس کا چہرہ زرد اور ستا ہوا تھا۔ اس نے اشارے سے میٹ کو بلایا۔ میٹ، بار سے نکل آیا اور ڈان کے پیچھے چل دیا۔ یقیناً کوئی بری خبر تھی۔ میٹ اب بری خبروں سے اکتا گیا تھا۔ وہ تو اب بلی ڈون بریگیڈ سے بھی بیزار ہو گیا تھا۔ میٹ نے پلٹ کر دیکھا۔ بریگیڈ کے باقی ارکان بھی پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ ہائی اسٹریٹ کے اختتام پر ایک پختہ دیوار کے پاس وہ ٹھہر گئے۔ باقی ساتھی بھی ان سے آئے۔

”تم نے ریڈ یو سنا؟“ فل نے سرگوشی میں پوچھا۔  
 ”ہاں..... میں ریڈ یو کینن سنتا رہا ہوں۔ اب مجھے کچھ اور سننے کی ضرورت نہیں رہی۔“

”برطانیہ نے آئرلینڈ پر حملے کی تیاریاں کر لی ہیں فوجیں اترنے والی ہیں۔ وہ بچے کو ہر قیمت پر تلاش کریں گے۔“ فل نے کہا۔

”اور انہیں روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ ہماری فوج بے حیثیت ہے۔ اگر بچہ  
یہاں سے برآمد ہو گیا تو ہم جزوی آزادی سے بھی محروم ہو جائیں گے۔“ ڈان بولا۔  
”لائم اور اس کی کابینہ نے استعفادے دیا ہے۔“ بارٹ نے اطلاع دی۔  
”میٹ کو چکر آگیا۔ کیسا عجیب دن تھا! بری خبروں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔  
”بزدل..... غدار۔“ وہ غرایا۔

”اب کیا کیا جائے میٹ؟“  
”کاش ریڈ ہیوز میرے ہتھے چڑھ جائے۔“ میٹ نے دانت پیس کر کہا۔

”ریڈ ہیوز کو بیچ میں نہ لاؤ۔ وہ تمہارا وہم تھا۔“

”دیکھو..... ایسی باتیں نہ کرو۔“

”میٹ..... ریڈ ہیوز عظیم انسان تھا..... محب الوطن..... وہ  
تمہیں ایسا مشورہ کیسے دے سکتا تھا جس کے نتیجے میں آئرلینڈ کی رہی سہی آزادی  
بھی جاتی رہتی۔“

”خدا مجھے معاف کرے۔“ میٹ نے نادم ہو کر کہا۔ ”اگر میں زندہ رہا اور اس  
جنجال سے نکل گیا تو آئندہ شراب کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔“

”اور میٹ..... اگر آئندہ ایسے خواب دیکھو تو ہمیں مت سنانا۔“ بارٹ  
نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

”اب کیا کیا جائے؟“ ڈان نے پھر پوچھا۔ ”آئرلینڈ کا وجود داؤ پر لگا ہوا  
ہے..... محض ہماری حماقت کی وجہ سے۔“

بات درست بھی تھی۔ ہزار سالہ جدوجہد کا یہ نتیجہ نکلا تھا کہ اب صرف چھ ضلعے  
آزادی سے محروم تھے لیکن ایک لمحے کی حماقت پھر پورے آئرلینڈ کو غلامی کی زنجیروں  
میں گرفتار کرنے والی تھی۔ ”ہم بچے کو واپس کر دیں گے۔“

”لیکن کیسے؟“ فل نے پوچھا۔ بات پھر منصوبے تک پہنچی۔ اس بات پر بہر حال  
وہ سب متفق تھے کہ برطانوی فوجی کارروائی سے پہلے بچے کو برطانیہ پہنچا دینا چاہئے۔  
سوال یہ تھا کہ کیسے..... ایک تجویز یہ بھی تھی کہ بچے کو ڈبلن کی سڑک پر چھوڑ دیا  
جائے تاکہ وہ کسی برطانوی سراغرساں کے ہتھے چڑھ جائے لیکن اس بات پر بھی وہ  
سب متفق تھے کہ اس میں ایک قباحت ہے۔ جرم آئرلینڈ پر ثابت ہو جائے گا۔ ممکن

ہے، برطانیہ شہزادے کی بازیابی کے باوجود انتقامی کارروائی کرے۔  
”انگریز قابل اعتماد نہیں ہیں۔“ فل نے کہا۔ ”ان کی عظیم الشان سلطنت رُوبہ  
زوال ہے۔ انہیں آئرلینڈ کو دوبارہ زیر نگیں لانے کے لئے صرف بہانہ درکار ہے۔ یہ  
بچہ ان کے لئے مثالی بہانہ ثابت ہو گا۔“

”خدا کے لئے..... کیا اب ہم کچھ نہیں کر سکتے؟“ ٹم کراہا۔

بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ اسی وقت  
مغرب کی جانب سے سرد ہوا چلنے لگی۔ بلی ڈون کی طرف سے آنے والی وہ ہوا اپنے  
دوش پر روحوں کے طنزیہ قہقہے اٹھائے ہوئے تھی..... یا شاید ان کی سماعت  
انہیں فریب دے رہی تھی۔ ان کے ذہنوں میں بیک وقت ایک ہی خیال آیا۔ شیطان  
اپنی قومیت کے اعتبار سے انگریز تھا..... اور ریڈ ہیوز کا بھیس اختیار کر لینا اس کے  
لئے کیا دشوار تھا۔ اس نے شاید جان بوجھ کر انہیں اور آئرلینڈ کو دشواری میں مبتلا کیا  
تھا۔

”ایک صورت ہے۔“ اچانک میٹ نے کہا۔ ”ہم بچے کو واپس برطانیہ چھوڑ  
آئیں گے۔ یوں انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔“

وہ پرجوش ہو گئے۔ بلی ڈون بریگیڈ اب منجھے ہوئے اغوا کنندگان کا گروہ تھا۔ وہ  
جانتے تھے کہ اب انہیں کیا کرنا ہے۔ ان کی خود اعتمادی بحال ہو گئی۔ وہ ہائی اسٹریٹ کی  
طرف چل دیئے۔ چرچ میں تاریکی تھی۔ کینن یقیناً سو گیا تھا۔ فل کو وہیں چھوڑ دیا گیا۔  
اسے کینن کے بیدار ہونے کی صورت میں سیٹی بجانا تھی۔ ڈان، ٹم اور بارٹ، ہوٹل  
ادیلی میں داخل ہو گئے۔ میٹ مناسب وقت کے انتظار میں باہر ٹھلکتا رہا۔ اس کے کان  
بار کی طرف لگے ہوئے تھے۔ پہلے ڈان کی غصہ بھری آواز سنائی دی..... پھر  
بارٹ چیخا..... جیسے کوئی جھگڑا ہو رہا ہو۔ درمیان میں بار کے مالک کی منمنناہٹ  
سنائی دیتی۔ شاید وہ ان دونوں سے باہر جا کر لڑنے کی اپیلیں کر رہا تھا۔ پھر شیشہ ٹوٹا اور  
ایک اسٹول اڑتا ہوا باہر آیا۔ ساتھ ہی ٹم نے کھڑکی سے جھانک کر کہا۔ ”وہ مصروف  
ہو گیا ہے۔ میٹ۔“

میٹ اندر داخل ہوتے ہی سیڑھیوں کی طرف لپکا۔ صرف تین جستوں میں وہ  
زینہ پار کر چکا تھا۔ اس نے گیٹ روم کے دروازے پر دستک دی۔ کیٹ نے دروازہ



”کھولا۔“ میٹ، تمہارے بارے میں میرے سب اندازے غلط ثابت ہو رہے ہیں۔“  
کیٹ نے کہا۔ ”تم دو دن صبر نہیں کر سکتے۔ پھر ہماری شادی ہو جائے گی۔“ وہ  
مسکرا رہی تھی۔

میٹ نے کیٹ کو بغور دیکھا۔ اسے پہلی بار احساس ہوا کہ اس حسین اور پُر وقار  
عورت کی خاطر تو جان بھی قربان کی جاسکتی ہے لیکن وہ اس کے ساتھ کیا کرنے والا  
ہے؟ جو کچھ کرنے والا تھا، وہ نہایت ضروری تھا۔ اس نے دل پر پتھر رکھ لیا لیکن وہ  
اپنی زبان کو اظہارِ حقیقت سے نہ روک سکا۔ ”کیٹ کلاہان..... میں تم سے شدید  
محبت کرتا ہوں۔“ اس نے کہا اور پھر دل پر جبر کر کے تیزی سے حرکت میں آیا۔ اس  
کا ہاتھ گھوما..... اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ کسی محبوب ہستی پر ہاتھ اٹھانا کس  
قدر دشوار ہوتا ہے، یہ اس نے پہلے کبھی نہ جانتا تھا۔ اس نے آنکھیں کھولیں.....  
کیٹ بستر پر چت پڑی تھی۔ بے ہوشی کے باوجود وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ اسے  
نظر انداز کر کے میٹ نے شہزادے کے منہ میں کپڑا ٹھونسا تاکہ وہ شور مچا سکے اور نہ  
کاٹ سکے۔ پھر اس نے شہزادے کو کندھے پر ڈالا اور کمرے سے نکل آیا۔

☆-----☆-----☆

گاجروں اور رس بھریوں کے رس کی مدد سے شہزادے کے سرے بال، تقریباً  
سرخ ہو گئے۔ وہ ان کپڑوں میں تھا، جو کیٹ نے ڈبلن سے اس کے لئے خریدے تھے۔  
میٹ شہزادے سمیت سہ پہر کے وقت ڈبلن پہنچا۔ کسی نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔  
دارالحکومت کا ہر شخص برطانیہ کے ممکنہ حملے کے پیش نظر ہجرت میں مبتلا تھا۔ وہ انگلینڈ  
جانے والے اسٹیمر پر سوار ہو گئے۔

سمندر پُر سکون تھا۔ میٹ اور اس کا ساتھی بچہ تمام راستے نظر آنے والے  
جہازوں کو دیکھتے رہے انہیں دیکھنے والا ہر شخص انہیں باپ بیٹا سمجھ رہا تھا۔ ”خدا ہم پر  
رحم کرے۔“ میٹ نے جہازوں کی طرف دیکھتے ہوئے ننھے شہزادے سے کہا۔ ”یہ  
تمہارے باپ کے جہاز ہیں اور آئرلینڈ کو ملایا کرنے کے چکر میں ہیں۔“

اسٹیمر جنگی جہازوں کے درمیان سفر کرتا رہا۔ ان میں طیارہ بردار جہاز بھی تھے۔  
کچھ طیارے فضا میں بھی تھے۔ وہ اپنی دانست میں گمشدہ شہزادے کی تلاش میں چکرا  
رہے تھے۔ میٹ پُر تشویش نگاہوں سے یہ تمام سرگرمیاں دیکھتا رہا۔

”پتہ ہے..... اس وقت ہر برطانوی جہاز سمندر کے اس حصے میں موجود  
ہے۔“ میٹ نے ایک مسافر کو دوسرے مسافر سے کہتے سنا۔ اس وقت ساری دنیا میں  
تمہیں کہیں کوئی برطانوی جہاز نظر نہیں آئے گا۔“  
”یہ لوگ کرنا کیا چاہتے ہیں؟“ دوسرے مسافر نے پوچھا۔ ”کیا آئرش نیوی کو ڈبو  
دیں گے؟“

”سوال یہ ہے کہ آئرش نیوی کا کوئی وجود بھی ہے؟“

”معلوم نہیں..... ویسے کچھ نہ کچھ تو ہو گا ہی۔“

میٹ ان کے بارے میں سوچتا رہا۔ شاید وہ امریکی تھے۔

ننھا شہزادہ جنگی جہازوں میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ ”یورہائی نس، اگر  
انہیں پتہ چل جائے کہ اس وقت تمہاری شاہی نگاہیں ان کا جائزہ لے رہی ہیں تو ان پر  
کیا گزرے گی؟“ میٹ نے شہزادے کے کان میں کہا۔

رات کو وہ سخت مہینوں پر سو گئے۔ صبح وہ بیدار ہوئے تو منزل پر پہنچ چکے تھے۔  
میٹ کا منصوبہ سادہ سا تھا۔ وہ شہزادے کو باہر کہیں چھوڑ دے گا..... اور اسٹیمر پر  
واپس آ جائے گا۔ بچہ کسی کو ملے گا..... اور پولیس بیرکس پہنچا دیا جائے گا۔ وہاں  
کوئی نہ کوئی دیکھ لے گا کہ بچے کے بالوں کی سرخ رنگت مصنوعی ہے۔ پھر ایک ہنگامہ  
کھڑا ہو جائے گا۔ اخبار سرخیاں جمائیں گے..... دنیا بھر میں ٹیلی پرنٹر مشینیں  
کھڑکھڑائیں گی..... شہزادہ مل گیا..... شہزادہ مل گیا..... ساری دنیا  
میں اودھم مچ جائے گا لیکن بچہ آئرلینڈ لے جایا گیا تھا یا ٹمبکٹو..... یہ کسی کو پتہ  
نہیں چلے گا۔ بچہ خود تو انہیں کچھ بتا بھی نہیں سکے گا۔ وہ یہی سمجھتے رہیں گے کہ وہ  
شروع ہی سے انگلینڈ ہی میں تھا۔ واقعی منصوبہ بے داغ تھا۔ شہزادے کی بازیابی کے  
بعد برطانیہ، آئرلینڈ پر چڑھائی بھی نہیں کر سکے گا۔

دھکم پیل کے عالم میں میٹ شہزادے کو لے کر نیچے اترا اور گینگ وے کی طرف  
بڑھا لیکن سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہی میٹ کو اندازہ ہو گیا کہ نیچے گودی پر کیسی کیسی  
بلائیں، اس کی فطرت ہیں۔ راہ خدا یا..... وہاں پولیس والے بہت بڑی تعداد میں  
موجود تھے۔ وہ باوردی نہیں تھے..... لیکن اپنے انداز سے صاف پہچانے جا رہے  
تھے۔ اب تک میٹ اتنا تجربے کا ہو چکا تھا کہ انہیں ایک نظر میں پہچان سکتا تھا۔ اس

نے شہزادے کو کھینچ لیا اور صورت حال پر غور کرنے لگا۔

وہ پولیس والے کو شش کر رہے تھے کہ انہیں ان کی اصل حیثیت میں پہچانا جاسکے۔ ان کی عقابی نگاہیں اسٹیمر سے اترنے والوں پر مرکوز تھیں۔ میٹ نے سوچا تھا کہ گینگ وے سے اتر کر بچے کو کسی کو نہ کھدے میں چھوڑ کر واپس اسٹیمر پر آجائے گا۔ بچہ کسی کو ملنے سے پہلے ہی اس کا واپسی کا سفر شروع ہو چکا ہو گا لیکن اب یہ منصوبہ تلبٹ ہو چکا تھا۔ اتنے سارے سراغرساں کی موجودگی میں بچہ کتنی دیر ان کی نظروں میں آنے سے رہ سکتا تھا! ”میں تو انگلینڈ کی حدود میں دو قدم جانے سے پہلے ہی پکڑا جاؤں گا۔“ میٹ باوازی بلند بڑبڑایا۔ پھر وہ شہزادے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ”کیون..... خدا کے لئے میری بات غور سے سنو۔“ اس نے کہا۔ ”تم ان لوگوں کے ساتھ نیچے اتر جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا..... لیکن تمہیں چلنا آتا ہے۔ سمجھ گئے نا؟“

لیکن بچہ ہونقوں کی طرح اسے تکتا رہا۔ وقت بہت کم تھا میٹ نے بچے کو اترنے والے مسافروں کے درمیان دھکیل دیا۔ پھر وہ اس کی طرف دیکھے بغیر ریلنگ کی طرف چل دیا۔ ایک لمحہ وہ وہاں کھڑا اڑتی ہوئی مرغایوں کو دیکھتا رہا..... اور ان کی قیں قیں سنتا رہا۔ پھر کسی نے اس کی پتلون کے پائینچے کھینچے۔ میٹ نے چونک کر دیکھا وہ ننھا شہزادہ تھا۔ کبل اسے کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا!

میٹ، شہزادے کو لے کر پھر گینگ وے کی طرف لپکا۔ اب اترنے والے مسافر بہت تھوڑے رہ گئے تھے۔ اس نے ایک نوجوان عورت کو منتخب کیا۔ جو اپنے انداز سے دیہاتی لگتی تھی۔ ”بس..... اس بچے کا کہنا ہے کہ اس کی ماں گودی پر اس کی منتظر ہے۔“ اس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔ ”آپ ازراہ کرم اسے اپنے ساتھ نیچے لے جائیں۔ مجھے اپنا سامان اتارنا ہے ورنہ میں خود اسے لے جاتا۔“

عورت نے بڑی بد مزگی سے بچے کو دیکھا اور بولی۔ ”نیچے میرا محبوب میرا منتظر ہے۔ اس نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا ہے۔ میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ وہ اس بچے کو دیکھ کر بدک جائے گا۔ وہ مجھے کنواری لڑکی سمجھتا ہے.....“

میٹ نے مایوسی سے ادھر ادھر دیکھا۔ سب مسافر اتر چکے تھے۔ اب وہ بری طرح گھبرا رہا تھا۔ جسم سے پسینہ پھوٹ پڑا تھا۔ وہ تیزی سے سوچ رہا تھا۔ ”میں بزدل

نہیں ہوں۔ شہزادے کو واپس پہنچا سکتا ہوں..... لیکن خود بھی دھریا جاؤں گا۔ پھر وہ تشدد کریں گے..... اور میں زبان بند نہیں رکھ سکوں گا میں اپنے تمام ساتھیوں کے نام بتا دوں گا۔ نتیجہ؟ انگریز تو ویسے ہی ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ وہ آرلینڈ کا تیا پانچہ کر دیں گے..... اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو گا۔“

اب جانے والے مسافر اسٹیمر پر سوار ہو رہے تھے۔ نیچے اسکاٹ لینڈ یا رڈ والے دندنا تے پھر رہے تھے۔ انہوں نے ایک عورت کو روک لیا تھا جس کے ساتھ نو سال کا ایک بچہ تھا۔ وہ بچے کا معائنہ کر رہے تھے..... جیسے ان کے نزدیک وہ برطانیہ کا ولی عہد ہو۔ انہیں عمر کا فرق بھی یاد نہیں رہا تھا۔

اسی وقت اسٹیمر حرکت میں آگیا۔ میٹ نے سوچا کہ وہ بچے کو ریلنگ سے نیچے پانی میں پھینک دے۔ سراغرساں یقیناً چھپا کے کی آواز سن کر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ وہ اسے بچانے کے لئے پانی میں کودیں گے۔ اتنی دیر میں شہزادے کے بالوں کی اصلی رنگت سامنے آچکی ہوگی۔ شہزادے کو پانے کی سنسنی اور ہیجان میں ممکن ہے وہ اسٹیمر کو نظر انداز کر دیں۔

”اے احمق۔ کیا کرتے ہو۔“ ایک شخص دھاڑا۔ ”تمہیں ڈر نہیں لگتا۔ اگر بچہ گر گیا تو؟“

میٹ سم کر رہ گیا۔ وہ شخص اسے خشکیں نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ اسٹیمر آرلینڈ کی طرف واپسی کا سفر کرتا رہا۔

☆=====☆=====☆

وہ دونوں اس تاریک رات میں بلی ڈون پنچے سب سے پہلے انہیں بریگیڈ نے دیکھا۔ ڈان، بارٹ، ٹم اور فل اس وقت سڑک پر مڑ گشت کر رہے تھے۔ انہیں فینڈ نہیں آرہی تھی۔ نہ اب تک میٹ واپس آیا تھا اور نہ ہی ریڈیو سے شہزادے کی بازیابی کی خبر نشر ہوئی تھی۔

پھر انہوں نے میٹ کو آتے دیکھا۔ کوئی گٹھری سی اس کے کندھوں پر لدی ہوئی تھی۔ وہ اس گٹھری کو خوب پہچانتے تھے..... کیونکہ جاتے وقت بھی وہی گٹھری میٹ کے کندھوں پر تھی۔ میٹ کی داستان سن کر وہ اور مضطرب ہو گئے۔ ”قسمت ہمارے خلاف ہے۔“ ڈان نے تبصرہ کیا۔

”انگریز فوج کشی کے لئے پوری طرح تیار ہیں۔“ فل نے کہا۔

”میں پھر چھوٹی کشتی پر کوشش کرتا ہوں۔“ بارٹ نے پیش کش کی۔

”یہ ناممکن ہے۔ ہر طرف برطانوی جہاز موجود ہیں۔“ اس نے کہا۔

”بزرگ روحمیں ہماری مدد کے لئے کسی بھی وقت دھند بھیج سکتی ہیں۔“ بارٹ

نے اصرار کیا..... لیکن وہ دوسروں کے چہروں پر مایوسی دیکھ کر ٹھنک گیا۔

”روحوں نے دھند بھیج کر ہماری مدد کی تھی تاکہ ہم بچے کو آرلینڈ لاسکیں۔ وہ

اسے واپس پہنچانے میں ہماری مدد ہرگز نہیں کریں گی۔“ فل نے کہا۔

”اور کیا پتہ..... وہ دھند ابلیس کی کارستانی ہو۔ اس وقت وہ ہماری

مشکلات پر خوش ہو رہا ہوگا۔ وہ دوسری دھند کیوں بھیجنے لگا۔“ میٹ نے کہا۔

بات بے حد منطقی تھی۔ چنانچہ ان کے درمیان سناٹا چھا گیا۔

”میں اس دوران سوچتا رہا ہوں۔“ میٹ نے کچھ توقف کے بعد کہا۔ ”اس مسئلے

کا ایک ہی حل ہے۔ ہم صرف بلی ڈون ہی میں محفوظ ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ انگریز اس

علاقے کے بارے میں پوری طرح بے خبر ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ہم یہیں چھپے رہیں اور دعا

کرتے رہیں۔ اگر انگریز حملہ آور ہوئے تو ہم خود سرحد پر جا کر شہزادے کو ان کے سپرد

کردیں گے تاکہ وہ مزید آگے نہ بڑھیں۔ اس کے علاوہ اس مسئلے کا اور کوئی حل نظر

نہیں آتا۔“

وہ حل بھی خاصا مخدوش تھا..... لیکن بریگیڈ کو اس سے اتفاق کرنا پڑا۔

اس سے بہتر حل کسی کے ذہن میں نہیں تھا۔ وہ ہائی اسٹریٹ کی طرف بڑھنے لگے۔

”اور کینن کا کیا حال ہے۔ اس نے میرے پیچھے مسیحی پہرے دار تو نہیں لگا

دیئے؟“ میٹ نے اچانک پوچھا۔

”یہ بات اور تعجب خیز ہے۔“ فل نے جواب دیا۔ ”کیٹ نے یہ بتایا ہی نہیں کہ

بچہ غائب ہے۔ سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ بچہ اوپر اس کے کمرے میں موجود ہے۔ کچھ

بھی ہو، وہ ایک سمجھ دار عورت ہے۔ وہ جانتی تھی کہ اس نے گڑبڑ کی تو تمہارا خاتمہ

جیل میں ہوگا۔ وہ اپنے شوہر کے لئے ایسا انجام نہیں سوچ سکتی۔ اب ہمیں صرف بچے

کو واپس پہنچانا ہے۔ کیٹ کے علاوہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ بچہ غائب ہو گیا تھا۔“

”اس نے کینن کو بھی بے وقوف بنا دیا؟“ میٹ کے لہجے میں استعجاب تھا۔

”ارے..... کینن..... وہ تو بلی ڈون میں ہے ہی نہیں۔ خط لکھنے کے

بجائے وہ خود ہی ہشپ کے پاس دوڑ گیا ہے۔“

”آج واپس آنا ہے اسے۔“ ٹم نے اطلاع فراہم کی۔

”واہ میٹ..... تم بھی کتنے مناسب وقت پر واپس آئے ہو۔“ ڈان نے

خوش ہو کر کہا۔

☆-----☆-----☆

”روڈنی، تمہیں بین الاقوامی صورت حال کا اندازہ ہے؟“ کیپٹن کی کرسی پر

بیٹھے ہوئے وزیر اعظم برطانیہ نے کہا۔

انسپکٹر روڈنی اٹین شن کھڑا تھا۔ ”جی ہاں جناب..... اور میں ذاتی طور پر

لشکر کشی کے حق میں نہیں ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”اس طرح مجرم خوفزدہ ہو کر

چھپ.....“

”چھپ جائیں گے؟“ وزیر اعظم نے دانت پیس کر کہا۔ ”تم تو ایسے کہہ رہے

ہو، جیسے اس وقت وہ تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں..... اور سنو، میں اس وقت

فوج کشی کی بات نہیں کر رہا۔ میں یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ اس وقت امریکہ میں کیا ہو رہا

ہے۔“

”جی؟ وہاں کیا.....“

”ہاں..... وہ بھگوڑا لائٹ حکومت چھوڑ چھاڑ کے وہاں پہنچ گیا ہے۔“

وزیر اعظم نے پھر دانت پیسے۔ ”وہاں اس کا زبردست استقبال ہوا ہے۔“

”جی ہاں جناب۔ نیویارک میں آئرش لوگوں کی خاصی بڑی تعداد موجود ہے۔“

انسپکٹر نے کہا۔

”وہاں کا سینٹر ہے، اوفیلی..... اور اس کا باپ آرلینڈ میں بار چلاتا

تھا..... اور پھر ہجرت کر گیا تھا.....“

”جی ہاں..... میں جانتا ہوں جناب۔“

”اوفیلی نے سینٹ میں بڑی زوردار تقریر کی ہے۔ اس نے ہم پر الزام لگایا ہے

کہ ہم آرلینڈ پر قبضہ کرنے کے لئے بہانے تلاش کر رہے ہیں۔ اس نے سینٹ میں

ایک قرارداد بھی پاس کرائی ہے۔ اس قرارداد کی رُو سے اقوام متحدہ سے اپیل کی گئی



”انسپکٹر!“

”مجھے یقین ہے جناب کہ شنزادے کو کسی یتیم خانے میں چھپایا گیا ہے.....“

”انسپکٹر، ہمیں ثبوت درکار ہے..... کوئی ثبوت..... چھوٹا سا

ثبوت..... ہے تمہارے پاس کوئی ثبوت!“

انسپکٹر روڈنی دم بخود کھڑا رہ گیا۔

☆=====☆=====☆

بیلی ڈون کی تمام آبادی چھوٹے سے چرچ میں جمع تھی۔ وہاں ایک ساتھ دو تقریبیں ہونے والی تھیں۔ میٹ اوکوئن کی شادی اور اس کے بچے کا بپتسمہ! چرچ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک ہی وقت میں اس قسم کی دو تقاریب ہو رہی تھیں۔ ڈان کے سوا بریگیڈ کے تمام اراکین آئرلینڈ کی خاطر اپنے کیپٹن کو ایثار کا مظاہرہ کرتے دیکھنے کے لئے موجود تھے۔ ڈان کی ڈیوٹی ریڈیو پر تھی کہ کہیں برطانوی فوجیں آئرلینڈ پر حملہ نہ کر دیں..... اور وہ بے خبر نہ رہ جائیں۔ کیٹ کلاہان دلہن کے لباس میں بہت خوش نظر آرہی تھی۔ وہ بڑی محبت آمیز نگاہوں سے اپنے ہونے والے شوہر کو تکتے جا رہی تھی، جس نے تین دن پہلے اسے زوردار گھونسا مار کر بے ہوش کر دیا تھا لیکن کیٹ کو میٹ سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ گھونسا ناگزیر رہا ہوگا۔ اس کے ساتھ برطانیہ کا شنزادہ رچرڈ تھا۔ وہ نیا سفید سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ کیٹ نے وہ سوٹ اپنے ہاتھوں سے سیا تھا۔

”ایک بات ایسی ہے، جس کا میں نے ابھی تک تذکرہ نہیں کیا ہے۔“ کینن نے کہا۔

میٹ حیران رہ گیا۔ ایسی کون سی بات ہو سکتی ہے کینن تو بپشپ کے پاس سے مسلح ہو کر آیا تھا۔ ”وہ کون سی بات ہے؟“ اس نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا۔

کینن مسکرایا۔ ”میٹ..... آج ہم سب یہاں اسی لئے جمع ہوئے ہیں کہ دو گمراہ بھیڑیوں کو..... اور ایک مہینے کو راہ راست پر ڈالیں۔“ اس نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ ”خداوند کی مربانی سے تم تینوں کو از سر نو زندگی شروع کرنے کا موقع ملا ہے۔ بچے کے لئے تو خیر بپتسمہ ہی کافی ہے اور کیٹ کی رودھل جائے گی اور موروثی گناہ معاف ہو جائے گا لیکن میٹ، تمہاری روح کا کیا ہوگا تم جو اس بچے کو اس دنیا میں

ہے کہ وہ آئرلینڈ کی آزادی کی ضمانت دے۔ اس کی روح سے امریکہ بھی فوجی مداخلت.....“

انسپکٹر روڈنی یہ سب کچھ پہلے ہی سے جانتا تھا۔ تھکن کے مارے اس کا برا حال تھا۔ پانچ دن ہو گئے تھے اور وہ نیند کے نام پر پلک بھی نہیں جھپکاسکا تھا۔ ”میں تو ویسے ہی لشکر کشی کے خلاف ہوں جناب۔“ اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔ ”اس معاملے سے اسکاٹ لینڈ یا رڈنجوبلی منٹ.....“

”اسکاٹ لینڈ یا رڈ۔“ وزیراعظم نے بڑی نفرت سے دہرایا۔ ”سینیٹر اوہیلی نے اسکاٹ لینڈ یا رڈ کو بھی نشانہ بنایا ہے۔ اس نے مطالبہ کیا ہے کہ اسکاٹ لینڈ یا رڈ والوں کو فوری طور پر آئرلینڈ سے واپس.....“

پہلی مرتبہ انسپکٹر روڈنی بیدار اور چوکنا نظر آیا۔ ”جناب..... کیا آپ ہمیں واپسی کا حکم دیں گے؟“ اس نے پوچھا۔

”ممکن ہے، مجھے ایسا کرنا پڑ جائے۔“

”میں واپس نہیں جاؤں گا جناب۔“ انسپکٹر نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ”میں استعفا دے دوں گا اور ایک عام شہری کی حیثیت سے یہاں اپنا کام کرتا رہوں گا۔ وہ عورت ڈولین بھی میرا ساتھ دے گی۔ میں شنزادہ رچرڈ کو واپس لاؤں گا جناب..... ورنہ میری قبر آئرلینڈ میں بنے گی۔“

وزیراعظم اس کی استقامت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ”بہت خوب روڈنی۔“ اس نے کہا۔ ”مجھے تمہارے اس جذبے پر فخر ہے لیکن بین الاقوامی سطح پر ہمارے اقدامات ناپسندیدہ قرار پائے ہیں۔ اگر ہمارے پاس آئرلینڈ کے خلاف کوئی ثبوت ہوتا تو ہم ڈٹے رہتے۔ دنیا میں کوئی بھی اغوا کنندگان کا ساتھ دینے کی ہمت نہ کرتا..... لیکن روڈنی..... ہمیں ثبوت کی ضرورت ہے.....“

”میں نے پچھلی ملاقات میں ایک مشکوک عورت کا تذکرہ کیا تھا جناب..... پہلے ایک مشکوک مرد نظر آیا تھا..... اوہیلی بار میں..... وہی بار، جس کے مالک کا بیٹا امریکہ کا سینیٹر ہے۔ مرد کا پیچھا کرتے ہوئے میں اس مشکوک عورت تک پہنچا تھا لیکن جناب، اب وہ عورت بھی غائب ہے۔ کسی کو بھی معلوم نہیں کہ وہ عورت کہاں گئی۔“

”وقت کی کمی نہیں ہے ہمارے پاس۔“ کینن نے کہا..... لیکن اس کا انداز اس کے الفاظ کے برعکس تھا۔ ایک منٹ بعد وہ بے چین ہو گیا۔ ”اچھا‘ یوں کرتے ہیں۔“ اس نے کہا۔ ”میں سوال کرتا ہوں اور تم ہاں یا نہیں میں جواب دیتے رہو۔ اب پہلا سوال..... کیٹ سے تمہارا غیر مذہبی تعلق کب سے ہے؟“

”غیر مذہبی تعلق!“ میٹ نے دہرایا..... اور اسے پھندا لگ گیا۔ میٹ گھبرا گیا۔ اس مقدس حجرے میں جھوٹ کیسے بولا جاسکتا ہے! خدا خود اس کا ایک ایک لفظ سن رہا ہو گا۔ یہ تو بغیر کچھ کیسے جہنم میں جانے کے مترادف تھا۔

”ہاں میٹ..... تمہارا اس سے تعلق تھا نا؟“ کینن نے پُر امید لہجے میں پوچھا۔

”نہیں کینن..... میرا کیٹ سے کسی طرح کا تعلق کبھی نہیں رہا۔“ میٹ نے جواب دیا۔ اب وہ خود کو خلاؤں میں تیرتا محسوس کرتا رہا تھا۔ اس کے پیروں تلے زمین نہیں تھی۔

لیکن کینن نے شاید اس کا جواب نہیں سنا تھا۔ ”کتنی بار؟“ کینن نے پوچھا۔

”کیا کتنی بار کینن؟“

”تم کیٹ سے کتنی بار ملے ہو؟“

”کیٹ سے؟“

”ہاں ہاں..... میں ملکہ الزبتھ کی بات نہیں کر رہا ہوں۔“ کینن جھلا گیا۔

”کتنی بار ملے ہو کیٹ سے؟“

”ایک بار بھی نہیں ملا ہوں۔“

کھڑکی کے اس طرف سے عجیب سی آواز سنائی دی، جیسے کینن کی روح قفسِ غصری سے پرواز کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی ہو۔ ”تم جھوٹے‘ ملعون.....“

”.....“

”کینن..... یقین کرو۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں۔ کیٹ اور میں اچھے دوست رہے ہیں..... اور بس۔“

”نھر جا مردود..... میں ابھی تیری خبر لیتا ہوں۔“ کینن نے اپنا عصا فرش پر مارا۔ ”تو اس حجرے میں جھوٹ بول رہا ہے۔“

لائے ہو..... تمہاری روح ویسے ہی سیاہ رہے گی۔“

میٹ نے ادھر ادھر دیکھا، جیسے بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہا ہو۔ پھر ہچکچاتے ہوئے بولا۔ ”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔“

”میٹ، مجھے یقین ہے کہ تمہاری روح تاریک راتوں سے زیادہ سیاہ ہوگی لیکن اعترافِ گناہ کے بعد وہ پاک ہو سکتی ہے۔“ کینن نے کہا۔ ”اعتراف..... اور توبہ۔“

”میں اعتراف بھی کر چکا ہوں..... شرمندہ بھی ہوں..... اور تلافی بھی کر رہا ہوں۔“ میٹ نے جلدی سے کہا۔

”اور تم آئندہ گناہ سے بچو گے بھی؟“

”اس بات کا یقین رکھو۔“ میٹ نے کہا۔ ”میں تو ان گناہوں سے بھی توبہ کر رہا ہوں، جو میں نے کئے ہی نہیں ہیں۔“

”تو پھر چلو۔ باضابطہ اعتراف بھی کرلو۔“

”لیکن یہاں تو بہت سارے لوگ ہیں..... اور پھر شادی بھی ہونے والی.....“

”یہ سب ہوتا رہے گا۔ پہلے دولہا کی دھلائی ضروری ہے۔“

میٹ شرمسار ہو کر رہ گیا لیکن سب کے سامنے اعتراف کرنے سے بہتر تھا کہ اعتراف کے حجرے کا رخ کیا جائے۔ چنانچہ وہ حجرے کی طرف بڑھ گیا۔ حجرے میں تاریکی تھی۔ کھڑکی کے مقابل پہنچ کر میٹ گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ پارٹیشن کے دوسری طرف سرسراہٹ کی آواز سنائی دی۔ شاید کینن آگیا تھا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر کینن اپنے شکار کی خاموشی پر برا فروختہ ہو گیا۔

”آخری اعتراف تم نے کتنے عرصے پہلے کیا تھا؟“ اس نے بے حد خفا ہو کر پوچھا۔

”گزشتہ ایسٹر کے موقع پر۔“ میٹ نے جواب دیا۔

”ہاں..... مجھے بھی یہی یاد ہے۔“

پھر خاموشی چھا گئی۔ اس بار کینن نے بڑی جدوجہد کے بعد اپنے غصے پر قابو پایا۔

”ہاں..... اب اپنے گناہ دہرانا شروع کر دو۔“ اس نے کہا۔

”یاد کرنے میں وقت لگے گا۔“

”یہی تو دشواری ہے کہ میں یہاں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ کاش تم مجھے یہاں نہ لائے ہوتے۔“ میٹ نے کراہتے ہوئے کہا۔

”مجھے سب کچھ سچ سچ بتادو۔“

”میں سچ ہی تو بتا رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہے خدا مجھے دیکھ رہا ہے..... میرا ایک ایک لفظ سن رہا ہے۔“

”لیکن تم نے کہا تھا کہ وہ بچہ تمہارا ہی بیٹا ہے.....“ کینن کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

”وہ..... میں نے جھوٹ بولا تھا۔“ میٹ نے بمشکل تمام کہا۔

”تو گویا وہ اس عورت کا بچہ ہے.....“

”میٹ نے بڑی مشکل سے خود کو اظہارِ حقیقت سے باز رکھا لیکن اس کے وجود میں ایک انجانی قوت چل رہی تھی۔ اب وہ خاموش نہیں رہ سکتا۔“ یہ بھی جھوٹ ہے کینن۔ وہ کیٹ کا بچہ بھی نہیں ہے۔“

”وہ تمہارا بھی نہیں ہے..... اور اس کا بھی نہیں ہے..... تو پھر.....“ کینن نے پھر عصافرش پر مارا۔ میٹ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ دونوں کے درمیان پارٹیشن حائل ہے۔

”تو وہ بچہ کہاں سے آیا تمہارے پاس؟“ کینن دہاڑا۔

”وہ..... وہ تو میں نے چرایا ہے۔“ میٹ نے جواب دیا۔ ”میں اسے انگلینڈ سے اٹھا کر لایا ہوں۔ تم اس کے متعلق ریڈیو پر سن چکے ہو۔ وہ شہزادہ رچرڈ.....“

☆=====☆=====☆

”تم کہاں غائب تھے بیٹی؟“ فیلڈ مارشل کو مپٹن نے پوچھا۔

”حوصلہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا جناب۔“

”وہ کس لئے؟“

”روسیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے۔“

”روسیوں کا مقابلہ!“

”جی ہاں سر..... روسیوں نے شہزادے کو اغوا کیا ہے۔“

”کیا بکو اس ہے؟“

”یہ وزیراعظم کے دفتر سے جاری ہونے والا تازہ ترین نظریہ ہے جناب۔“ بیٹی نے جواب دیا۔ ”ان کا کہنا ہے کہ حال ہی میں جس شخص نے روس میں سیاسی پناہ حاصل کی ہے، وہ شہزادے کو اغوا کر کے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔“

”یہ بکو اس ہے۔ امریکہ والے آئرش لوگوں کے حق میں ہماری حکومت پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ بزدل..... غدار..... دب رہے ہیں ان سے۔ اب حکومت پالیسی بدل رہی ہے۔ ظاہر ہے ہم روسیوں سے تو لڑ نہیں سکتے۔“

”ماسکو نے تردید کی ہے جناب.....“

”وہ تو کریں گے ہی..... ہر شخص جانتا ہے کہ شہزادہ آئرلینڈ میں ہے۔“

”ایک افواہ بھی ہے جناب سنا ہے، شہزادے کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا۔ اسے چپکے سے کسی دماغی امراض کے اسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ شہزادہ ٹھیک طرح سے بول بھی نہیں پاتا..... لہذا اس بات کا خدشہ بھی نہیں کہ اس کے شہزادہ ہونے کا راز فاش ہو جائے گا۔“

”یہ بڑی ذلیل حرکت ہے۔ شاہی خاندان کے افراد کے متعلق اس قسم کی افواہیں پھیلاتا.....“

”جی ہاں جناب یہ سن کر تو میرا بھی خون کھول گیا تھا۔“ بیٹی نے جلدی سے کہا۔ ”بہر حال جناب، میرا خیال ہے کہ جنگ ٹل گئی ہے۔“

”بہت برا وقت ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کا زوال آخری حدوں کو پہنچ گیا ہے۔“ فیلڈ مارشل نے گلوگیر آواز میں کہا۔

☆=====☆=====☆

”کینن..... تم زندہ تو ہو، نا؟“ میٹ نے پرتشویش لہجے میں پوچھا کیونکہ کھڑکی کے دوسری جانب سناٹا تھا۔ پھر وہ کھڑکی کو تھپ تھپانے لگا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ میٹ جلدی سے اٹھا، باہر نکلا اور حجرے کا دوسرا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔ کینن اندر موجود تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے نہ جانے کس چیز کو دیکھے جا رہا تھا۔ اس وقت وہ ایک بدلا ہوا آدمی تھا..... آسیب زدہ..... اور ایسا لگتا تھا کہ یہ تبدیلی مستقل ہے۔



”کینن..... ہوش میں آؤ، کینن۔“ میٹ نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔  
 ”چلو..... میرا خیال ہے، تمہیں تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔“ میٹ نے سہارے  
 کے لئے اپنا ہاتھ پیش کیا، جسے کینن نے قبول کر لیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا..... اور  
 اس نے کسی بڑھے آدمی کی طرح چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے۔ چند لمحوں میں وہ واقعی  
 بڑھا ہو چکا تھا۔ پھر اس کے لب تھر تھرائے..... ”شہزادہ رچرڈ.....“  
 ”شش..... کینن۔“ میٹ نے اسے ڈانٹا۔ ”اب میرے راز کو راز رکھنا  
 تمہاری ذمہ داری ہے۔“

پہلے تو ایسا لگا، جیسے کینن دیوانہ وار اس پر ٹوٹ پڑے گا، پھر اس کے تنے ہوئے  
 عضلات ڈھیلے پڑ گئے۔ ”تم منحوس آدمی..... مردود۔“ وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔  
 باہر، سب لوگ ان کے منتظر تھے۔ انہیں کینن نے خود ہی مدعو کیا تھا تاکہ پہلے  
 بشب سے مشورہ لے سکے لیکن فوراً ہی اسے احساس ہو گیا کہ اس کے سامنے کوئی  
 راستہ نہیں ہے۔ بشب سے کیسے بات کی جاسکتی ہے! مقدس عہد..... رازداری کا  
 مقدس عہد رسوانہ ہو جائے گا! اسے احساس ہو گیا کہ وہ بری طرح پھنس گیا ہے۔ وہ  
 مرے مرے قدموں سے قربان گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

خوش قسمتی سے کوئی کام اس کے لئے نیا نہیں تھا..... اور اسے تمام دعائیں  
 اب بھی زبانی یاد تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے، جیسے خدا کو گواہ  
 بنا رہا ہو۔ دو تین مرتبہ اس نے بڑی بے بسی سے نگاہیں بھی اوپر اٹھائیں۔ شاید وہ خدا  
 سے فریاد کر رہا تھا کہ ایک خبیث آدمی نے اس پر کتنا بڑا عذاب مسلط کر دیا ہے۔ وہ  
 لرزتی ہوئی آواز میں شادی کی دعائیں دہراتا رہا۔ کیٹ نے میٹ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔  
 گرفت اس قدر سخت تھی، میٹ کو یقین تھا کہ اس کی کلائی پر عمر بھر کیٹ کی گرفت کا  
 نشان ثبت رہے گا۔

ادھر مایوس دولہا خود سے باتیں کر رہا تھا۔ چھپنے کے لئے دنیا کا مناسب ترین مقام  
 بلی ڈون تھا..... اور بلی ڈون میں رہنے کے لئے ایک باعزت فرد ہی نہیں،  
 باعزت گھرانہ ہونا ضروری تھا۔ کیٹ سے شادی کرنا ضروری تھا۔ نہ کرتا تو کیٹ اسے  
 پکڑوا بھی سکتی تھی۔ شاید خدا کی یہی مرضی ہے..... لیکن برطانوی فوجوں کے  
 سرحد پار کرتے ہی ہتھیار ڈال دوں گا..... شہزادے کو ان کے سپرد کر دوں گا۔

میٹ سوچ رہا تھا۔

شادی کی رسمیں پوری ہو گئی تھیں۔ اب ننھے شہزادے کی باری تھی۔ کینن کے  
 لئے وہ لمحے اور زیادہ اذیت ناک تھے..... لیکن وہ گریز بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اب  
 کینن کے ہاتھ میں سیاہ چرمی کتاب، نمک، تیل اور پانی تھا۔ وہ کسی چیز کا سہارا نہیں  
 لے سکتا تھا..... لیکن نہیں..... سہارا تو موجود تھا۔ کیٹ نے بچے کو اس کے  
 گاؤں بارٹ کی گود میں دے دیا۔ پھر وہ کینن کی مدد کرنے میں اس طرح مصروف  
 ہو گئے، جیسے اس کی زندگی ہی بچوں کی بہتمنہ دیتے ہوئے گزری ہو۔ کینن جب بھی  
 لڑکھڑایا، کیٹ نے اسے سہارا دیا۔ بڑھا کینن جیسے تیسے اس اذیت ناک مرحلے سے گزر  
 ہی گیا۔

دور سے بھاگتے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔ چند لمحے بعد میٹ کا ہاتھ ڈان کی  
 گرفت میں تھا۔ ”انگریز سرحدیں خالی کر رہے ہیں۔“ اس نے میٹ کے کان میں کہا۔  
 ”ان کا کہنا ہے کہ شہزادے کے اغوا میں روسیوں کا ہاتھ ہے۔ میٹ، اب تم چاہو تو  
 شادی سے گریز کر سکتے ہو۔“

کینن نے لرزتی ہوئی آواز میں اختتامی دعا پڑھی۔

”بہت دیر ہو چکی ہے۔“ میٹ نے کراہ کر کہا۔

اسی وقت کینن نے برطانوی شہزادے کے سر پر آئرش پانی کے چھینٹے دیئے کینن  
 کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ پانی کچھ زیادہ ہی گر گیا۔ اگلے ہی لمحے وہ ننھا سا سر  
 اٹھا..... ہاتھ حرکت میں آیا اور کینن کے لرزتے ہوئے ہاتھ میں رقص کرتا ہوا  
 برتن دور جا گرا۔

”کیون!“ کیٹ نے بچے کو ڈانٹا۔

بچے نے بڑی زوردار آواز میں..... بے حد واضح جواب دیا۔ ”میرا نام  
 رچرڈ ہے۔“

میٹ اوکوئن نے شاہی دانتوں کی کاٹ کا خطرہ مول لیتے ہوئے بچے کے منہ پر  
 ہاتھ رکھ دیا۔ انداز محبت کرنے والے باپ کا سا تھا..... لیکن درحقیقت وہ نہیں  
 چاہتا تھا کہ بچہ مزید کچھ بولے۔

مغرب کی طرف سے تیز ہوا چلی..... اس نے کھڑکی کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

ہوا کا ایک جھونکا کمرے میں در آیا..... اور اس نے آشدان کی راکھ کو منتشر کر دیا میٹ او کوئن کو فوراً ہی احساس ہو گیا کہ یہ کون سی ہوا ہے لیکن پھر ہوا خاموش ہو گئی۔ میٹ کے خیال میں اس ہوا کا کچھ نہ کچھ تعلق برطانیہ کے شاہ جیمز کی حالت سے تھا پھر اس نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ برسوں پہلے اس ہوا پر اپنے یقین کو خیر باد کہہ چکا تھا۔ بلکہ وہ ہوا اب تو اسے شیطان کی ایجنٹ معلوم ہوتی تھی۔

لیکن ہوا مہربان بھی تو تھی۔ اس نے میٹ کو کیٹ کی شکل میں زندگی کا حسین ترین تحفہ دیا تھا۔ پیاری کیٹ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح جوان تھی..... اب بھی کسی سدا بہار پھول کی طرح تھی۔ اس کے علاوہ کیٹ ہی تھی، جس نے میٹ کے لئے ایک مستقل چھت فراہم کی تھی۔ یہ کالچ کیٹ ہی نے خریدا تھا۔ میٹ کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ کیٹ نے کتنی دولت پس انداز کر رکھی ہے۔ اس کا پرس ہمیشہ بھرا رہتا تھا۔ میٹ کو کوئی کام کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

☆=====☆=====☆

”بگنم پلس سے کوئی اچھی خبر نہیں ملی ہے۔“ ریڈیو پر اناؤنسر کی آواز گونجی۔

”شاہ جیمز کی حالت نازک ہے۔ ہر میچٹی بستر سے لگ گئے.....“

”یہ سب کیا ہے؟“ کیٹ نے پوچھا۔ وہ اس وقت کیون کے لئے سوٹر بننے میں مصروف تھی۔

”برطانیہ کا بادشاہ موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔“ میٹ نے جواب دیا۔

”اس کی عمر بھی تو بہت ہوگی۔“ کیٹ نے کہا۔ سلائیوں اس کی انگلیوں میں بدستور تھرتی رہیں۔

میٹ نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ سب وہاں موجود تھے..... بلی ڈون بریگیڈ کے اراکین..... ڈان جس نے اس روز کانٹیل کو زوردار گھونسا مار کر لٹا دیا تھا..... ملاح بارٹ..... ٹم جو ہمیشہ سوگوار نظر آتا تھا جس نے اس روز کے بعد کسی کار کے اسٹیرنگ کو ہاتھ نہیں لگایا تھا جس روز وہ شہزادے کو اغوا کر کے فرار ہوئے تھے..... فل جس نے ڈانٹا میٹ اڑایا تھا اب بھی اپنی کتابوں اور شاگردوں میں گم رہتا تھا..... وہ کینن کے اسکول میں پڑھاتا تھا۔ اس

کے ساتھ ہی میٹ کو کینن کا خیال آگیا۔ کینن واحد شخص تھا جو راز میں شریک ہونے کے باوجود وہاں موجود نہیں تھا۔ بے چارہ کینن جو ضمیر پر دو سروں کے گناہ کا بوجھ اٹھائے پھر رہا تھا۔ اس بوجھ نے کینن کی کمر جھکا دی تھی۔ کبھی کبھی وہ زمین پر نظریں جمائے بڑبڑاتا رہتا..... اور کبھی آسمان کی طرف دیکھ کر خدا سے فریاد کرتا..... اور شیطان کو برا بھلا کہتا۔ وہ بھی اس وقت ریڈیو سن رہا ہوگا۔

”اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔“ فل نے کہا۔

”کیسا سوال؟“ کیٹ نے نظریں اٹھائے بغیر پوچھا۔

”اب برطانیہ کا بادشاہ کون ہوگا؟“

”میرا خیال ہے بادشاہ کا فرانسیسی کزن لوئس تاج و تخت کا حق دار ہوگا۔“ کیٹ نے تلخ لہجے میں کہا۔

”کیٹ..... سوچو تو..... تاج و تخت کا اصل حق دار وہ ہمارا زرد بالوں والا مرغ.....“ میٹ نے کہا۔

”تمہارا اشارہ شاید ہمارے بیٹے کی طرف ہے؟“ کیٹ نے بے حد معصومیت سے پوچھا۔

”ہاں وہی، جس کا نام کیون او کوئن رکھا گیا ہے..... جو سارا دن دو سروں کے گھوڑوں کی پیٹھ پر اور ساری رات شراب خانوں میں گزارتا ہے۔“

”میٹ ڈارلنگ..... اپنی جوانی کے دنوں میں تم بھی یہی کچھ کرتے رہے ہو۔“ کیٹ نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں..... لیکن میں آئرش ہوں اور آئرش لوگ اس چکر سے نکل بھی آتے ہیں۔ تمہارا وہ مہمہ انگریز ہے۔“

”انگریز!“ سلائیوں کی حرکت رک گئی۔ ”وہ ذرا بھی انگریز نہیں ہے۔“ کیٹ نے کہا۔ ”اہمیت خون کی نہیں ہوتی، ماحول کی ہوتی ہے کیون کی پرورش ایک آئرش گھرانے میں ہوئی ہے..... یعنی میرے اور تمہارے درمیان..... میں نے اسے ماں کا پیار دیا ہے۔ جو اسے اپنی ملکہ ماں سے بھی نہیں مل سکتا تھا۔ اسے تو وہ آیا میرا آئی، جس کا نام ڈولین ہے۔ سوچو تو، آخر وہ اسے کیوں کاٹا رہتا تھا۔ اس نے مجھے آج تک نہیں کاٹا۔ وہ ڈولین سے نفرت کرتا تھا۔ پھر ہم نے اسے اچھا عقیدہ دیا۔ وہ

پتا ضرور ہے..... لیکن یہ تو اس ملک میں عام بات ہے، گھوڑوں سے اس کی دلچسپی، اس کے آئرش ہونے کا ثبوت ہے، وہ انگریز بالکل نہیں ہے۔ اس کے کردار کی تمام خصوصیات آئرش ہیں۔ وہ تو دیکھنے میں بھی انگریز نہیں لگتا۔ میٹ، وہ میرا اور تمہارا بیٹا ہے۔ کینن کا ریکارڈ بھی یہی ثابت کرتا ہے۔“

میٹ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”یہ ہمیشہ یہی کہتی ہے میں جب بھی اسے اس کے گھر پہنچانے کی تحریک اٹھاتا ہوں، یہ جواز و دلیل کا اسلحہ اٹھائے درمیان آجاتی ہے۔ ذرا سوچو تو کہاں بکنگھم پیلس اور کہاں بلی ڈون۔ ہم نے اس بے چارے کی تقدیر پھوڑ دی۔“

”تم ہمیشہ آئرلینڈ کو مصیبت میں پھنسانے کے چکر میں لگے رہتے ہو۔“ فل نے کہا۔

”تم..... یعنی تم، اس کی طرف داری کر رہے ہو۔“ میٹ کے لہجے میں حیرت تھی۔ ”یہ بریگیڈ کی رکن بھی نہیں ہے۔ یہ تو باہر کی.....“

”تم بھول رہے ہو کہ بچے کو ڈبلن سے بحفاظت بلی ڈون کون لایا تھا۔ یہ کام تمہارے بس کا بھی نہیں تھا۔“ کیٹ نے نرم لہجے میں کہا۔

میٹ نے چھت پر نظریں جمادیں۔ ”ٹھیک ہے۔ ہم نے بڑی بہادری دکھائی کہ برطانیہ کے ولی عہد کو اغوا کر لیا لیکن اغوا کا ایک مقصد بھی تھا..... کم از کم ہم اس وقت یہی سمجھتے تھے۔ ہم نے اپنی دانست میں آئرلینڈ کے لئے خدمت انجام دی تھی..... لیکن ہم احمق تھے۔ انگریز اب بھی وہیں کے وہیں ہیں۔ ان پر زوال نہیں آیا۔ ہمارے چھ اضلاع پر اب بھی ان کا قبضہ ہے۔ میں نے روحوں سے دریافت کرنا چاہا کہ ہم لڑکے کا کیا کریں، تو وہ منہ چھپا کر بیٹھ گئے۔“

”سوال یہ ہے.....“ فل نے کہنا چاہا۔

”سوال یہ ہے کہ شاہ جیمز کی موت کے بعد کیا تم رچرڈ کو..... ہاں اس کا اصل نام یہی ہے..... کیا تم رچرڈ کو اس کے حق سے محروم رکھو گے؟“

”کیا تم اس سے آئرش ہونے کا..... ایک اچھا مسیحی ہونے کا اعزاز چھین لو گے؟“ کیٹ نے تند لہجے میں پوچھا۔

”میں نے اپنا انتقام لے لیا ہے۔“ میٹ نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ ”نام

کے بدلے نام..... انگریز بادشاہوں کی نسل ختم ہو گئی۔ اب فرانسیسی ان پر حکمرانی کریں گے لیکن اس سے نہ تو برطانیہ پر زوال آیا اور نہ ہی آئرلینڈ سربلند ہوا۔ مجھے نسل چلانے کے لئے ایک اد کوئن میسر آگیا۔ یہ الگ بات کہ وہ اد کوئن نہیں ہے اور نہ کبھی بن سکے گا۔ نہ وہ آئرش ثابت ہوا.....“

اسی وقت کانچ کا دروازہ دھماکے سے کھلا۔ سیاہ رات کے پس منظر میں، وہ دروازے کے فریم میں کھڑا نظر آیا، جس کے متعلق وہ گفتگو کر رہے تھے۔ وہ شاید نشے میں تھا..... یا غصے میں..... اس کا خوبصورت چہرہ مٹی میں لتھڑا ہوا تھا۔ اس کے کپڑے بھی مٹی میں لتھڑے ہوئے تھے، آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی، اور وہ ہانپ رہا تھا۔ شاید وہ کہیں دور سے بھاگتا ہوا آیا تھا۔ وہ چند لمحے دروازے میں کھڑا رہا۔

”شاہ جیمز دوسرے بادشاہوں کے مقابلے میں زیادہ محبوب و مقبول ہیں۔“

اناؤنسر کی آواز گونجی۔ ”اب ان کی تباہ حالی اس جرم کی یاد دلاتی ہے، جو اٹھارہ سال پہلے کیا گیا تھا۔ ان کا اکلوتا بیٹا شہزادہ رچرڈ اغوا کر لیا گیا تھا۔ ساری دنیا میں اسے تلاش کیا گیا لیکن وہ نہ مل سکا۔ اگر وہ زندہ ہے تو آج بھی تخت کا وارث ہے۔ شاہ جیمز بہت مضبوط آدمی ہیں۔ انہوں نے اس جذباتی صدمے کو بڑی خاموشی اور وقار سے برداشت کیا اور عوام کے سامنے کبھی اس عظیم محرومی پر خود کو نڈھال ثابت نہ ہونے دیا۔ بارہ سال پہلے ملکہ بھی ایک حادثے کا شکار ہو کر چل بسیں۔ شاہ نے اس موقع پر بھی زبردست تحمل کا مظاہرہ کیا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ لوگ ان سے دیوانہ وار محبت کرتے ہیں۔ عوام کے لئے وہ صبر و تحمل اور استحکام کی علامت بن گئے۔ شاہ نے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کی بیماری کی خبر پہلی بار نشر ہوئی تو بکنگھم پیلس کے سامنے لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ گئے۔ لوگ رات بھر وہاں موجود رہے..... وہ ہر میسج کی صحت یابی کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ یہ بی بی سی لندن ہے۔“ پھر موسیقی نشر ہوئی اور خدا شاہ کو سلامت رکھے، گایا جانے لگا۔

وہ سب خاموشی سے دروازے میں کھڑے بیولے کو گھورتے رہے۔ اعلان ختم ہوتے ہی کیون جیسے ٹرانس سے باہر آگیا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ایک جھٹکے سے ریڈیو اٹھایا اور دیوار پر دے مارا۔ ”خدا شاہ کو سلامت رکھے۔ یہ دعائیں کر رہے ہو تم لوگ؟“ وہ دھاڑا۔ ”بادشاہوں کے سلسلے کے اس بادشاہ کو دعائیں دے رہے



ہو، جنہوں نے آئرلینڈ کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔“

میٹ بھی جذباتی ہو رہا تھا، وہ بری طرح بھڑک اٹھا۔ ”اس غریب نے تو آئرلینڈ میں قدم بھی نہیں رکھا تھا..... اور اب وہ غروب ہو رہا ہے۔“

”بہت اچھا“ اسے پہلے ہی مرجانا چاہئے تھا۔“

”کیون..... تمہیں یہ جرات کیسے ہوئی کہ..... اس بے چارے مرتے ہوئے آدمی کو برا بھلا کہو۔“ میٹ نے کیون کو ڈانٹا۔

”بے چارہ! وہ انگریز ہے.....“

”یہ اس کی مجبوری ہے، وہ اپنی مرضی سے انگریز پیدا نہیں ہوا تھا۔“

”لیکن ہوش سنبھالنے پر تو درست اور غلط کی تمیز ہو جانی چاہئے۔ وہ اپنے انگریز ہونے پر شرمسار کیوں نہیں ہوا؟“

کیٹ نے میٹ کی طرف دیکھا۔ ”اسے کیا ہو گیا، اچانک؟“ اس نے میٹ سے پوچھا۔ ”کیا اس کے سر پر شیطان سوار ہو گیا ہے؟“

”پاگل ہو گیا ہے۔“ میٹ نے کہا۔

”اچھا! انگریز سے نفرت کرنا پاگل پن کی دلیل ہے۔“ کیون نے چیخ کر کہا۔ ”اس مکان میں سب انگریزوں سے محبت کرتے ہیں۔“

”ہم نے یہ تو نہیں کہا.....“

”یہی مطلب ہے اس کا۔ تم مرتے ہوئے بادشاہ کے لئے اداس ہو۔ تم سب غدار ہو۔“

”کیون۔“ کیٹ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ ”کیون..... تم اپنے باپ سے گستاخی کر رہے ہو۔“

”میں جانتا ہوں، یہ میرا باپ ہے لیکن یہ میرے لئے کوئی قابلِ فخر بات نہیں۔ یہ غدار ہے..... اور یہاں موجود سب لوگ غدار ہیں۔ اس ملک میں بزدل غداروں کی کمی نہیں، ایک زمانہ تھا کہ اس ملک میں بہادر پیدا ہوتے تھے۔ اسی لئے یہ بڑی حد تک آزاد ہو گیا لیکن صدیوں سے چھ ضلعے انگریزوں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے سلسلے میں کسی نے کچھ کیا؟ کوئی بہادر پیدا ہوا..... نہیں، آئرلینڈ کی عورتوں نے ان سپوتوں کو جنم دینا چھوڑ دیا۔ مجھے بتاؤ..... کس نے کیا کیا ہے آئرلینڈ کے

لئے؟“

”آئرلینڈ میں اب بھی مجاہد موجود ہیں۔“ کیٹ نے نرم لہجے میں کہا۔

”مجاہد!“ کیون نے بڑی نفرت سے دہرایا۔ ”میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں انہیں میرے سامنے لاؤ۔ وہ بلی ڈون میں تو نہیں ہو سکتے۔ یہاں تو بی بی سی لندن سنا جاتا ہے یہاں لاولد شاہ کی موت پر افسوس کیا جاتا ہے۔ میرا باپ بھی ان غداروں میں شامل ہے۔ وہ اوکوئن جیسے عظیم نام پر ایک بد نما دجہ.....“

کیٹ کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ آخر اب وہ بھی کیٹ اوکوئن تھی۔ اس کا ہاتھ حرکت میں آیا۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ ڈان اپنے تاریخی گھونے کو پیچ سمجھنے پر مجبور ہو گیا۔ کیون کے رخسار پر پانچوں انگلیاں ابھر آئیں۔ وہ سکتے کی سی کیفیت میں کیٹ کو دیکھتا رہ گیا۔ پھر ہاتھ کے بعد کیٹ کی زبان بھی حرکت میں آ گئی۔ ”میرے بچے، میں تمہیں یاد دلاؤں کہ تمہارا باپ بلی ڈون بریگیڈ کا کیپٹن ہے۔ یہاں موجود ہر شخص آئی آر اے کا رکن ہے۔ تمہیں پتہ ہے، ان لوگوں نے کیا کارنامہ انجام دیا تھا.....“

میٹ بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ”بس کیٹ، چپ ہو جاؤ۔“ اس نے جلدی سے کہا۔ اسے خدشہ تھا کہ کیٹ جذبات کی رو میں یقیناً راز فاش کر دے گی۔

”آئی آر اے..... تم آئی آر اے میں شامل ہو۔“ کیون نے میٹ سے کہا۔ اس کے لہجے میں تضحیک تھی۔ ”پوہ..... بلی ڈون بریگیڈ۔“ پھر وہ بری طرح ہنسنے لگا۔ ”اچھا..... خدا کی یہی مرضی ہے شاید۔“ اس نے خود پر قابو پا کر کہا۔ ”مجھے اسی سے کام چلانا پڑے گا۔ تو سنو بریگیڈ والو..... ہمیں مشن پر سمندر پار چلنا ہے۔“

”سمندر پار؟“ میٹ کے لہجے میں خوف در آیا۔

”پیارے پاپا..... اس مہم کا سربراہ میں ہوں۔“ کیون نے بڑے پیار سے کہا۔ ”میں دلدلی علاقے سے آرہا ہوں ریڈ ہیوز سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جاؤں اور اپنا نام برطانیہ کی تاریخ میں لکھوں..... کہ برطانیہ کو تسخیر کرنے کی یہی ایک صورت ہے۔“

میٹ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کیون کے ذہن میں اپنی کا پکرا بھر آیا۔ گہری سبز آنکھوں والی اپنی جو اپنے باپ کی موت کے بعد چلا رہی تھی..... جو آج شام اسے اور اس کے دوستوں 'فاگان' اور سین کو ایک ایک جام ادھار پلانے پر مجبور ہو گئی تھی۔ فاگان اور سین نے اس کے سامنے کچھ اس قسم کی باتیں کی تھیں، جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ گہری کی دولت مند بیوی، کیون سے شادی کرنا چاہتی ہے..... اور اگر انہیں پینے کو کچھ نہ ملا تو کیون یقیناً اس کے ہاں چلا جائے گا جہاں ایک بوتل ہر وقت اس کے لئے مخصوص رکھی جاتی ہے۔ اپنی کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس نے کیون اور اس کے دوستوں کو روکنے کے لئے بالآخر ایک بوتل قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے نوجوان کیون مسکرائے بغیر نہ رہ سکا لیکن اگلے ہی لمحے اس کی مسکراہٹ دم توڑ گئی، اسے یاد آگیا کہ وہ اپنی کے بار سے نکلنے کے بعد بھٹک کر دلدلی علاقے کی طرف جانکلا تھا۔ اسے یہ بھی ہوش نہیں رہا تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔

وہ چلتا رہا تھا، حتیٰ کہ دلدلی علاقے میں پہنچ گیا..... ہر طرف گہری تاریکی تھی۔ کیون کیری کی بیوی کے گھوڑے پر دلدلی علاقے میں اکثر آتا رہتا تھا..... لیکن پیدل آنے کا تجربہ اس کے لئے نیا تھا۔ وقتاً فوقتاً اسے ٹھوکریں لگتی رہیں۔ تاہم وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ اسے وقت کا احساس بھی نہیں رہا تھا۔ پھر اچانک تیز ہوا ایک لخت ساکت ہو گئی۔ کیون ٹھٹک کر رہ گیا۔ پھر ٹھوکر لگی..... اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔

”کیون او کوئن۔“ کسی نے اسے پکارا۔ ”کیا تمہاری زندگی مرد کی زندگی ہے؟ تمہیں خود پر شرم نہیں آتی؟“

کیون گھٹنوں کے بل اٹھا۔ اس نے اپنے مٹی میں لتھڑے ہوئے منہ کو صاف کیا۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا۔ پھر بصارت بحال ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے ایک شخص کھڑا ہے..... لیکن وہ اکیلا نہیں تھا..... وہاں اس جیسے بہت سے تھے..... وہ فوج کی فوج تھی۔ وہ حد نظر تک موجود تھے۔

کیون الجھا ہوا ضرور تھا..... لیکن وہ خوفزدہ ہرگز نہیں تھا۔ اس کی نظریں سب سے آگے کھڑے ہوئے اس شخص پر جمی ہوئی تھیں، جس نے اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ شخص تو مند اور دراز قامت تھا..... اور پرانے انداز کا لہبا کوٹ پہنے ہوئے

تھا۔ اس کی آنکھیں بے حد روشن تھیں..... اور ہاتھ تلوار کے دستے پر جما ہوا تھا۔

”تم ریڈ ہیوز اوڈونیل ہونا؟“ کیون نے بے خوف لہجے میں پوچھا۔  
”ہاں، کیون او کوئن..... اور میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ مناسب وقت آگیا ہے۔“

”مناسب وقت آگیا ہے؟“ کیون نے حیرت سے دہرایا۔ ”کس چیز کا مناسب وقت؟“

”برطانیہ کی تسخیر کے لئے مناسب وقت آگیا ہے۔“  
اس ملاقات کے نتیجے میں اب کیون بلی ڈون بریگیڈ کو سمندر پار مہم کا مژدہ سنا رہا تھا۔

☆-----☆-----☆

ہیں؟“

”ہمیں شاہ جیمز کی موت تک انتظار کرنا ہو گا۔“ جیفری ہیرنگٹن نے کہا۔ ”پھر ہم پارلیمنٹ میں قرار داد پیش کریں گے کہ فرانسیسی بادشاہ قابل قبول نہیں ہے۔ یہ ہرگز نہیں کہا جائے گا کہ شہنشاہیت بے سود ہے۔ اس کے علاوہ شہنشاہیت کے مسئلے کا مالی پہلو بھی اجاگر کیا جائے گا۔ بحث سے یہ پتہ نہ چلے کہ ہم انقلاب لارہے ہیں۔ اسی صورت میں ہمیں عوامی تائید حاصل ہو سکے گی۔ یہ موقع ہمیں خدا نے فراہم کیا ہے۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“ سیکرٹری وزارت خارجہ نے کہا۔ ”جب اغوا کی واردات ہوئی تھی تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا نادر موقع ملنے والا ہے۔ اس وقت تو توہین کے احساس نے ہم کو برا فروختہ کر دیا تھا۔ مستقبل کے بارے میں کون سوچتا۔ آئی آراء والے اپنی اس حماقت پر سرپکڑ کر روئیں گے.....“

”آئی آراء کے تذکرے پر مجھے اسکاٹ لینڈ یا رڈ کے انسپکٹر روڈنی کا خیال آتا ہے۔“ وزیراعظم نے کہا۔ ”وہ اب بھی آئرلینڈ میں ہے۔ بہت ضدی آدمی ہے لیکن اسے کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ تاہم اس مرحلے پر ہم کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ اسے واپس بلانا ہو گا۔“

☆-----☆-----☆

ڈبلن کے گریشم ہوٹل میں انسپکٹر روڈنی نے آہستہ سے ریسیور کو کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر وہ ہاتھ روم کی طرف چل دیا۔ اس وقت اس کے ذہن میں بس ایک خیال تھا، وہ ریزر سے اپنی دونوں کلاں کاٹ ڈالے..... تاکہ اس کی رگوں سے خون رنگ زندگی اہل نکلے اور وہ خاموشی سے مرجائے۔

اس نے آئینے میں اپنے عکس پر نظر ڈالی۔ اس کے سر پر بہت تھوڑے سے بال تھے۔ پہلے تو اس کے بال سفید ہوئے تھے..... اور پھر اڑنے لگے تھے۔ چہرے پر جھریاں نمودار ہو گئی تھیں۔ رخسار پچک گئے تھے اور کندے جھک گئے تھے۔ اس کی شخصیت قابل افسوس حد تک مسخ ہو گئی تھی..... اسے خود پر ترس آنے لگا۔

”تمہیں واپس بلایا جا رہا ہے۔“ اس نے اپنے عکس سے کہا۔ ”یہ بے عزت واپسی ہو گی۔ استعفا منظور نہیں کیا گیا۔ وہ تم سے فائل رپورٹ طلب کر رہے ہیں۔“

جیفری ہیرنگٹن کو برطانیہ کا وزیراعظم بنے ایک سال بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ سفید بالوں والا فربہ اندام آدمی تھا۔ ڈاؤننگ اسٹریٹ میں اپنی کابینہ سے خطاب کرتے ہوئے اس نے گبیہر لہجے میں کہا۔ ”مجھے شاہ کے خصوصی معالج کا خفیہ پیغام ملا ہے۔ شاہ بستر مرگ پر دراز ہے۔“

چند لمحے کے لئے خاموشی چھا گئی۔ بیشتر اراکین محض سر ہلا کر رہ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اب کون سا مسئلہ زیر بحث آئے گا۔

”اب سوال یہ ہے کہ بادشاہت کسے ملے گی؟“ وزیراعظم نے کہا۔ ”اس کا جواب ایک ہی ہے..... کزن لوئس۔“

ہوم سیکرٹری نے نفی میں سر ہلایا۔ ”لوگ فرانسیسی بادشاہ کو قبول نہیں کریں گے۔“

تمام اراکین نے اثبات میں سر ہلائے۔ وہ اس سلسلے میں ہوم سیکرٹری سے متفق تھے۔

”اس کے علاوہ کوئی امیدوار ہے ہی نہیں۔ آئرلینڈ کی مہم بے سود ثابت ہوئی ہے۔“ وزیراعظم نے کہا۔ ”جنٹلمین“ میں جانتا ہوں۔ ہم سب کے ذہن میں ایک ہی بات ہے۔ یہ ہمیں بہت اچھا موقع مل رہا ہے۔ ہم نہایت آسانی سے شہنشاہیت سے پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔“

جواباً تمام حاضرین مسکرا دیئے۔ وہ یقیناً ان سب کے دل کی آواز تھی۔

”یوں غیر ضروری اخراجات سے بھی نجات مل جائے گی۔“ وزیر خزانہ نے تبصرہ کیا۔

”لیکن عوام کی تائید حاصل کرنا اشد ضروری ہو گا۔“ وزیراعظم نے کہا۔

”یہی تو ٹیڑھی کھیر ہے۔“ ہوم سیکرٹری بولا۔ ”اس سلسلے میں ہم کیا کر سکتے



فائل رپورٹ ہو نہ! ناکامی کا اعتراف نامہ..... تمہیں وزیر اعظم اور کابینہ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ کیا تم ان کا سامنا کر سکو گے؟“

عکس کوئی جواب نہیں دے پایا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ دستک مخصوص انداز میں ہوئی تھی..... تین ہلکی دو تیز اور پھر تین ہلکی دستکیں۔ یہ ان کا کوڑ تھا۔ انسپکٹر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ ڈولین دروازہ بند کرتے ہوئے کمرے میں چلی آئی۔

”آج بھی کچھ نہیں ہوا۔“ ڈولین نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور تھکے تھکے انداز میں جوتے اتار دیئے۔

انسپکٹر ہمدردانہ نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا گزشتہ روز تک وہ اس کی رپورٹ امید و بیم کی ملی جلی کیفیت میں سنتا رہا تھا لیکن آج وہ یہی جملہ سننے کا منتظر تھا۔

”یہ بوڑھی ٹانگیں بھی اب پہلے جیسی نہیں رہیں۔“ ڈولین نے آہ بھر کر کہا۔

انسپکٹر نے ڈولین کو بغور دیکھا۔ وہ بھی بہت بدل گئی تھی۔ برسوں کی بھاگ دوڑ نے اس کی ساری چربی پگھلا دی تھی۔ فورس کی واپسی کے بعد انسپکٹر نے ڈولین کو جو ڈوکرائے کی تربیت دلائی تھی تاکہ وہ فٹ رہے اور بغیر کسی مدد کے ہر برٹ پر قابو پاسکے لیکن ہر برٹ ملا ہی نہیں۔ اب ڈولین بے حد ذیلی ہو گئی تھی۔ انسپکٹر سوچتا رہا کہ کیا ڈولین اب بھی تنہا ہر برٹ پر قابو پاسکتی ہے۔ ڈولین کی ٹانگوں میں تکلیف رہنے لگی تھی..... لیکن دوسری طرف ہر برٹ بھی تو بڑھا ہو گیا۔ ڈولین کی خواہش انتقام اب بھی جوان تھی..... بلکہ اور شدید ہو گئی تھی۔

”ہمیں واپس طلب کیا گیا ہے۔“ انسپکٹر نے سپاٹ لہجے میں اسے بتایا۔

ڈولین نے اسے گھور کر دیکھا۔ گھورنے کا یہ انداز اب اس کی شخصیت کا حصہ بن گیا تھا۔ گزشتہ اٹھارہ برس میں اس نے لاکھوں چروں کو اس طرح گھورا تھا۔ اس کی نگاہوں میں بلا کی تیزی پیدا ہو گئی تھی۔ ”کیا رچرڈ مل گیا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں..... لیکن شاہ جیمز مرنے والا ہے۔ میرا خیال ہے“ انہیں اب شہزادے کی تلاش میں دلچسپی نہیں رہی۔ ”انسپکٹر نے جواب دیا۔

”شہزادہ جائے جہنم میں۔“ ڈولین نے تند لہجے میں کہا۔ ”میں ہر برٹ کو نہیں چھوڑوں گی۔“

”لیکن ہمیں واپس بلایا جا رہا ہے۔“

ڈولین شدت سے نفی میں سر ہلانے لگی۔

اچھی عورت ہے، روڈنی نے سوچا۔ اپنی غلطی کی کافی سزا بھگت چکی ہے۔ ”ہم دونوں استعفا دے سکتے ہیں۔ برسوں پہلے میں نے یہی دھمکی دی تھی لیکن وہ ہمیں مفرور قرار دے کر آئرش حکومت سے ہماری واپسی کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس صورت میں ہمیں روپوش ہونا پڑے گا۔ ہم یہاں ٹھہر سکتے ہیں لیکن بہت تکالیف اٹھانا پڑیں گی۔ ویسے اب ہم تکالیف کے عادی ہو چکے ہیں۔“ اچانک انسپکٹر کا کھویا ہوا اعتماد لوٹ آیا۔ ”ٹھیک ہے“ میں دونوں استعفیے تیار کرتا ہوں۔“ اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ ڈولین نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”شب بخیر۔“ وہ جوتے ہاتھ میں لے کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ راستے میں اس نے جوتوں کے گھسے ہوئے تلوؤں کو دیکھا اور پلٹے بغیر بولی۔ ”کل نئے جوتے خریدنے پڑیں گے۔“

☆=====☆=====☆

تمام دن اور تمام رات وہ بحث کرتے رہے۔ اب پو پھٹے کا وقت تھا۔ وہ سب سڑک پر کیوں کے منتظر تھے..... اور کیوں کالنج کے دروازے پر کیٹ کے ساتھ کھڑا تھا۔

”دیکھو..... کیٹ اس سے کیسے لپٹی جا رہی ہے۔ جیسے وہ واقعی اس کا اپنا بیٹا ہو۔“ ڈان نے ستائشی لہجے میں کہا۔

”اس نے اسے بیٹوں ہی کی طرح پالا ہے۔“ میٹ نے کہا۔ ”اسے برطانیہ کا یہ سفر قبول نہیں تھا۔“

”میں بھی اس سفر کے حق میں نہیں ہوں۔“ ٹم نے جلدی سے کہا۔

”یہ سب کچھ تم پہلے بھی کہہ چکے ہو۔“ میٹ کے لہجے میں بے پروائی تھی۔

”یہ تو تم سنتے ہی رہو گے۔“ فل نے میٹ کو یقین دلایا۔

”وہ دلدلی علاقے میں ریڈ ہیوز سے ملا تھا۔“ میٹ نے یاد دلایا۔

”ریڈ ہیوز۔“ بارٹ نے دردناک لہجے میں کہا۔ ”میں تو اس دن کو روتا ہوں“

جب میں نے پہلی بار یہ منحوس نام سنا تھا۔“

”لڑکا بھی تمہاری طرح نشے میں تھا۔“ فل نے کہا۔ ”تمہاری طرح اس نے بھی

آئرلینڈ کی تاریخ گھول کر پی ہے۔ دونوں مرتبہ نتیجہ ہمیں بھگتنا پڑا۔“

”اور سوچو تو..... ریڈ ہیوز کسی انگریز سے کیوں بات کرنے لگا۔ غضب خدا کا..... وہ ایک انگریز سے کہہ رہا ہے کہ جاؤ اور برطانیہ کو تسخیر کر لو۔“ ڈان نے ایک اور نکتہ اٹھایا۔

”بات سمجھ میں آنے والی ہے ہی نہیں۔“ بارٹ نے کہا۔

”اور خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم اس دیوانگی میں اس احمق لڑکے کا ساتھ دے رہے ہیں۔“ ڈان نے کہا۔

”وہ خود کو جنرل اد کوئن سمجھ رہا ہے۔“ بارٹ کراہا۔ ”حالانکہ اگر وہ جنرل ہے بھی تو انگریز جنرل ہے۔ شرمناک بات یہ ہے کہ بلی ڈون بریگیڈ اس کے کہنے پر عمل کر رہی ہے۔“

”وہ آئرش ہے۔“ میٹ نے اصرار کے ساتھ کہا۔ ”حالانکہ میں نے اسے آئرش نہیں بنانا چاہا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ آئرلینڈ کے عشق میں سرشار ہے۔“

”میں پوچھتا ہوں وہ برطانیہ کو فتح کیسے کرے گا؟“ فل نے کہا۔ ”کہتا ہے وہاں اپنا نام لکھوں گا۔ کہاں لکھے گا وہ اپنا نام..... کسی سلیٹ پر؟“

”یہ تو مجھے نہیں معلوم..... بلکہ وہ خود بھی لاعلم ہے۔“ میٹ نے جواب دیا۔ سوالات اور بحث کا یہ سلسلہ چوبیس گھنٹوں سے چل رہا تھا اور میٹ یہی جواب دے دے کر اکتا چکا تھا۔

”وہ قبر کے کتبے پر اپنا نام لکھے گا۔“ ٹم نے لرزیدہ آواز میں کہا۔ ”لیکن میٹ..... ہم اپنی قبریں خود کیوں کھودیں۔“

”دیکھو..... اس لڑکے کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں۔“ میٹ نے اپنی جھنجھلاہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔ ”اسے یقین ہے کہ اس نے ریڈ ہیوز سے بات کی ہے۔ اب ہم اسے ایک ہی طرح روک سکتے ہیں..... یہ بتا کر کہ وہ درحقیقت شہزادہ رچرڈ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟“

سب نے دم سادھ لیا۔ اس بات کے لئے کوئی آمادہ نہیں تھا..... البتہ کیٹ کو یقین ہوتا کہ اس سلسلے میں اظہار حقیقت اس سفر کو ملتوی کرا سکتا ہے تو وہ یہ راز کیون پر ضرور کھول دیتی لیکن اسے ایسا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا لہذا وہ خاموش

رہ گئی۔

”اچھا..... اگر میں اسے بتا دوں تو ایسا کوئی ہے تم میں جو نتائج کی ذمہ داری قبول کرے۔“ میٹ نے ایک چیلنج کیا۔

کوئی کچھ نہ بولا۔ نامعلوم نتائج کی ذمہ داری کون قبول کر سکتا ہے۔ کیا پتہ نتائج آئرلینڈ کے حق میں خراب نکلیں۔ اپنی حد تک تو خطرہ مول لیا جاسکتا ہے لیکن مادر وطن!

”ریڈ ہیوز نے یقیناً کوئی اسکیم بنائی ہے۔“ میٹ نے انہیں تسلی دینے کی غرض سے کہا۔

”خدا کے لئے میٹ..... ریڈ ہیوز کا نام نہ لو۔“ بارٹ نے اپیل کی۔ ”دیکھو نا..... عجیب اتفاق ہے..... آخر ریڈ ہیوز ایک بار مجھے اور ایک بار کیون کو کیوں نظر آیا۔ اس نے دونوں سے نام کے متعلق گفتگو کی اور برطانیہ کی تسخیر کی بات کی۔“

”لیکن دونوں بار یہ بتانا بھول گیا کہ تسخیر کیسے عمل میں لائی جائے۔“ فل نے سگ کر کہا۔

”پچھلی بار ہمیں علم نہیں تھا کہ برطانیہ میں ہمیں کیا کرنا ہے۔“ میٹ نے انہیں سمجھایا۔ ”اب سیدھی سی بات ہے بزدلوں اور غداروں کی جگہ بلی ڈون میں آشدان کے قریب ہے۔ میں بہر حال جاؤں گا۔ اس لڑکے کو میں ہی وہاں سے لایا تھا سو واپس بھی میں پہنچاؤں گا۔ ممکن ہے خدا کی یہی مرضی ہو کہ برطانیہ والوں کو ان کا شہزادہ پلا پلایا اور بادشاہت کے لئے تیار مل جائے۔ ممکن ہے خدا کی مرضی ہو کہ میں اس جرم کی پاداش میں پھانسی پا جاؤں..... آئرلینڈ کے لئے مرجاؤں لیکن تم فکر نہ کرو میں مرجاؤں گا لیکن تم لوگوں کے نام زبان پر ہرگز نہیں لاؤں گا۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم میرا اور کیون کا ساتھ دو۔“

وہ سب خاموش ہو گئے۔ سرخ پھولوں کی جھاڑیوں میں بلبل چمک رہی تھی سورج طلوع ہو رہا تھا اور مشرقی افق پر گلابی لہریے نمایاں ہو رہے تھے۔ تازہ ہوا نشہ بدوش تھی۔ وہ بہت خوبصورت صبح تھی..... شاید وطن کی آخری صبح! کیون ان کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ کیٹ ہاتھ ہلا کر اسے الوداع کہہ رہی تھی۔

”میں ننھے رچرڈ کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔“ بادشاہ نے کہا۔ ”اس کی کوئی خبر ملی؟“

”ہم نے تلاش ترک نہیں کی ہے۔“ وزیراعظم نے نہایت اطمینان سے جھوٹ بولا۔

”مجھے امید ہے کہ وہ مل گیا تو تم لوگ اسے پہچان لو گے۔“ بادشاہ نے پُر امید لہجے میں کہا۔ ”لیکن میں اسے نہیں پہچان سکوں گا۔ مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کیسا تھا۔ اتنا یاد ہے کہ وہ بات بالکل نہیں کرتا تھا۔ خاموش طبع بچہ تھا۔ میری مصروفیت اس سے ملنے نہیں دیتی تھی۔ امید تھی کہ اسکاٹ لینڈ یا رڈ والے اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ لیکن اب فیصلے کی گھڑی آ پہنچی ہے۔ مسٹر ہیرنگٹن اب میں رچرڈ کی واپسی کا انتظار نہیں کر سکتا۔ کزن لوئس کو بلواؤ۔“

”لوئس؟“ وزیراعظم اس غیر متوقع موڑ پر بری طرح گڑبڑا گیا۔ ”لیکن پور میجسٹری..... لوئس تو بہت دور پرے کا رشتے دار ہے۔“ اس نے احتجاج کیا۔ ”اس کے باوجود رچرڈ کے بعد وہ واحد امیدوار ہے۔“ بادشاہ نے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ ”بہر حال مجھے یہ مسئلہ حل کر کے رخصت ہونا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری رعایا کو میری اس خواہش کا علم ہو جائے۔ میں رچرڈ کو سرکاری طور پر مُردہ قرار دینا اور لوئس کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔“

یہ تو معاملہ بگڑا جا رہا ہے۔ وزیراعظم نے سوچا۔ ”پور میجسٹری..... آپ کی رعایا آپ کے گھرانے کی پرستار ہے۔“ اس نے احتجاج کیا۔ ”وہ ایک دور کے رشتے دار کی شہزادہ رچرڈ پر فوقیت قبول نہیں کریں گے۔“

”ہیرنگٹن۔“ بادشاہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ”شہزادہ رچرڈ موجود نہیں ہے..... اور تخت ایک منٹ کے لئے بھی خالی نہیں ہونا چاہئے۔ تمہیں معلوم ہے میری موت پر کون سا نغمہ فضاؤں میں گونجے گا..... بادشاہ مر گیا..... خدا بادشاہ کو سلامت رکھے..... مملکت برطانیہ بادشاہ کے بغیر ایک سانس بھی نہیں لے سکتی۔“

وزیراعظم یہ توقع کر رہا تھا کہ پُر اثر تقریر بادشاہ کے لئے جان لیوا ثابت ہوگی..... لیکن اسے مایوسی ہوئی کیونکہ بادشاہ کی حالت واضح طور پر سنبھل گئی

اس کی آنکھوں میں شبنم آلود مرغزاروں کی سی کیفیت تھی۔ کیونکہ اپنا سب سے اچھا سوٹ پہنے ہوئے تھا۔ سورج کی کرنیں اس کے سنہرے بالوں میں اتر کر انہیں سرخ رنگت عطا کر رہی تھیں۔ وہ اس وقت ریڈ ہیوز کا عکس معلوم ہو رہا تھا۔

”چلے آؤ لڑکو۔“ اس نے ان کو مخاطب کیا جن میں سے ہر ایک عمر میں اس کے باپ کے برابر تھا لیکن اس وقت وہ جنرل تھا اور وہ سب اس کے لئے لڑکے ہی تھے۔ ”آؤ چلے آؤ“ ہمیں برطانیہ پہنچنا ہے..... انگریز بعد میں ہماری آمد پر روئیں گے۔ میں برطانیہ میں اپنا نام بڑے بڑے حروف میں لکھوں گا۔ لوگ کیونکہ او کوئن کے نام سے کانپیں گے۔“

وہ سب بس اسٹاپ کی طرف چل دیئے.....

☆=====☆=====☆

جیفری ہیرنگٹن اپنے دور میں ایک بار بھی شاہ جیمز کے حضور پیش نہیں ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ رواج کے مطابق وہ بادشاہ کا مشیر اول ہے لیکن اب تک عملاً ایسی نوبت نہیں آئی تھی آج بہر حال بلاوا آگیا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس ملاقات سے گریز کے بارے میں سوچتا..... لیکن معاملہ ایک قریب المرگ انسان کی خواہش کا تھا۔ وہ پہنچا تو اس نے بادشاہ کو بستر پر دراز پایا۔ بظاہر بادشاہ صحت مند نظر آ رہا تھا۔ وزیراعظم تشویش میں مبتلا ہو گیا لیکن بادشاہ کے پہلے جملے نے اس کی تشویش رفع کر دی۔ ”مسٹر ہیرنگٹن۔“ بادشاہ نے چھوٹے ہی کہا۔ ”میں مر رہا ہوں۔“

وزیراعظم نے رسماً بھی احتجاج نہ کیا۔ ”پور میجسٹری..... مجھے یہ افسوسناک اطلاع مل چکی ہے۔“

”میں تخت نشینی کے سلسلے میں متفکر ہوں۔“ بادشاہ نے کہا۔

”آپ اس سلسلے میں فکر مند نہ ہوں پور میجسٹری۔“

”نہیں..... یہ تو میرا فرض ہے۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ تم اس کی

اہمیت سمجھتے ہو۔ یہ ایک ادارہ ہے۔“

وزیراعظم دل ہی دل میں ہنس دیا۔ بادشاہ اسے ایسے سمجھا رہا تھا جیسے وہ کوئی بچہ ہو۔ بے چارہ..... سادہ لوح جانتا ہی نہیں کہ جدید سیاست کس نہج پر پہنچ چکی ہے..... یہ بھی نہیں جانتا کہ اس وقت وہ شہنشاہیت کے ایک مخالف سے ہم کلام



تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے بستر مرگ سے اٹھے گا..... اور کزن لوئس کو خود ہی فون کر دے گا۔

”یور میجسٹی..... میں نے آپ کو اس لئے نہیں بتایا تھا کہ آپ کہیں زیادہ توقعات نہ وابستہ کر لیں.....“ وزیراعظم نے پینترا بدلا۔ وہ جھوٹ بولتے ہوئے ہچکچا رہا تھا لیکن یہ بھی جانتا تھا کہ بادشاہ کو اعلان کی مہلت نہیں ملنا چاہئے۔ ”حقیقت یہ ہے کہ ہم کامیابی کے قریب پہنچ گئے ہیں۔“

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”ہم ایک سراغ پانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔“ وزیراعظم نے کہا۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے کہانی گھڑنے میں مصروف تھا۔ کسی کو شہزادہ رچرڈ بنا کر پیش کر دیا جائے؟ لیکن نہیں، یہ معاملہ مخدوش ثابت ہو گا۔ بلیک میلنگ کی نوبت بھی آسکتی ہے۔ ”یور میجسٹی، آپ کو انسپکٹر روڈنی یاد ہے؟“ بالآخر اسے ایک مہرہ مل ہی گیا۔ ”وہ آئرلینڈ میں ہے۔ مجھے اس کی طرف سے ایک خفیہ رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ رپورٹ یقینی تو نہیں ہے، البتہ امید افزاء ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ کزن لوئس کی جانشینی کا اعلان عاجلانہ اقدام ہو گا۔“

”انسپکٹر روڈنی۔“ بادشاہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ”ہاں، مجھے یاد ہے۔ وہ تاج برطانیہ کا وفادار قابل فخر ملازم ہے۔ کیا رپورٹ بھیجی ہے اس نے؟“

”رپورٹ بہت پیچیدہ ہے یور میجسٹی.....“

”لیکن میں جانتا چاہتا ہوں۔“

وزیراعظم کو احساس ہوا کہ اس کا جھوٹ مناسب ثابت ہوا ہے۔ یوں بھی وہ انسپکٹر روڈنی کو واپس بلانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اب وہ اسے بادشاہ کے حکم کے حوالے سے طلب کر سکتا ہے، بشرطیکہ بادشاہ اس سے پہلے ہی نہ گزر جائے۔ روڈنی کو قائل کیا جاسکتا ہے کہ بادشاہ کے آخری لمحے آسان کرنے کے لئے حوصلہ افزا رپورٹ پیش کر دے۔ انسپکٹر روڈنی خود بھی یہ بات پسند نہیں کرے گا کہ کزن لوئس بادشاہ بن جائے واہ..... کیا کام دکھایا ہے۔ وزیراعظم نے، خیالوں میں، اپنی پیٹہ تھپکی۔ ”جناب عالی..... انسپکٹر روڈنی برطانیہ کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ میں اسے آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ اس کی رپورٹ آپ کی تشفی کر دے گی۔“

محل سے واپس آنے کے بعد وزیراعظم کو اسکاٹ لینڈ یا رڈ نے مطلع کیا کہ انسپکٹر روڈنی ابھی تک وطن واپس نہیں پہنچا ہے۔ ہیرنگٹن نے خود روڈنی سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ فون پر اس نے لہجہ نرم رکھا، کیونکہ اسے روڈنی سے کام نکالنا تھا۔ ”انسپکٹر، بادشاہ نے تمہیں طلب کیا ہے۔“ اس نے فون پر کہا۔ ”تم تاج برطانیہ کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہو۔ بادشاہ بستر مرگ پر ہے۔ تم اسے یقین دلا دو کہ تم تلاش میں کامیاب.....“

”جناب..... میں اب بھی اپنی کامیابی کے بارے میں پریقین ہوں۔“ انسپکٹر نے اس کی بات کاٹ دی۔

”بہت خوب۔ تب تو تمہیں جھوٹ نہیں بولنا پڑے گا۔ تم فوراً آ جاؤ۔ لندن ایئر پورٹ پر میری ذاتی کار تمہاری منتظر ہوگی۔ اور وہاں..... اس عورت کو بھی ساتھ لانا..... کیا نام ہے اس کا، وہ جو شہزادے کی گورنس تھی؟“

”ڈولین۔“

”ہاں..... اسے بھی ساتھ لے آنا۔ اس کی موجودگی بادشاہ کو یقین دلا دے گی کہ شہزادے کی تلاش اب بھی جارہی ہے۔“

☆-----☆-----☆

”کیا یہاں ایسا ہی ہوتا ہے؟“ کیون نے دریافت کیا۔ ”دھند تو آئرلینڈ میں بھی ہوتی ہے مگر یہاں کی دھند میں مٹھاس ہے..... اور دھند میں یہ علاقہ اور حسین لگتا ہے۔“

وہ سب ایک دوسرے کے بہت قریب کھڑے تھے اس کے باوجود ایک دوسرے کو واضح طور پر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ہوا بھاری تھی..... اور سانس لینے میں بھی دشواری ہو رہی تھی۔ بلی ڈون بریگیڈ کے اراکین کو موسم نے الجھن میں ڈال دیا تھا۔

”اور یہ بکنگھم پلس ہے؟“ کیون نے پوچھا۔

”جنگل کے اس پار پلس ہے۔“ میٹ نے جواب دیا لیکن جنگلا انہیں نظر ہی کہاں آرہا تھا۔ محل کی سرمئی عمارت بھی نگاہوں سے اوجھل تھی۔ میٹ اور اس کے ساتھیوں کے نزدیک یہ وہی دھند تھی جس نے اغوا کی واردات میں ان کی مدد کی تھی۔

سوال یہ تھا کہ یہ دھند اگر ریڈ ہیوز اور اس کی ساتھی روحوں کا تحفہ ہے، تو اس تحفے کا مقصد کیا ہے؟ انہیں لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھنا..... لیکن کیوں؟ کیوں نے لندن پہنچتے ہی بنگم پلس چلنے کا اصرار کیا تھا۔ وہ برطانیہ کو تسخیر کرنے سے پہلے محل کو اچھی طرح دیکھنا چاہتا تھا۔ شاید اسی لئے ریڈ ہیوز نے ان کے لئے دھند کا پردہ تان دیا تھا۔ دشواری یہ تھی، پردہ اتنا دبیر تھا کہ خود بریگیڈ اس میں الجھ کر رہ گئی تھی۔

”مقدس سینٹ پیٹرک۔“ میٹ نے دل ہی دل میں دعا مانگی۔ ”پلیز..... کیا آپ یہ دھند نہیں ہٹا سکتے تاکہ کیون محل کو اچھی طرح دیکھ لے..... اور ہماری جان چھوٹ جائے لیکن اسے منظر اتنا صاف بھی نہ دکھانا کہ اسے اپنا بچپن یاد آجائے جو محل میں گزرا تھا۔ ایسا ہو گیا تو ہم اسے کیا بتائیں گے، کیسے سمجھائیں گے؟“ لیکن سینٹ پیٹرک نے دھند کو پھونک مار کر صاف نہیں کیا۔ بلکہ دھند کچھ اور دبیز ہو گئی۔ ”اس دھند میں تو محل نظر آنے سے رہا۔ کھسک لو یہاں سے۔“ میٹ نے کہا۔

”لیکن ہم جائیں گے کس طرف؟“ ٹم نے حسبِ عادت کراہتے ہوئے پوچھا۔ ”کچھ بھی ہو، یہاں ٹھہرنا مخدوش ہے۔“ ڈان نے کہا۔ ”یہاں بہت سارے انگریز جمع تھے..... بادشاہ کے متعلق جاننے کے لئے..... لیکن اب شاید یہاں کوئی بھی نہیں ہے۔“

اور ڈان کی یہ بات درست تھی۔ سب لوگ جاچکے تھے۔ اب وہاں بلی ڈون بریگیڈ کے اراکین کے سوا کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ ٹریفک کا شور بھی سنائے میں ڈھل گیا تھا۔ ہر شخص یا تو گھر میں ہو گیا یا کسی بار میں۔ ویسے بھی انگریزوں کے لئے تو وہ راستے جانے پہچانے تھے۔ بلی ڈون کے پردیسوں کو تو ہر طرف سمندر ہی نظر آ رہا تھا۔ ”ہم یہاں تفریح کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔“ کیون نے فیصلہ سنایا۔

”پھر کس لئے آئے ہیں؟“ ڈان نے دانت پیتے ہوئے پوچھا۔

”یہ تو دھند چھٹنے پر پتہ چلے گا۔ میں محل دیکھ کر ہی کوئی فیصلہ کر سکوں گا۔“ کیون نے کہا۔ ”تم لوگ عجیب سپاہی ہو۔ آئرش قوم کی بد قسمتی یہی ہے کہ وہ کام کا وقت شراب خانوں میں ضائع کرنے کی عادی ہے۔ بلی ڈون بریگیڈ آئی آر اے کا حصہ ہے کہ نہیں۔“

اس کے بعد کچھ کہنے کا جواز نہیں تھا، چنانچہ وہ اُلوؤں کی طرح کھڑے رہے۔ انہیں افسوس تھا کہ ایک انگریز انہیں انگلیوں پر نچا رہا ہے۔ وہ خاموش اور نروس کھڑے رہے۔ اب وہاں سے ہٹنے کو کتنا باعثِ شرم تھا۔ میٹ، ڈولین کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ کہاں ہوگی؟ یہی تو وہ جگہ تھی، جہاں وہ اس سے ہربرٹ بینسن بن کر ملا تھا۔ شاید ڈولین اب بھی ڈبلن کی سڑک پر..... اس کی تلاش میں سرگرداں ہوگی لیکن درحقیقت میٹ ڈر رہا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ کسی بھی لمحے ڈولین دھند کا پردہ ہٹا کر سامنے آجائے گی۔

اسی وقت میٹ کی آنکھوں نے دو زرد اور مزیل سی لیکن متحرک روشنیاں دیکھیں۔ جو بہت آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھیں۔ میٹ کو یہ سمجھنے میں کچھ دیر لگی کہ وہ کسی بڑی کار کی ہیڈ لائٹس ہیں..... کار کی رفتار بہت کم تھی کیونکہ ایسے میں ڈرائیونگ..... ہنسی کھیل نہیں ہوتی۔ میٹ سحرزدہ سا کار کو دیکھتا رہا۔ اس کے ذہن میں ایک لمحے کے لئے بھی کار کے راستے سے ہٹنے کا خیال نہیں آیا اس کے نزدیک تو وہ متحرک کار زندگی کی علامت تھی، ورنہ اسے پوری دنیا مردہ محسوس ہو رہی تھی۔

کیون نے بھی کار کو دیکھ لیا تھا۔ وہ میٹ کے کندھے کے اوپر سے جھانک رہا تھا۔ ”کوئی اہم شخصیت محل کی طرف جا رہی ہے۔“ کیون نے کہا۔ ”یقیناً معاملہ بھی اہم ہوگا۔ ورنہ اس دھند میں تو ڈرائیور کو کار کا بونٹ بھی نظر نہیں آسکتا۔ اس وقت پورے لندن کا ٹریفک خاموش ہے لیکن یہ کار..... ایسے میں تو ہم بم کا دھماکا کر کے نکل بھاگیں، تو بھی کسی کو پتہ نہ چلے۔“

”اور دھماکے سے کیا فائدہ ہوگا؟“ میٹ نے پوچھا۔

”یہ تو مجھے نہیں معلوم۔“ کیون نے جواب دیا۔ ”لیکن بم، آئی آر اے کا پسندیدہ ہتھیار ہے۔ پاپا، تم نے کبھی بم پھینکا ہے؟ نہیں پھینکا ہوگا۔ تم نے باتوں کے سوا کیا ہی کیا ہے۔“

”تو کیا ہم یہاں بم پھینکنے آئے ہیں؟“ میٹ نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں خوف

تھا۔

تھا..... اور اس کا پیچھا بھی کیا جا رہا تھا۔ اب سیٹیوں کی آوازوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اب تو وہ یقین سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کے پیچھے آنے والے اس کے ساتھی ہی ہیں۔

وہ بھاگتا رہا۔ اسے سمتوں کا ہوش نہیں تھا۔ کون جانے وہ کسی محدود سی جگہ میں چکر لگا رہا ہو..... اور اب تک پیس کی حدود سے نہ نکلا ہو۔ سانس پھولنے کے بعد..... ٹانگیں بے جان ہونے کے بعد گرے..... تو عین ڈولین کے قدموں پر! ان لمحوں میں میٹ کو اندازہ ہوا کہ گزشتہ اٹھارہ برس میں وہ کس چیز سے خوفزدہ تھا۔ اسے پھانسی کا ڈر نہیں تھا..... اسے قید خانے کا خوف نہیں تھا..... وہ تو بس ڈولین کے خوفناک انتقام سے ڈرتا رہا تھا۔

وہ بھاگتا رہا..... اس احساس کو جھٹک کر..... کہ اگلا قدم اسے خدا جانے کہاں لے جائے گا۔ اچھی بات یہ تھی کہ ٹریفک نہیں تھا۔ پھر پولیس والوں کی سیٹیاں کہیں پیچھے ہی رہ گئیں۔ اگر اس کے پیچھے آنے والے پولیس مین تھے تو ان کے سانس اس قدر اکڑ چکے تھے کہ وہ سیٹیاں نہیں بجا سکتے تھے۔ وہ دعا کرتا رہا کاش وہ اس کے ساتھی ہوں۔ پھر اس کی طاقت جواب دے گئی..... اور اس نے انجام کی پروا کئے بغیر قدم روک لئے اور ایک ایک کر کے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ سب کی طرف سے جواب ملا۔ اس نے آخر میں کیون کو پکارا..... لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اس نے دوبارہ پکارا..... لیکن اب بھی جواب نہ وارد..... اس نے اندھوں کی طرح اپنے ساتھیوں کو ٹولا..... لیکن کیون ان میں موجود نہیں تھا۔

”کیون کہاں ہے؟“ اس نے چیخ کر پوچھا۔

کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ دھند خاموش تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ میٹ دہشت زدہ ہو گیا۔ ”کیون..... تم کہاں ہو؟“ وہ خطرے کی پروا کئے بغیر پوری قوت سے چلایا۔

”شش..... کیا سب کو مراد دو گے؟“ فل نے اسے ٹوکا۔

”کیون۔“ میٹ پھر چلایا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ ”میرے خدا..... وہ یقیناً پکڑا گیا ہے۔“ میٹ نے کراہ کر کہا۔ ”چلو..... ہمیں اسے ڈھونڈنا ہے۔“

”کس طرف چلیں؟“ بارٹ نے پوچھا۔ ”یہ پتہ بھی ہے کہ آئے کس طرف سے

اسے نے شہزادے کو اغوا کیا تھا۔ کیا تھا؟ یہ میں جانتا ہوں کہ وہ کام بلی ڈون بریگیڈ کے بس کا ہرگز نہیں ہے۔ بہر حال، جس نے بھی کیا، کام حوصلے کا تھا لیکن آئرلینڈ کو اس سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ہمیں سوچ سمجھ کر اور کوئی بہت بڑا کام کرنا ہو گا۔“

لڑکا واقعی پاگل ہے۔ انگلستان میں اپنا نام لکھنے آیا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کیسے لکھے گا، میٹ نے سوچا لیکن ممکن ہے، کوئی موقع خود بخود سامنے آجائے..... جیسے اس دن اچانک ڈولین سامنے آگئی تھی..... تقریباً اسی جگہ.....

کار اب قریب آگئی تھی لیکن کار میں بیٹھے ہوئے افراد نگاہوں سے اوجھل تھے۔ پھر کسی نے کار کی کھڑکی سے جھانکا۔ میٹ کو محض ہیولی سا نظر آیا۔ وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ جھانکنے والی کوئی عورت تھی یا مرد..... کار کی رفتار اتنی کم تھی کہ اس ہولے کو، میٹ کو گھورنے کا موقع مل گیا..... صرف میٹ کو گھورنے کا.....

میٹ کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہری دوڑ گئی۔

پھر جہاز کے بھونپو کی طرح ایک آواز گونجی۔ ”ہربرٹ بینسن!“

کیون کے سوا سب جان گئے کہ وہ کس کی آواز ہے۔ وہ اس نام کی اہمیت سے واقف تھے، البتہ کیون بے خبر تھا۔ میٹ ایک لمحے کو ساکت رہ گیا..... کار کچھ آگے بڑھی..... اور پھر رک گئی۔ ”بھاگو..... بھاگو، جان بچاؤ۔“ میٹ نے چلا کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اسے کیون کا خیال نہیں رہا کہ کیون یہ سب کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اس نے اس پر انحصار کیا کہ وہ بھی فطری طور پر سب کے ساتھ رہے گا..... وہ بھاگیں گے تو کیون بھی بھاگے گا۔ ویسے بھی وضاحت کا وقت ہی نہیں تھا۔ اس وقت تو دوڑ لگانا تھی..... اور اس کے خیال میں سب سے زیادہ خطرہ بھی اسی کو لاحق تھا۔ ہربرٹ بینسن کو، ڈولین کے بنجوں سے بچ کر بھاگنا تھا۔

وہ دھند میں اندھا دھند بھاگ کھڑا ہوا۔ قدموں کی چاپ سے اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے ہی بھاگ رہے ہیں۔ عقب سے اب بھی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ ”ہربرٹ بینسن! یہ ہربرٹ بینسن ہے۔ اسے پکڑو۔ یہ ہربرٹ بینسن ہے۔“ پھر کسی پولیس مین کی سیٹی کی منخوس آواز گونجنے لگی۔

میٹ اوکوئن کے لئے وہ ایک ڈراؤنا خواب تھا۔ اس روز کی دھند میں، وہ کار میں تھے..... اور کشتی میں تھے..... لیکن آج کی دھند میں وہ پیدل



شاید وہ اسے خود ہی مضمون ڈالتی۔ اس نے ہربرٹ کا بہت دور تک پیچھا کیا تھا۔ سب لوگ نوجوان قیدی سے بھڑے رہے تھے جبکہ وہ ہربرٹ کے پیچھے بھاگتی رہی تھی دھند نہ ہوتی تو شاید وہ اسے کبھی نہ چھوڑتی۔ بہر حال..... دھند کتنی دیر رہے گی۔ ہربرٹ بینسن بھی بالآخر پکڑا جائے گا۔

اب وہ عمارت کے اندر تھے۔ دھند سے نجات مل گئی تھی کیونکہ دھند کی حکمرانی صرف باہر تک تھی۔ اب وہ ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

”وزیراعظم آپ کے مختصر ہیں انسپٹر۔“ محل کے منتظم نے کہا۔ ”وہ رائل سوٹ میں ہیں۔ اور یہ کون ہے؟“ اس نے کیون کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”یہ قیدی ہے۔ میں اسے وزیراعظم اور ہربرٹ بینسن کی خدمت میں پیش کروں گا۔“

”لیکن مجھے تو ایسی کوئی ہدایت.....“

”کیا باتیں کرتے ہو۔ دیکھتے نہیں؟ یہ آئرش ہے۔“ انسپٹر روڈنی نے سخت لہجے میں کہا۔ ”مجھے ہربرٹ بینسن کے پاس لے چلو۔“

وہ سب منتظم کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔ زینے چڑھ کر وہ ایک طویل کاریڈور میں داخل ہوئے۔ انسپٹر اس دوران قیدی نوجوان کو بغور دیکھتا رہا۔ اس کی گردن اب بھی تنی ہوئی تھی۔ وہ خوش بدن اور خوبصورت تھا۔ صاف پتہ چلتا تھا کہ اسے گینگ میں شامل ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے ہیں۔ یہ اندازہ بھی ہوتا تھا کہ اغوا کی واردات والے عرصے میں وہ محض بچہ رہا ہوگا۔ اس کے باوجود انسپٹر کو یقین تھا کہ نوجوان اپنے گروہ کا اہم آدمی ہوگا۔ انسپٹر کو احساس ہوا کہ ڈولین بھی قیدی کو بغور دیکھ رہی ہے۔ اس کی نگاہوں میں سختی تھی۔ شاید اس لئے کہ نوجوان ہربرٹ بینسن کا ساتھی تھا۔

روڈنی محل میں پہلے بھی آچکا تھا..... لیکن یہ کافی عرصہ پہلے کی بات تھی۔ اسے یہ یاد بھی نہیں رہا تھا کہ محل میں کس قدر طویل کاریڈور موجود ہیں۔ سفید دیواروں اور سرخ قالینوں کا یہ سلسلہ بہت دور تک چلا گیا تھا۔ وہ خاموشی سے کوئی آواز پیدا کئے بغیر چلتے رہے۔ محل پر ایک عجیب سی احترام آمیز خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ شاہ جیمز موت سے دوچار تھا۔ انسپٹر روڈنی جانتا تھا کہ یہ تاریخی لمحہ ہے..... اور اس میں اس کا حصہ بھی ہے۔ اس وقت تاج برطانیہ داؤ پر لگا ہوا

ہیں؟“

اس سوال کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں تھا۔

☆-----☆-----☆

”قیدی کو یہاں لاؤ۔“ انسپٹر روڈنی نے چیخ کر کہا۔ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا لیکن اس اچانک پیش رفت نے اس کا حوصلہ بڑھا دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بالآخر اسے اس کی ثابت قدمی کا صلہ مل ہی گیا۔ اسے بادشاہ کے سامنے پُر امید رپورٹ پیش کرنا تھی..... اور حالات اچانک ہی اس کے حق میں ہو گئے تھے۔ انہوں نے سنہرے بالوں والے جس لڑکے کو پکڑا تھا وہ پُر اسرار ہربرٹ بینسن کا ساتھی تھا۔

”مضبوطی سے پکڑو اسے۔ اگر نکل گیا تو اس دھند میں دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گا۔“ انسپٹر نے چیخ کر ہدایت کی.....

..... لیکن قیدی بڑے پُر سکون انداز میں چلا آ رہا تھا۔ جدوجہد کے نتیجے میں اس کے کپڑے پھٹ گئے تھے لیکن اس کی گردن اکڑی ہوئی تھی۔ انسپٹر کو اندازہ ہو گیا کہ وہ آسانی سے زبان نہیں کھولے گا۔ تاہم ہربرٹ بینسن اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کو چوکنا کر دیا تھا۔ دھند چھٹتے ہی کارروائی شروع ہو جائے گی۔

دھند کا خیال آتے ہی روڈنی کو اٹھارہ سال پہلے کی وہ دھند یاد آگئی، جس نے واردات کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ عجیب اتفاق تھا۔ ہربرٹ کی سرگرمیوں کے ساتھ دھند کی وابستگی ضروری تھی؟ آخر کیوں؟ کیا اس شخص کے پاس دھند اگلنے والی مشین موجود ہے۔ اہم سوال یہ تھا کہ اس مرتبہ وہ کس چکر میں ہے؟ وہ سمجھم پھم کے گرد کیوں منڈلا رہا تھا؟ انسپٹر روڈنی چکر کر رہ گیا۔ دھند کی مماثلت کے خیال نے اس کے جسم میں سرد لہریں دوڑا دی۔

لیکن اس بار میں تیار ہوں۔ پہلے بے خبری کے عالم میں سب کچھ ہوا تھا۔ انسپٹر نے مسکراتے ہوئے سوچا لیکن سب سے پہلے اسے بادشاہ سے ملاقات کرنا تھی۔ وہ لوگ ہمیشہ اس سے کوئی ثبوت مانگتے تھے۔ آج اس کے پاس ثبوت موجود تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ جیتے جاگتے ثبوت کو بادشاہ کے حضور لے جائے گا۔ اسے ڈولین کی یادداشت پر رشک آنے لگا۔ اس عورت نے کمال کر دکھایا تھا۔ ہربرٹ اسے مل جاتا تو

میں کہا۔ ”اور اسے اس وقت تک قید رکھو، جب تک میری طرف سے کوئی ہدایت نہ ملے۔ اس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ بھی نہ کی جائے۔ میں اسے تمہاری تحویل میں دے رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر وزیراعظم آگے بڑھنے لگا..... لیکن انسپٹر اس کے سامنے آگیا۔

”میں سمجھا نہیں جناب۔“ انسپٹر نے کہا۔

”اس میں نہ سمجھنے کی کون سی بات ہے انسپٹر۔“ وزیراعظم کے لہجے میں سختی تھی۔

”پوچھ گچھ نہ کرنے کا کیا مطلب ہے جناب۔ اس سے ہم ہر برٹ کے متعلق اگلوائیں گے۔ یوں پرنس رچرڈ کی گمشدگی کا معمہ حل ہو جائے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ شاہ کی موت کے بعد یہ مسئلہ اور اہم ہو گیا ہے۔ ہم اس میں تساہل نہیں برت سکتے۔ میں نے اسکاٹ لینڈ یارڈ کو چوکنا کر دیا ہے۔ وہ ہر برٹ کے چکر میں لگ گئے ہوں گے۔ اب مسئلہ صرف اس سے پوچھ گچھ کا ہے.....“

”کیا؟ تم اسکاٹ لینڈ یارڈ کو مطلع کر چکے ہو۔“ وزیراعظم نے تقریباً چیخ کر کہا۔

”جی ہاں جناب۔“

”اور تم نے کس حکم کے تحت یہ قدم اٹھایا؟“

”یہ تو لازمی اقدام تھا جناب۔ ہر برٹ بینسن کوئی معمولی آدمی نہیں۔ وہ شاہ چور ہے..... اور ہمیں شاہ کی ضرورت ہے۔“

”ٹھیک ہے تم سے جو کہا جا رہا ہے، وہ کرو۔ میں خود اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے بات کروں گا۔ تم قیدی کے سلسلے میں میری ہدایات کی خلاف ورزی نہ کرنا۔“

”لیکن جناب، ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ بادشاہ کی موت کے بعد ولی عہد کا جلد از جلد ملنا ضروری ہے۔“

وزیراعظم مزید پریشان ہو گیا۔ اس کے لہجے میں تندہی آگئی۔ ”یہ کوئی بحران نہیں ہے انسپٹر، تخت خدا کی مرضی سے خالی ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے، بادشاہت کا خاتمہ..... ہمیں بادشاہ کی ضرورت نہیں ہے۔“

انسپٹر روڈنی چکرا گیا۔ وہ عمر بھر تاج برطانیہ کا وفادار رہا تھا..... اور اب تاج کو غیر ضروری قرار دیا جا رہا تھا۔ یعنی اس نے مستقبل کے جس بادشاہ کی بازیابی کے

تھا۔ انسپٹر جانتا تھا کہ اسے جلد از جلد نوجوان کی زبان کھلوانا ہوگی۔ تاکہ شاہ کی موت سے پہلے سب معاملات طے پا جائیں۔ یہ بھی ممکن تھا کہ شہزادے کی بازیابی کی خبر سن کر شاہ پھر سے جی اٹھے۔

اب وہ سب رائل سوٹ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ منتظم ان کی آمد کی خبر لے کر اندر گیا ہوا تھا۔ روڈنی نے قیدی کی طرف دیکھا، جو پہلے کی طرح، اب پُر اعتماد نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید وہ محل سے مرعوب ہو گیا تھا۔ ڈولین پریشان نظر آرہی تھی۔ شہزادے کے اغوا کے بعد پہلی مرتبہ وہ شاہ کا سامنا کرنے والی تھی اور احساسِ جرم اسے ستا رہا تھا۔

رائل سوٹ کا دروازہ کھلا..... لیکن منتظم کی بجائے وزیراعظم نمودار ہوا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ انداز ایسا تھا، جیسے وہ الیکشن میں کامیابی حاصل کر کے آ رہا ہو۔ ”اوہ..... انسپٹر روڈنی اینڈ کمپنی۔“ اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ ”انسپٹر روڈنی کون ہے؟“

انسپٹر ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ ”میں ہوں جناب۔ آتے آتے قسمت ہمارے حق میں ہو گئی.....“ اس نے کہا۔ ”محل کے باہر آئی آراے والے منڈلا رہے تھے۔ مس ڈولین نے ان میں سے ایک کو ہر برٹ بینسن کی حیثیت سے شناخت کر لیا۔ ہم نے اسے پکڑنے کی کوشش کی، لیکن وہ فرار ہو گیا۔ تاہم اس کا ایک ساتھی پکڑا گیا۔“ انسپٹر نے قیدی کی طرف اشارہ کیا۔

وزیراعظم کچھ پریشان نظر آنے لگا۔ تاہم اس نے قیدی کو بغور دیکھا۔ اس نے منہ سے کچھ نہیں کہا..... لیکن وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

”میں اس شخص کو ہر میجسٹری کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔“ انسپٹر نے قیدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ ایک ثبوت کی حیثیت رکھتا ہے۔“

”تم نے دیر کردی انسپٹر۔“ وزیراعظم نے کہا۔ ”شاہ مرچکا ہے۔“

کارڈ فور پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ ہر شخص نے سوگوارانہ انداز میں سر جھکا لیا۔ شاہ کی موت ایسا ہی تاثر رکھتی ہے کہ کائنات تک ایک لمحے کے لئے سانس روک لیتی ہے۔

”انسپٹر، اپنے قیدی کو اسکاٹ لینڈ یارڈ لے جاؤ۔“ وزیراعظم نے حکمانہ لہجے

لئے عمر عزیز کا بڑا حصہ گنویا تھا، اس کی ملک کو ضرورت ہی نہیں تھی۔  
”جناب..... اس کا مطلب ہے، آپ نہیں چاہتے کہ ہم شہزادہ رچرڈ کو تلاش کریں۔“

وزیراعظم بھی الجھن میں تھا۔ اس کا اپنا ایک خواب تھا..... اور یہ انسپکٹر اس کے خواب کے لئے مخدوش ثابت ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اتنے بہت سے لوگوں کی موجودگی میں وہ کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ ”تم نے ٹھیک سمجھا انسپکٹر۔“ اس نے سرگوشی میں کہا۔ ”ہمیں شہزادہ رچرڈ کی ضرورت نہیں۔ تمہیں ہدایت دی گئی تھی کہ شہزادے کی تلاش ترک کردو اور آئرلینڈ سے واپس چلے آؤ۔ تمہیں اسی ہدایت پر عمل کرنا ہے۔“

روڈنی نے وزیراعظم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس نے حلف اٹھایا تھا کہ وہ ہمیشہ تاج برطانیہ کا دفاع کرے گا۔ ”جناب“ میں یہ حکم نہیں مان سکتا۔“ اس نے کہا۔

وزیراعظم غصے میں چیف آف پولیس کی طرف مڑا۔ ”تم اس شخص کو فوراً گرفتار کرلو۔“ اس نے چیخ کر کہا۔

ماحول میں کشیدگی اور الجھن پیدا ہو گئی۔ پولیس والوں نے بے یقینی کی اس کیفیت میں آئرش قیدی کو چھوڑ دیا اور انسپکٹر روڈنی کی طرف بڑھ گئے اسی لمحے آئرش قیدی پلٹا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ ساتھی ہی ڈولین کی چیخ سنائی دی..... وہ بہت زوردار چیخ تھی اور ہر شخص کے حواسوں پر اثر انداز ہوئی تھی۔ صرف یہی نہیں ڈولین حرکت میں بھی آئی تھی۔ یہ اس کی تربیت کی آزمائش کا وقت تھا۔ آئرلینڈ میں سسی گئی سختیوں کا انعام داؤ پر لگا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے قیدی کے پیچھے لپکی۔ قیدی نوجوان تھا لیکن ڈولین سے زیادہ فٹ نہیں تھا۔ ڈولین جو اٹھارہ سال ڈبلن کی سڑکوں پر پیدل چلتی رہی تھی۔ جس نے اٹھارہ سال میں اتنا پیدل سفر کیا تھا کہ وہ ساری دنیا کے گرد پانچ مرتبہ چکر لگانے کے برابر تھا۔ ڈولین نے بیس قدم آگے جانے سے پہلے ہی قیدی کو پکڑ لیا۔ وہ دونوں سرخ قالین پر لڑھکنیاں کھاتے رہے۔ اب بھی ڈولین، حاوی نظر آ رہی تھی۔ پھر ایک زوردار نسوانی چیخ سنائی دی..... اور پھر الفاظ..... ”اس نے مجھے کاٹا ہے۔“ ڈولین چلائی۔

انسپکٹر فوری طور پر ان الفاظ کی اہمیت نہ سمجھ سکا وہ دوسرے پولیس والوں کی طرح ساکت و صامت کھڑا رہا، جیسے پتھر کا مجسمہ ہو۔ ڈولین اپنا زخمی ہاتھ تھامے کاٹنے والے کو بغور دیکھے جارہی تھی۔ آئرش نوجوان دہشت زدہ سا، ڈولین کو دیکھے جارہا تھا۔ پھر وہ قالین پر سے اٹھا..... اور آہستہ آہستہ دیوار سے جا لگا۔ اس کی نظریں ایک لمحے کے لئے بھی ڈولین پر سے نہیں ہٹی تھیں۔ پھر ڈولین بھی اٹھی..... لیکن پوری طرح نہیں..... اس کے گھٹنے اب بھی قالین پر تھے۔ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے اس نے وہ الفاظ کہے، جنہوں نے ہر شخص کو دہلا دیا۔ ”یور میجسٹی۔“ ڈولین نے کہا۔ اس کے لمبے میں احترام تھا۔ پھر کچھ توقف کے بعد اس نے وضاحت کی۔ ”شہزادے..... میں تمہارا چہرہ تو نہیں پہچان سکی لیکن شاہی دانتوں کی کاٹ تو میں کبھی نہیں بھول سکی ہوں۔“

☆-----☆-----☆

دھند چھٹ گئی تھی۔ لندن کی فضا پر موسم گرما کا جھٹ پٹا اتر آیا تھا۔ ستاروں کی چھب بتا رہی تھی کہ وہ ایک حسین رات ہوگی لیکن ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ میں موجود لوگوں کو اس کا احساس نہیں تھا۔ وہ تو پریشان تھے۔

وزیراعظم نے غیر متوقع صورت حال سے آگاہ کرنے کے لئے کابینہ کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ وہ سب خاموشی سے، وہ عجیب و غریب تفصیل سن رہے تھے۔ ان کے چہروں پر استعجاب کا تاثر تھا۔ وزیراعظم انہیں بکنگھم پیلس میں پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کر رہا تھا۔

”کیا یہ شناخت یقینی ہے؟ کیا اس کی کوئی اہمیت ہے؟“ ایک رکن نے پوچھا۔  
”فنگر پرنس کے معائنے سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے۔“ وزیراعظم نے کہا۔  
”وہ شہزادہ..... بلکہ شاہ رچرڈ ہے لیکن شاید آئرلینڈ میں وہ کسی اور نام سے پکارا جاتا تھا۔“

”آئرلینڈ میں..... تو کیا وہ اتنا عرصہ آئرلینڈ میں رہا ہے؟“  
”میرا اندازہ یہی ہے بہر حال وہ موقع پا کر بھاگ نکلا تھا لیکن اس گورنس نے اسے پکڑ لیا۔ نوجوان نے سوچا ہوگا آسانی سے جان چھڑا لے گا..... لیکن گورنس جو ڈو کرائے جانتی ہے۔ سو بے بسی کے عالم میں شہزادے نے اسے کاٹ کھایا۔ شاید وہ



بچپن میں بھی بکثرت کاٹا رہا ہوگا۔ بس پھر کیا تھا..... گورنس اسے فوراً پہچان گئی۔“

وزیراعظم کی پارٹی اٹھارہ سال پہلے برسرِ اقتدار آئی تھی..... اور اس طرح کہ شہزادے کے اغوا کے اسکیڈل نے مخالف پارٹی کو حکومت سے باہر کر دیا تھا۔ اب وزیراعظم کو یہ فکر تھی کہ کہیں اس اسکیڈل کی دوسری قسط اس کی پارٹی کی چھٹی نہ کر دے۔ ”اس انسپکٹر کے ساتھ میری بات بگڑ گئی تھی۔“ وزیراعظم نے اعتراف کیا۔ ”میں نے اس سے کہا کہ ہمیں شہزادہ رچرڈ کی ضرورت نہیں۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ یہ اسکاٹ لینڈ یا رڈ والے اپنے حلف کے حوالے سے خود کو شاہی خاندان کا ملازم سمجھتے ہیں اور انہی کے وفادار رہتے ہیں۔ سو میری بات سن کر انسپکٹر بھونچکا رہ گیا۔ ظاہر ہے، وہ ایسا شخص ہے جس نے شہزادے کی بازیابی کے لئے آئرلینڈ میں اٹھارہ سال گزارے ہیں۔“

کابینہ کے تمام اراکین اب الزام دینے والی نظروں سے وزیراعظم کو دیکھ رہے تھے۔ ”یہ آپ نے برا کیا کہ قبل از وقت اپنے خیالات کا اظہار کر دیا۔“ وزیر خزانہ نے کہا۔

”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ محل کا اسٹاف اور اسکاٹ لینڈ یا رڈ والے..... کبھی ہمارا ساتھ نہیں دیں گے۔“ وزیراعظم نے کہا۔ ”البتہ ایک بات ہمارے حق میں جاتی ہے۔ جیسے عوام فرانسیسی بادشاہ کو قبول نہیں کریں گے، ویسے ہی اس آئرش بادشاہ کو بھی مسترد کر سکتے ہیں۔“

”فنگر پرٹس کہیں اور چیک کرائے جائیں۔“ ہوم سیکرٹری نے تجویز پیش کی۔ ”اس سلسلے میں اسکاٹ لینڈ یا رڈ کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔“ وزیراعظم نے جواب دیا۔

”اب شہزادے کو غائب بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اتنے بہت سے لوگ اسے دیکھ چکے ہیں۔“ یہ سیکرٹری وزارت خارجہ تھا۔

”ہاں..... یہ بھی ناممکن ہے۔“

”تو پھر کیا کیا جائے۔ اسے شہزادہ رچرڈ تسلیم کر لیں؟“

”نہیں۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔“ وزیراعظم نے تند لہجے میں کہا۔ ”ہمیں

بادشاہ کی ضرورت نہیں ہے اور وہ جنگلی دہقان کیا بادشاہ بنے گا۔ ہاں..... یہ ایک نکتہ ہے۔ کل ہم پارلیمنٹ میں اس پر بحث کریں گے۔ مسئلہ اس کی اہلیت کا ہے۔ اسے تو شاہی آداب سے بھی واقفیت نہیں۔ وہ دہقان ہے..... سڑکوں پر گھومنے والا آوارہ گرد..... ہم اسے عوام کے سامنے پیش کر دیں۔ عوام یقیناً اسے مسترد کر دیں گے۔ ایک تو وہ آئرش ہے..... اور پھر گنوار۔“

☆-----☆-----☆

کیون او کوئن ان بد نصیبوں میں شامل ہو گیا تھا جن پر زبردستی عظمت تھوپ دی گئی ہو۔ دوسری طرف انسپکٹر روڈنی کا بھی یہی حال تھا۔ روڈنی صورتِ حال کا جائزہ لے رہا تھا۔ اب وہ پھر انچارج تھا۔ وہ احساسِ فتح سے سرشار تھا۔ آئرلینڈ میں گزرے ہوئے کٹھن وقت کا ہر تاثر دھل گیا تھا۔ یہ فتح قسمت نے خود اس کی جھولی میں ڈال دی تھی۔ اب اسے اس فتح کو مستحکم بنانا تھا۔ وزیراعظم کی نیت اس پر عیاں ہو گئی تھی کہ وہ اس ادارے کو تباہ کرنے کے درپے ہے۔ روڈنی کو اندازہ تھا کہ شہزادے کی بازیابی سے وزیراعظم کے حوصلے پست نہیں ہوئے ہیں، وزیراعظم کا انداز اس بات کا ثبوت تھا۔ اس نے نئے بادشاہ کے سامنے تعظیم پیش نہیں کی تھی۔ وہ صرف فنگر پرٹس کی تصدیق ہونے تک محل میں رکا تھا۔ روڈنی جانتا تھا کہ اس وقت ۱۰ اڈاؤنگ اسٹریٹ میں کابینہ کا ہنگامی اجلاس ہو رہا ہے۔ یعنی بادشاہ سے نجات پانے کی خواہش تھا وزیراعظم کی نہیں تھی..... اس میں اور لوگ بھی شریک تھے۔ وہ سب بادشاہ کی موت کے منتظر تھے..... لیکن اب ایک گڑبڑ ہو گئی تھی اور ان کا مشن آسان نہیں رہا تھا۔

دوسری طرف روڈنی خود بھی معاملے سے دستبردار ہونے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ اس نے شہزادے کی تلاش میں اپنی زندگی کے اٹھارہ سال گنوا دیئے تھے۔ وہ شہزادے کی تخت و تاج سے محرومی کیسے گوارا کرتا!

اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وزیراعظم کے علاوہ شہزادے کے دشمن کون ہیں..... اور اس کی موجودگی کا علم ہونے کے بعد محل میں اس کے حامی کتنے ہوں گے۔ یہ بات یقینی تھی کہ محل کے ملازمین شہنشاہیت کے حق میں ہوں گے۔ یہی حال محافظوں کی بریگیڈ کا ہوگا۔ وہ ہر حال میں رچرڈ کی محافظت کریں گے۔

نوبت چاہے سول وار کی آجائے، لیکن برطانیہ، بادشاہ سے محروم نہیں ہوگا۔ سو اس وقت بنیادی مسئلہ شہزادے کی حفاظت کا تھا..... اور روڈنی کی پشت پر اسکاٹ لینڈ یارڈ جیسی قوت موجود تھی۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے لئے یہ وقار کا مسئلہ تھا۔ اغوا کی واردات کے بعد یہ ادارہ اپنی ساکھ کھو بیٹھا تھا۔ اب مجرم پہلے کی طرح اسکاٹ لینڈ یارڈ سے خوفزدہ نہیں تھے۔ ادارہ ساکھ کھو بیٹھا تھا۔ اس کے لئے تو نئے کارکنوں کی بھرتی بھی مسئلہ بن کر رہ گئی تھی۔ اس کے باوجود حکومت کی طرح یارڈ نے اغوا کے کیس کو لائیخل قرار دے کر ریکارڈ کی نذر نہیں کیا تھا۔ اب جبکہ رچرڈ واپس آگیا تھا، یارڈ کو اپنی ساکھ کو بحال کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ یارڈ کو ہر صورت میں شہزادے کی حفاظت کرنا تھی۔

محل میں ہنگامہ برپا تھا۔ ملازمین اپنے نئے آقا کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے رائل سوٹ کے گرد منڈلا رہے تھے۔ نہ شاہ جیمز کی موت کی خبر راز رہی تھی اور نہ ہی شہزادے کی آمد کی خوشخبری..... بلکہ یہ خبر یقیناً اب تک محل کی چار دیواری سے باہر نکل چکی ہوگی۔ اب پہلا کام رچرڈ کو عوام کے لئے قابل قبول بنانا تھا۔ اس سلسلے میں کام شروع ہو چکا تھا شاہی درزی، شاہی خدمت گار اور شاہی حجام حرکت میں آچکے تھے۔ روڈنی نے انہیں جامع ہدایات دیں کہ وہ شہزادے کو آدمی کی جون میں لے آئیں کیونکہ صبح سویرے شہزادے کو بالکونی سے عوام کو دیدار کرانا ہوگا۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن اصل مسئلہ خود رچرڈ تھا۔ کہیں وہ بھاگ ہی نہ لے۔ روڈنی نے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے رابطہ قائم کر رکھا تھا، محل کے دفاع کی حکمت عملی ترتیب دی تھی..... اور دیگر مسائل پر بھی غور کرتا رہا تھا..... لیکن اس نے رچرڈ کو ایک لمحے کے لئے بھی اپنی نگاہ سے او جھل نہیں ہونے دیا تھا۔ آخر اس نے اٹھارہ سال اسے ڈھونڈنے میں صرف کئے تھے، وہی تو اس کی زندگی کا سرمایہ تھا۔

روڈنی نے غور سے شہزادے کو دیکھا۔ حالت درست ہونے پر وہ واقعی شہزادہ ہی نظر آئے گا۔ وہ آئی آر اے کا سڑک چھاپ لفنگا کہیں سے نہیں لگے گا، جو کہ آئی آر اے والوں کی خواہش تھی۔ آئی آر اے کے متعلق سوچتے ہی انسپکٹر کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ یہ لڑکا اتنے دنوں تک کہاں رہا ہے..... کن لوگوں کے ساتھ رہا ہے؟ اس کے خیالات کس قسم کے ہوں گے؟ انسپکٹر لرز کر رہ گیا۔ وہ تو

صرف وزیر اعظم کو شکست دینے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ اس پہلو پر تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ رچرڈ اس سے لاعلم ہے کہ وہ شہزادہ ہے۔ لوگ اسے یور میجسٹی کہہ کر پکارتے تھے تو وہ بالکل ہونق بن جاتا تھا۔ وہ تو بالکل دہقان تھا۔ بے چارہ..... یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ تخت و تاج تو ان کے لئے بھی بوجھ ہوتے ہیں جو جانتے ہیں کہ انہیں یہ ذمے داری سنبھالنی ہے۔ اسے تو اچانک ہی پتہ چلا تھا۔ وہ بے چارہ تو آئرش لوگوں کے درمیان پروان چڑھا تھا، جو ہر اعتبار سے پس ماندہ ہیں۔ اس اعتبار سے اس کا حوصلہ قابل تعریف تھا۔

”یور میجسٹی۔“ روڈنی نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ وہ شیو اور غسل کر چکا تھا اور اس وقت محافظوں کی وردی میں تھا۔ روڈنی نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کا جسم شاندار ہے، درزی کو فوجی وردی تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔ ”یور میجسٹی۔“ اس نے لڑکے کو دوبارہ مخاطب کیا۔

لڑکے نے پلٹ کر اسے خالی خالی نگاہوں سے دیکھا..... بالآخر اس نے جواب دیا۔ روڈنی کے لئے یہ ایک تجربہ تھا۔ اس نے اب تک شہزادے کی آواز نہیں سنی تھی۔ اسے بتایا گیا تھا کہ شہزادہ بہت کم گو ہے۔ ”تم سب پاگل ہو۔“ شہزادے نے کہا۔

”نہیں یور میجسٹی۔“ روڈنی نے بڑے تحمل سے کہا۔ ”آپ پرنس رچرڈ ہیں۔ آپ کو اٹھارہ سال پہلے اغوا کر لیا گیا تھا۔ آپ کے والد شاہ جیمز کا آج ہی انتقال ہوا ہے۔ ابھی آپ کو ان کا آخری دیدار بھی کرنا ہے۔“

”میں کیوں او کوئن ہوں۔“

کیون او کوئن! کیسا وحشیانہ نام ہے..... خالص آئرش، انسپکٹر نے سوچا۔ بہر حال، بچہ آئرش لوگوں کے درمیان پلا بڑھا ہے اور خود کو آئرش سمجھتا ہے بے چارہ..... اسے اپنا بچپن بالکل یاد نہیں۔ ”میں معذرت خواہ ہوں یور میجسٹی، لیکن آپ کا نام رچرڈ جیمز ہے۔ بہر حال تاجپوشی کے موقع پر آپ اپنے لئے کوئی بھی نام پسند فرما سکتے ہیں.....“

”اگر تم پاگل نہیں ہو تو میں یقیناً کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں۔“ شہزادے نے اس کی بات کاٹ دی۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کی باضابطہ شناخت ہو چکی ہے۔ کیا یور میجسٹری کو یہ محل بالکل یاد نہیں آتا؟“

شہزادے نے شدت سے نفی میں سر ہلایا، لیکن انسپکٹر نے دیکھ لیا کہ اس کی آنکھوں میں بے یقینی کی جھلک ہے۔

”بہر حال‘ آپ نے یہ تو سنا ہو گا کہ اٹھارہ سال پہلے ہمارا شہزادہ اغوا کر لیا گیا تھا۔“

اس بار شہزادے نے اثبات میں سر ہلایا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے یہ عمل اسے گراں گزر رہا ہو۔

”ڈولین..... شہزادے کی گورنس‘ وہ اس واردات کی یقینی شاہد ہے۔ واردات میں کم از کم چار افراد شریک تھے۔ لیڈر نے خود کو ہربرٹ بینسن کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے اس نے گورنس ڈولین سے محبت کا ڈرامہ رچایا تھا۔ ہربرٹ کے متعلق جتنے حقائق سامنے آئے‘ ان کی رُو سے وہ آئرش ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ اب آپ اپنے نام کو ہی لیجئے..... کیون او کوئن‘ یہ نام بھی آئرش لگتا ہے۔“

”لگتا ہے کیا..... ہے۔ میں آئرش ہوں۔“ شہزادے نے تند لہجے میں کہا۔

”یور میجسٹری کی پرورش آئرش ماحول میں ہوئی ہے‘ لیکن یور میجسٹری انگریز.....“

شہزادے نے اچانک درزی کو ایک طرف دھکیل دیا‘ جو اس کا ناپ لینے میں مصروف تھا۔ پھر اس نے روڈنی پر آنکھیں نکالیں۔ ”میں کیون او کوئن ہوں‘ سمجھے؟ میرے نام کا..... اور ہتھمے کا ریکارڈ بلی ڈون کے کینن کی ریکارڈ بک میں موجود ہے۔“

”بلی ڈون۔“ انسپکٹر چوکتا ہو گیا۔ ”اس تمام عرصے آپ بلی ڈون میں رہے ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

لیکن شہزادے کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا..... اور وہ اسے دہرانے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس کی نگاہوں میں پریشانی تھی۔

”بلی ڈون؟ کیا یہ آئرلینڈ میں ہے؟ کس طرح سے؟“ انسپکٹر نے پوچھا۔

شہزادہ خاموش رہا۔ انسپکٹر نے اپنی جیب سے آئرلینڈ کا نقشہ نکالا۔ نقشہ بہت بوسیدہ ہو چکا تھا۔ انسپکٹر نے نقشہ میز پر پھیلا دیا پھر اس نے نظر کا چشمہ لگایا اور نقشے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بلی ڈون..... بلی ڈون‘ وہ بڑبڑاتا رہا اور نقشے کو دیکھتا رہا۔

”میں اٹھارہ سال آئرلینڈ میں رہا ہوں۔“ اس نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

”میرے آدمی تمام آئرلینڈ میں پھیلے ہوئے تھے۔ میرا خیال تھا کہ میں وہاں کے ہر گاؤں کا نام جانتا ہوں لیکن بلی ڈون کا نام میں نے پہلی بار سنا ہے..... اور یہ نقشے میں بھی نہیں ہے۔ میرا دعویٰ ہے..... یہ نام آئرلینڈ کے کسی نقشے میں نہیں ملے گا۔“

اس نے نظریں اٹھا کر شہزادے کو دیکھا‘ جو ساکت کھڑا تھا۔ ”کیا یور میجسٹری جادو گروں کے ہتھے چڑھ گئے تھے اور انہوں نے یور میجسٹری کو کسی ایسی جگہ پر رکھا تھا جو رُوئے زمین پر موجود نہیں ہے۔“

☆=====☆=====☆

بلی ڈون بریگیڈ کے اراکین کو پتہ چل گیا تھا کہ ہربرٹ بینسن کی تلاش شروع ہو گئی ہے۔ کوئی چارہ نہ پا کر انہوں نے اس چھوٹے سے ہوٹل میں قیام کیا‘ جہاں وہ اٹھارہ سال پہلے ٹھہر چکے تھے۔ کیون کو اس ہوٹل کا علم تھا..... میٹ کا کہنا تھا کہ اگر وہ بچ نکلا ہے تو یہیں آئے گا۔

”ہمارے لئے اب عافیت کی ایک ہی جگہ ہے اور وہ ہے بلی ڈون۔“ ٹم نے حسب معمول سوگوار لہجے میں کہا۔

”ٹم ٹھیک کہتا ہے۔“ فل نے تائید کی۔ ڈولین تمہیں دیکھ چکی ہے۔ اب اسکاٹ لینڈ یارڈ والے تمہاری تلاش میں ہوں گے۔ بہتر یہی ہے کہ نکل چلو۔ ابھی موقع ہے۔“

میٹ نے نفی میں سر ہلایا۔ ”لندن بہت بڑا شہر ہے‘ ڈبلن سے بھی بڑا۔“ اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ”میں ڈبلن میں نہیں پکڑا جاسکتا تو یہاں کیا پکڑا جاؤں گا اور پھر میں کیون کو اس طرح ان لوگوں کے رحم و کرم پر کیسے چھوڑوں گا۔“

”کیون تو خود انگریز ہے۔“ بوڈھے ڈان نے اعتراض کیا۔

”لیکن وہ اس حقیقت سے بے خبر ہے۔ سنو‘ ہمیں اخباروں پر نظر رکھنا ہوگی۔“

اگر کسی آئرش کی گرفتاری کی خبر چھپتی ہے..... اور پتہ چلتا ہے کہ وہ جیل میں ہے



تو ہمیں اسے رہا کرانے کی کوشش کرنی ہوگی۔“

”اسے رہا..... یہ کیسے ہوگا؟“ ہارٹ نے پوچھا۔

”بڑی آسان بات ہے میں..... صرف میں اسکاٹ لینڈ یارڈ پہنچوں گا۔ تم سب بلی ڈون واپس جاؤ گے میں انہیں بتاؤں گا کہ میں ہربرٹ ہوں اور کیون اس کا پرنس رچرڈ ہے۔“

”یعنی تم اندر ہو جاؤ گے؟“

”یہ خطرہ تو میں نے اٹھارہ برس پہلے بھی مول لیا تھا۔ نہیں..... ہمیں لندن ہی میں ٹھہرنا ہوگا۔ اگر تم لوگ بزدل اور غدار ہو تو بلی ڈون واپس چلے جاؤ۔“

بزدل تو وہ تھے..... لیکن غدار کوئی نہیں تھا، چنانچہ کوئی بھی واپس نہ گیا ویسے بھی ان لوگوں نے زندگی کا اتنا عرصہ اس اسکیم کی نذر کیا تھا۔ اب تو اسے بھگتنا ہی تھا۔ وہ ہوٹل کے بار میں جم کر بیٹھ گئے جو دن رات کھلا رہتا تھا۔ ہوٹل میں بھانت بھانت کے لوگ آتے..... ان میں زیادہ تر ملاح ہوتے تھے۔ اس لئے ان کے نمایاں ہونے کا کوئی سوال نہ تھا۔ ملاحوں میں آئرش بھی ہوتے تھے۔

تمام لندن سانس روکے ہوئے کسی خبر کا منتظر تھا۔ دھند ہٹتے ہی ٹیلی ویژن پر بنگھم پبلس کا دروازہ دکھایا گیا۔ جہاں لوگ پھر جمع ہو گئے تھے۔ رعایا کو اپنے بادشاہ کی فکر تھی جو موت سے لڑ رہا تھا اور جسے بالآخر ہار جانا تھا۔

رات ہوتے ہی محل کے باہر لوگوں کا جھوم بہت بڑھ گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ ہر شخص وہاں موجود ہے جو لوگ وہاں نہیں تھے وہ ٹیلی ویژن کے آگے جے ہوئے تھے۔ ”کچھ ہونے والا ہے۔“ ٹی وی اناؤنسر نے اعلان کیا۔ ”یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ یہاں بہت سی افواہیں گردش کر رہی ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں شاہ معظم مرنے والے ہیں، لیکن یہ کوئی غیر معمولی خبر نہیں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شاہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو سرکاری طور پر اعلان کیوں نہیں ہوا۔ اس کا ایک ممکنہ سبب ہے۔ بادشاہ کا کوئی جانشین نہیں ہے۔ گویا شاہ کی موت کے اعلان کا مطلب یہ ہوگا کہ برطانیہ تاج سے محروم ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ کزن لوئس نیا بادشاہ ہے۔ کچھ کا کہنا ہے کہ شہزادہ رچرڈ اصل جانشین ہے..... لیکن شہزادے کے بارے میں تو یہ بھی یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہے۔ یہ عجیب سی کھجڑی پک رہی ہے بہر حال، کچھ نہ کچھ

ہونے والا ہے۔“

”پروا چلنے والی ہے، اور کیا ہو سکتا ہے۔“ فل نے سرگوشی کی۔ ”یہ ہوا، ہمیشہ مصیبت لاتی ہے۔“

”کاش یہ ہوا میری کھوپڑی کے لئے عقل ہی لے آئے۔“ میٹ نے جوابی سرگوشی کی۔ ”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اب کیا ہوگا۔ اگر کزن لوئس بادشاہ بن گیا..... حالانکہ یہ کیون کا حق ہے۔ کیا بے چارہ کیون تخت پر بیٹھنے کی بجائے جیل کی ہوا کھائے گا؟“

”نام کے بدلے نام۔“ بوڑھے ڈان نے یاد دلایا۔ ”اس کا مطلب بھی سمجھ میں آیا۔“

”یہ اتنا آسان نہیں ہے۔“ میٹ نے کہا۔ ”بہر حال وقت آگیا ہے۔ کاش میں اس دلخراش لمحے سے گزرنے کے لئے زندہ ہوتا۔“

لیکن میٹ بھی زندہ رہا اور وہ دل خراش لمحہ بھی گھنٹوں پر محیط ہو گیا۔ بلی ڈون بریگیڈ بار میں بیٹھی رہی۔ وہاں اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ سگریٹ کے دھوئیں نے فضا کو کثیف بنا رکھا تھا کوئی شخص باہر جانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہر شخص کی نظریں ٹی وی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر اسکرین ہی نے انہیں بتایا، صبح ہو چکی ہے۔ جذباتی تناؤ اور ہیجان مزید بڑھ گیا۔

”لیڈیز اینڈ جنٹلمین۔“ اناؤنسر کی آواز سنائی دی۔ ”ہمیں محل سے اطلاع ملی ہے کہ جلدی ہی کوئی اہم اعلان ہونے والا ہے۔ محل کی بالکونی یکایک اہمیت اختیار کر گئی ہے۔ اب ہم آپ کو بی بی سی ٹاور پر لیے چلتے ہیں..... چیئر وڈ کے پاس۔“ اس کے ساتھ ہی منظر تبدیل ہو گیا۔ کیرہ اس وقت یقیناً بی بی سی ٹاور پر تھا۔ اسکرین پر محل کی کھڑکیاں نظر آرہی تھیں۔ ”چیئر وڈ ٹاور آپ کو خوش آمدید کہتا ہے۔“ ایک اور آواز سنائی دی۔ ”یہاں صورت حال یہ ہے کہ شاید سارا شہر یہاں موجود ہے کتنے ہی لوگ اس اثر دھام میں کچلے جا چکے ہیں۔ لوگ رات سے اب تک یہاں سے گئے نہیں ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بادشاہت جب بھی منتقل ہوتی ہے، لوگوں کا جوش و خروش ایسا ہی ہوتا ہے لیکن اس بار معاملہ مختلف ہے۔ کسی کو علم نہیں کہ بادشاہ کا جانشین کون ہے۔ اوہ..... ایک منٹ..... دیکھیں تو کوئی شخص

پر ساکت کھڑا رہا۔ ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ کے کانفرنس روم پر سکوت طاری تھا۔ یہ سکوت اس وقت پورے برطانیہ پر مسلط تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ صرف ٹی وی کیمرے گنگنا رہے تھے۔ برطانیہ کے لوگوں کے سامنے اس وقت ایک اجنبی کھڑا تھا۔ ہر ذہن میں ایک ہی سوال تھا۔ کیا عوام اس اجنبی کو قبول کریں گے؟

بالکونی میں کھڑا شخص اب پہلو بدل رہا تھا۔ پھر اس نے فوجی انداز میں دایاں ہاتھ اٹھایا..... اسے لہرایا۔ یہ عجیب انداز تھا لیکن رد عمل فوری طور پر سامنے آیا۔ اچانک ہر شخص کو جیسے گویائی مل گئی۔ خدا بادشاہ کو سلامت رکھے، ان الفاظ نے ۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ کے درودیوار ہلادیئے۔ اسی وقت چیئر وڈ کو بھی جیسے اس کی کھوٹی ہوئی آواز مل گئی۔ اسے اچانک یاد آیا کہ جیسے اس کا بھی کچھ فرض ہے۔ ”یہ کون ہے؟“ اس نے کہا۔ ”ہم تو یہ جانتے ہیں کہ یہ کزن لوئس نہیں ہے۔ رات بھر افواہیں گردش کرتی رہی ہیں۔ ان میں ایک افواہ یہ بھی تھی کہ شہزادہ رچرڈ لوٹ آیا ہے۔ جی ہاں، شہزادہ رچرڈ..... شاہ جیمز کا اکلوتا بیٹا، جسے اٹھارہ سال پہلے اغوا کر لیا گیا تھا۔ یہ رچرڈ ہی معلوم ہوتا ہے۔ بالکونی پر موجود بادشاہ کی عمر ۲۱ سال کے لگ بھگ ہے۔ اگر شہزادہ زندہ ہو گا تو وہ ۲۱ سال ہی کا ہو گا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ شہزادہ رچرڈ ہی ہے۔ شاید لوگوں کے ہجوم کا سبب بھی یہی ہے۔ وہ دیکھنے آئے ہیں کہ افواہ میں کتنی صداقت ہے۔ اس وقت لوگوں کا جوش و خروش یہی بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک ان کا نیا بادشاہ، ان کا گمشدہ شہزادہ ہی ہے۔ خواتین و حضرات یہ جنوں پریوں کی کہانی معلوم ہوتی ہے۔ ننھا شہزادہ اٹھارہ سال پہلے اغوا کیا گیا تھا، پھر شاہ کے مرتے ہی وہ لوٹ آیا۔ کس قدر ناقابل یقین بات ہے۔ وہ خوبصورت ہے..... شہزادہ ہی لگتا ہے لیکن خواتین و حضرات..... اب وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اب وہ ہمارا بادشاہ ہے۔ لندن کے عوام نے اسے بادشاہ تسلیم کر لیا ہے۔ ان کے نعرے اس بات کا ثبوت ہیں۔“

جیفری ہیرنگٹن شدید غصے کے عالم میں کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک جھکے سے ٹی وی آف کر دیا۔

”دیر ہو گئی۔“ فارن سکرٹری نے اسے مخاطب کیا۔ ”آپ کو گزشتہ رات ہی کچھ کرنا چاہیے تھا۔ آپ اسے گرفتار کر سکتے تھے۔ اس ملک میں یارڈ کے علاوہ بھی کچھ

بالکونی میں نمودار ہو رہا ہے۔ ہم اپنے کیمرے کا رخ اس طرف کرتے ہیں۔ آپ بھی دیکھئے۔ یہ تو جیمبرلین ہے۔ اس کا مطلب ہے، ہم اعلان ہونے والا ہے۔ یہاں خاموشی چھا گئی ہے۔ ہم بھی خاموش ہوئے جاتے ہیں تاکہ آپ بھی سن لیں، جیمبرلین کیا اعلان کرتا ہے۔“ اس کے بعد کچھ دیر تک ہوا کی سنناٹ کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ پھر جیمبرلین کے لب متحرک ہوئے۔ ”بادشاہ مرچکا ہے۔“ اس نے روایتی جملہ دہرایا۔ ”خدا بادشاہ کو سلامت رکھے۔“ یہ روایتی جملہ تھا۔ بادشاہ کی موت پر نئے بادشاہ کے لئے زندگی کی دعا۔

لوگ اب یہ جاننے کے لئے بے چین تھے کہ سلامتی کی دعا کس کے لئے ہے۔ پھر جیمبرلین واپس چلا گیا اور چند لمحے بالکونی خالی رہی۔ اس کے بعد فوجی وردی میں ملبوس ایک دراز قامت ہیوٹی بالکونی میں نمودار ہوا۔ اس کے انداز میں ہچکچاہٹ تھی۔ وہ یوں بڑھ رہا تھا جیسے عقب سے اسے دھکیلا جا رہا ہو۔ اس کے بال سنہرے تھے وہ اپنی ہچکچاہٹ اور شرمیلے پن کے باوجود شاہی خاندان کا باوقار فرد معلوم ہو رہا تھا۔ ”یہ کون ہے؟“ ٹی وی سیٹ پر چیئر وڈ کی الجھن آمیز آواز سنائی دی۔

”یہ..... یہ تو کیون ہے۔“ میٹ نے سرگوشی کی۔ وہ بوکھلا گیا تھا۔

☆-----☆-----☆

۱۰ ڈاؤننگ اسٹریٹ میں بھی ٹی وی آن تھا۔ وہ سب گزشتہ رات سے ٹی وی کے سامنے جے ہوئے تھے۔ ان سب کی حالت خراب تھی لیکن سب سے برا حال جیفری ہیرنگٹن کا تھا۔ وہ بہت تھک گیا تھا۔ رات ہی رات میں اس کی عمر جیسے بڑھ گئی تھی لیکن اس نے ابھی ہار نہیں مانی تھی۔

”یہ کون ہے؟“ اناؤنسر چیئر وڈ کے لمبے میں الجھن تھی۔

”کیا..... کیا یہ رچرڈ ہے؟“ ہوم سیکرٹری نے پوچھا۔

”ہاں..... یہ رچرڈ ہے۔“ وزیراعظم جیفری ہیرنگٹن نے جواب دیا۔

”آپ تو کہہ رہے تھے کہ وہ بالکل گنوار ہے۔“

”حجامت سے بڑا فرق پڑتا ہے۔“ وزیراعظم نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

اناؤنسر چیئر وڈ گنگ ہو گیا تھا۔ بالکونی پر موجود شخص بھی ان لاکھوں افراد کی طرح بے یقینی اور تحیر میں مبتلا تھا، جو اس وقت اسے دیکھ رہے تھے۔ وہ دیر تک وہاں

فورسز ہیں۔“

”میرا خیال ہے اب ہم پارلیمنٹ میں اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکیں گے۔“ وزیر خزانہ نے کہا۔

”اب اس کے خلاف ہم کچھ کریں گے تو خود ہی تباہ ہو جائیں گے۔“ ہوم سکرٹری بولا۔ ”اس نے لوگوں کو تسخیر کر لیا ہے۔ ہم نے کوئی غلط قدم اٹھایا تو اسے اور طاقت مل جائے گی..... اور ہم قدیم بادشاہت کے دور میں پہنچ جائیں گے..... میگنا کارٹا سے پہلے والے دور میں۔“

”جیفری، اب تم کیا کرو گے۔ شاہ کے سامنے سر خم کر دو گے؟“ فارن سکرٹری کالجہ طنز یہ تھا۔

وزیر اعظم بری طرح گھبرچکا تھا..... لیکن اس کے کس بل ابھی نہیں نکلے تھے۔ ”ابھی ہم ہارے نہیں ہیں۔“ وہ غرایا۔ ”عوام ابھی بہت سی باتوں سے لاعلم ہے۔ ابھی انہیں یہ پتہ نہیں ہے کہ ان کا محبوب بادشاہ آئرش ہے۔“

☆-----☆-----☆

لیڈی سنتھیا کارلٹن بہت دیر سے سوئی تھی..... صبح چھ بجے اسے فون کی گھنٹی نے جگا دیا تھا۔ کال اہم تھی محل سے اس کے ایک ہی خواہ نے فون پر اسے وہ اہم اطلاع دی تھی۔ وہ خبر ناقابل یقین تھی۔ کچھ دیر بعد وہ صدمے سے سنبھلی تو اس نے جسم پر گاؤن ڈالا اور پھر سیلی کی خواب گاہ کی طرف چل دی۔

”کیا بات ہے ماما؟“ سیلی نے خمار آلود لہجے میں کہا۔ وہ بے حد حسین لڑکی تھی۔

”اٹھ جاؤ ڈارلنگ تمہیں ایک اہم خبر سنانی ہے۔“

سیلی نے بستر چھوڑ دیا۔ پانچ منٹ بعد وہ ماں کے ساتھ نیچے چلی آئی۔ لیڈی سنتھیا نے ٹی وی آن کیا..... اس دوران وہ اسے صورت حال سے آگاہ بھی کرتی رہی تھی۔ ٹی وی اسکرین پر چیئر منظر آیا۔ وہ ابھی تک اصل صورت حال سے بے خبر تھا۔ وہ دونوں بڑی بے چینی سے سکرین پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔ ”بڑی مایوس کن خبر ہے۔“ لیڈی سنتھیا نے کہا۔ ”میں تو بڑے زور شور سے پرنس لوئس کی حمایت کر رہی تھی۔ وہ فرانسیسی ہے اور ہم لوگوں کی بے رنگ زندگی میں رنگ بھر سکتا ہے لیکن..... بڑی دل خراش خبر ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ نیا بادشاہ دہقان ہے اور

آئرش لہجے میں بات کرتا ہے۔ ذرا سوچو تو..... ہم لوگ کیسے اسے برداشت کریں گے۔ ان لوگوں کو تو دیکھو..... یہ اس کے لئے تالیاں بجائیں گے صرف اس لئے کہ وہ ان جیسا ہی ہے۔ اس کی رگوں میں شاہی خون سہی، پلا بڑھا تو وہ آئرلینڈ میں ہے۔ ہم اسے کیسے برداشت کریں گے۔ لندن کی سوسائٹی اسے کیسے گوارا کرے گی۔ سیلی جان۔ یہ تو انقلاب ہے انقلاب؟“

”لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟“ حسین سیلی نے کہا۔

”کر بھی سکتے ہیں۔ لندن کے طبقہ امراء کی اپنی اہمیت ہے۔ ہماری مدد کے بغیر تو بادشاہ اپنی اہمیت برقرار نہیں رکھ سکتا۔ عام لوگوں کی تائید سے کیا ہوتا ہے۔“

”آپ کیا کریں گی؟“

”میں اپنے طبقے میں اس کے بائیکاٹ کی تجویز پیش کروں گی۔ ہم اسے تقریبات میں نظر انداز کریں گے۔ کھلے عام ناپسندیدگی کا اظہار کریں گے۔ یوں بادشاہ تنہا رہ جائے گا۔ پھر آہستہ آہستہ عوام اسے مسترد کر دیں گے۔ اس کے بعد ہم پرنس لوئس کو بلائیں گے تاکہ وہ بادشاہت سنبھال لے۔“ لیڈی سنتھیا نے بتایا۔

”شاندار..... ماما، آپ کتنی ذہین ہیں۔“ سعادت مند سیلی نے داد دی۔

اسی لمحے انہیں ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ بالکونی میں ایک نوجوان نظر آ رہا تھا۔ فوجی وردی اس کی وجاہت میں اضافہ کر رہی تھی۔ وہ طویل القامت اور خوش بدن تھا..... سورج کی کرنوں نے اس کے سنہرے بالوں میں شعلے سے دہکا دیئے تھے۔ ”یہ کون ہے؟“ چیئر وڈ کی آواز سنائی دی۔

”ماما..... دیکھئے تو۔“ سیلی نے ہجانی لہجے میں کہا۔

لیڈی سنتھیا نوجوان کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور آنکھوں سے حیرت جھانک رہی تھی۔

”ماما..... آپ اس معصوم شخص کو کیسے نقصان پہنچا سکتی ہیں؟“

”نہیں میری بچی..... میں تو تصور بھی نہیں کر سکتی تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ

میں اسے نقصان پہنچا سکتی ہوں۔“

”ابھی تو آپ خود کہہ رہی تھیں؟“

”تم غلط سمجھی ہو ڈیر۔“ لیڈی سنتھیا نے کہا۔ ”تمہیں نیا بادشاہ کیسا لگا؟“



”بہت..... بہت اچھا۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے۔“

”لیکن ماما..... اس کا لہجہ آئرش ہو گا۔“

”کتنا اچھا..... کتنا انوکھا لگے گا آئرش لہجہ۔“

☆=====☆=====☆

بیلی ڈون میں کھلبلی مچ گئی۔ کیون او کوئن برطانیہ کا بادشاہ بن گیا تھا۔ ہر شخص کیٹ کے گھر چلا آ رہا تھا۔ کیٹ دروازے پر کھڑی تھی۔ میٹ اور کیون کے جاتے ہی کیٹ ڈبلن جا کر ٹی وی خرید لائی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے لیکن ٹی وی نے اسے اداس کر دیا اسے پتہ چلا کہ اس کا بیٹا ہمیشہ کے لئے اس سے چھن گیا ہے لیکن اس نے آنسو اندر ہی اندر پی لئے۔ وہ لوگوں کو اپنے آنسو کیسے دکھاتی۔ وہ سب حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے..... اور وہ اپنا دکھ چھپائے کھڑی تھی۔

”مسز او کوئن۔“ بالآخر اپنی نے خاموشی کا طلسم توڑا۔ ”آپ نے ٹی وی دیکھا۔ وہ آپ کے کیون کو شہزادہ رچرڈ قرار دے رہے تھے۔“ اپنی کی آنکھوں میں آنسو اور لہجے میں شکایت تھی۔ ”یہی تھا مسز او کوئن؟“

کیٹ منہ سے کچھ نہ کہہ سکی لیکن اس کی اداس آنکھیں اور دکھ بھری خاموشی اس کے اقرار کا ثبوت تھی۔

اس کے ساتھ ہی سوالات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ہر شخص سوال کر رہا تھا، جواب ملے نہ ملے۔ ہر شخص اس پیچیدگی کو سمجھنے سے قاصر تھا۔ پھر عقب سے کوئی شخص بھیڑ کو ہٹاتے ہوئے آگے بڑھا۔ وہ کینن تھا، پرانا والا کینن، وہ کینن نہیں تھا جو گزشتہ اٹھارہ سال سے نگاہیں جھکائے پاگلوں کی طرح سڑکوں پر چلتا رہا تھا..... گرد و پیش سے بے خبر! آج ان کی گردن تنی ہوئی تھی، اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس کا اعتماد لوٹ آیا تھا۔ وہ کیٹ کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کیٹ کو سخت نگاہوں سے گھورا..... لیکن کیٹ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ”دیکھا تو نے عورت!“ اس نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔ ”خدا کی لائٹھی بے آواز ہے۔ اب اس ملعون میٹ کا کیا بنے گا؟ اسے خدا سخت سزا دے گا۔“

”ہش کینن، احمقانہ باتیں مت کرو۔“ کیٹ نے جواب دیا۔ ”تم میٹ کو کیا

اس سلسلے میں نیوی اور ایئر فورس سے بھی تعاون طلب کیا گیا تھا۔ محکمہ موسمیات کی رپورٹ تھی کہ مطلع صاف رہے گا اور دور دور تک دھند کا امکان نہیں ہے۔

روڈنی کو یقین تھا کہ ہربرٹ اور اس کے ساتھی لندن میں ہی ہیں۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ وہ اسکاٹ لینڈ یا رڈ کے جنگل سے نہیں نکل سکیں گے۔ فی الوقت روڈنی کی توجہ رچرڈ پر مرکوز تھی۔ وہ اس کے سنبھلنے کا منتظر تھا۔ جب شہزادہ ذہنی طور پر خود کو شاہ رچرڈ تسلیم کر لے گا فی الوقت تو وہ خود کو بلی ڈون کا کیون او کوئن سمجھنے پر مصر تھا۔ وہ وقت ہو گا جب اسے احساس ہو گا کہ آئی آر اے والوں نے اس کے ساتھ کتنی بڑی زیادتی کی ہے وہ یہ بھی جان لے گا کہ آئی آر اے مجرموں کا ٹولہ ہے۔

”اے..... تم یہ پور میجسٹری کا ڈرامہ نہیں چھوڑو گے۔“ بادشاہ نے تیز لہجے میں کہا۔

”اگر آپ اجازت دیں تو رسمی مخاطب سے گریز کیا جائے۔“ انسپکٹر نے جواب دیا۔ ”آپ کو نیند تو اچھی آئی؟“

”بہت اچھی..... میرا خیال ہے میں بیدار ہو گیا ہوں، لیکن خواب اب بھی جاری ہے۔“

”یہ خواب نہیں ہے پور میجسٹری۔“

”میں کیون او کوئن ہوں۔“

”آپ گزشتہ اٹھارہ سال کیون او کوئن ضرور رہے ہیں لیکن اب نہیں ہیں۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ کو اغوا کرنے والے شاہ جیمز کی موت کے موقع پر آپ کو واپس کیوں لے آئے؟ ممکن ہے ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو گئے ہوں۔ بہر حال ہم اتنا جانتے ہیں کہ آپ ہمیں جس وقت ملے اس وقت محل کے باہر ہربرٹ بینسن کے ساتھی موجود تھے۔ ہربرٹ ہی نے آپ کو اٹھارہ سال پہلے اغوا کیا تھا۔ اب یہ تو آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ آپ اس وقت محل کے باہر کیا کر رہے تھے۔“

بادشاہ کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ روڈنی اس کے پیچھے تھا۔ باہر موجود ہجوم کسی حد تک کم ہو گیا تھا لیکن اب بھی وہاں ہزاروں افراد موجود تھے۔

”آپ ہربرٹ بینسن کے ساتھ بکنگھم پیلس کیوں آئے تھے؟“ روڈنی نے پوچھا۔ رچرڈ کھڑکی سے جھانکتا رہا۔ شام ہو چکی تھی۔ یعنی اسے بادشاہ بنے ہوئے چوبیس

جانو..... تمہارے نزدیک یہ خدا کا انتقام ہے تم اپنی فکر کرو۔ تم اس کے راز کو عیاں کرنا چاہتے ہو۔“

کینن بوکھلا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے کس حد تک راز کھولا ہے۔ بیجانی کیفیت میں اسے یہ احساس ہی نہیں رہا تھا کہ راز کو راز رکھنا اب بھی اس کی ذمے داری ہے۔ اٹھارہ سال کی خاموشی..... اسے اب بھی خاموش رہنا ہے۔ اس کا سر پھر جھک گیا۔

”اور تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو۔“ کیٹ نے لوگوں سے کہا۔ ”ہاں..... فوجی وردی میں ملبوس بکنگھم پیلس کی بالکونی میں وہ میرا ہی بیٹا تھا..... کیون او کوئن وہ آئرش ہے خواہ وہ برطانیہ ہی میں پیدا ہوا ہو۔ اٹھارہ سال اس نے ایک آئرش ماں کی آغوش میں گزارے ہیں۔ اس نے آئرش فضاؤں میں سانس لیا ہے۔ جاؤ..... اور اس کا انتظار کرو۔ وہ واپس آئے گا..... ضرور آئے گا۔“ یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کر لیا۔

☆=====☆=====☆

انسپکٹر روڈنی نے محل کو ایک مضبوط قلعے میں تبدیل کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وزیراعظم یعنی حکومت اس کی دشمن ہے۔ دوسرا دشمن ہربرٹ ہے جو شاید محل کے گرد منڈلا رہا ہو گا۔ وہ دونوں دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار تھا۔ انسپکٹر کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وزیراعظم کے مقابلے میں دفاع کیسے کرے۔ یہی ایک صورت تھی کہ وہ وزیراعظم کی سرگرمیوں پر نظر رکھے۔ بادشاہ کے حضور باریابی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ فی الوقت اسے یہ کہہ کر ٹال دیا گیا کہ بادشاہ کو آرام کی ضرورت ہے۔ شاہ جیمز کی لاش تدفین کی تیاریوں کے لئے ایسے منتقل کردی گئی تھی۔ رچرڈ رائل سوٹ میں موجود تھا۔ محل کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا۔ جو بادشاہ کی ایک اور جھلک کے متنی تھے۔

انسپکٹر ہربرٹ کو گرفتار کر کے اسکاٹ لینڈ یا رڈ کا کھویا ہوا قاربال کرنا چاہتا تھا..... ورنہ یہ بڑی بات تھی کہ مجرم نے بروقت امانت لوٹا دی تھی۔ انسپکٹر کا رابطہ اسکاٹ لینڈ یا رڈ کے ہیڈ آفس سے تھا۔ اسے پل پل کی رپورٹ مل رہی تھی۔ یا رڈ بڑی مستعدی سے ہربرٹ کو تلاش کر رہا تھا۔ لندن کی ناکہ بندی کردی گئی تھی۔

گھٹنے ہو چکے تھے۔ ”میں کسی ہربرٹ بینسن کو نہیں جانتا۔“ اس نے چڑ کر کہا۔  
 ”ہربرٹ اس کا اصل نام نہیں۔ اصل نام تو آئرش ہوگا۔ وہ ہوشیار آدمی ہوگا۔ اس نے اٹھارہ سال آپ کو چھپائے رکھا۔ جب کہ میں اٹھارہ سال آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔.....“

رچرڈ نے پلٹ کر دیکھا۔ انسپکٹر روڈنی کو احساس ہوا کہ رچرڈ شاہ جیمز سے مختلف ہے۔ وہ دراز قامت اور خوش بدن تھا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں بادشاہوں جیسا وقار اور تحکم تھا۔ روڈنی کو فخر کا احساس ہونے لگا رچرڈ جیمز سے بڑا بادشاہ ثابت ہونے والا تھا۔

”انسپکٹر روڈنی..... یہی ہے تمہارا نام؟ مجھے کچھ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ بہر حال اب میں سوچ رہا ہوں۔ اب میری سمجھ میں آرہا ہے کہ میں کس وبال سے دوچار ہوں۔ تمہارے ثبوت ایک طرف..... اٹھارہ سال پہلے میں کچھ بھی رہا ہوں..... لیکن اب میں آئرش ہوں..... اور ہمیشہ رہوں گا۔ آپ اپنا یہ محل اور یہ یور میجسٹی کا لقب سنبھال کر رکھو۔ میں برطانیہ کی بادشاہت قبول نہیں کروں گا۔ یہ میرے اصول کے خلاف ہے۔ میرے کپڑے لاؤ۔ میں واپس جاؤں گا۔“  
 انسپکٹر حیرت سے اسے دیکھتا رہ گیا۔ یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کسی ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ”یور میجسٹی۔“ اس نے بمشکل کہا۔  
 ”میں تمہارا یور میجسٹی نہیں ہوں۔“

”آپ بادشاہ ہیں۔“

”میں لات مارتا ہوں اس بادشاہت پر۔“

”نہیں جناب، آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ برطانیہ کو آپ کی ضرورت ہے۔“  
 ”میں خوب جانتا ہوں کہ برطانیہ کو کس چیز کی ضرورت ہے لیکن میں بتانا نہیں چاہتا۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے ملک کے بارے میں ہم آئرش لوگ کیسے جذبات رکھتے ہیں؟“

”لیکن آپ آئرش نہیں ہیں۔“

”میں آئرش ہوں..... اور دنیا کی کوئی چیز..... یہ تمہارا تخت و تاج بھی اس حقیقت کو نہیں بدل سکتا..... لاؤ میرے کپڑے میں جانا چاہتا ہوں۔“

روڈنی بہت تیزی سے سوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ”آپ جلد بازی سے کام لے رہے ہیں۔“ بالآخر اس نے کہا۔ ”آپ کو بادشاہ بنے ابھی ایک ہی تو دن ہوا ہے۔ دیکھیں ابھی تو آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ بادشاہ بننے کا مطلب کیا ہے خود کو موقع تو دیتے سمجھنے کا.....“

”ہرگز نہیں۔ برطانیہ کی بادشاہت تو مجھے کسی قیمت پر قبول نہیں۔“

روڈنی نے بڑی مشکل سے اپنی مایوسی پر قابو پایا لڑکانہ صرف آئرش تھا بلکہ یقینی طور پر آئی آر اے سے متعلق بھی تھا لیکن وہ انگلینڈ کا حقیقی بادشاہ بھی تو تھا۔ ”بہت بہتر یور میجسٹی۔“ اس نے نفسیاتی داؤ آزما یا۔ ”میں جانتا ہوں کہ آپ بھی آئرش لوگوں کی طرح انگلینڈ سے نفرت کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے، آپ تخت و تاج ٹھکرا دیں گے..... یہاں سے چلے جائیں گے لیکن لوگ ٹی وی پر آپ کو دیکھ چکے ہیں۔ اخباروں میں آپ کی تصویریں چھپ چکی ہیں اب وہاں صورت حال مختلف ہوگی۔ آپ کے دوست بھی آپ کو قبول نہیں کریں گے۔ ان کے نزدیک اب آپ محض قابل نفرت انگریز ہوں گے۔“

رچرڈ سوچ میں پڑ گیا۔ وہ واضح طور پر پریشان نظر آ رہا تھا۔

روڈنی نے ایک لمحہ بھی ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ”یور میجسٹی، میں آپ کے جذبات اور آپ کی دشواریاں سمجھ رہا ہوں۔ آپ آئرلینڈ میں پلے بڑھے ہیں اور خود کو آئرش سمجھتے ہیں لیکن آپ پیدائشی انگریز ہیں..... اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ اب آپ آئرلینڈ والوں کے لئے بھی قابل قبول نہیں ہیں۔ پہلے آپ وہاں جو کچھ بھی کرتے رہے ہوں۔ خواہ مزدوری ہی کیوں نہ ہو اب آپ نہیں کر سکیں گے کیونکہ آپ کو اور سب کو معلوم ہے کہ آپ بادشاہ ہیں۔ آپ وہاں خوش تھے لیکن اب آپ کے لئے واپسی کا راستہ نہیں ہے۔ دوست آپ کو دشمن سمجھیں گے۔ لوگ کہیں گے۔ یہ انگلینڈ کا بادشاہ ہے جو مزدوری کر رہا ہے۔ لوگ مذاق اڑائیں گے۔ آپ سے ہمدردی کسی کو نہیں ہوگی۔“

بادشاہ پھر کھڑکی کی طرف پلٹ گیا۔ وہ کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا۔ باہر بوند باندی ہو رہی تھی لیکن اس کے پرستار اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اب بھی ڈٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے سروں پر چھتیاں تان لی تھیں۔ ”خدا مجھے معاف کرے۔“



رائل سوٹ میں داخل ہوتے ہوتے اسے شام ہو گئی۔ رچرڈ اب بھی فوجی وردی میں تھا۔ اس نے خالی نظروں سے اسے دیکھا..... اور پھر کھڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ انداز ایسا تھا جیسے کھڑکی سے چھلانگ لگانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ جیفری ہیرنگٹن نے گھٹنوں کے بل جھکتے ہوئے تعظیم پیش کی۔ رچرڈ نے خاموشی سے اسے قبول کر لیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ ہیرنگٹن اٹھا اور انسپکٹر کی طرف پلٹا۔ اس کی نگاہوں سے شک اور بے یقینی ہوید ا تھی۔

”انسپکٹر ہمیں تختے کی ضرورت ہے۔ ہمیں بعض اہم مسائل پر ہر میجسٹری سے تبادلہ خیال کرنا ہے۔“ وزیراعظم نے کہا۔

انسپکٹر کے پاس تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ تاہم اس نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا لیکن وزیراعظم بھی ایک ہی کائیاں تھا۔ اس نے انسپکٹر کے نکلتے ہی دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ پھر وہ رچرڈ کی طرف بڑھ آیا۔ ”یور میجسٹری“ آپ تشریف رکھیے نا۔“ وہ بولا۔ ”میری گفتگو شاید طویل ہو۔ اس کے بعد ہمیں کام کرنا ہو گا۔“

”کام؟“ رچرڈ کے لہجے میں الجھن تھی۔ ”انسپکٹر تو کہہ رہا تھا کہ مجھے سوائے وردی پن کر گھومنے کے کوئی کام نہیں کرنا ہو گا۔“

وزیراعظم تلخی سے مسکرایا۔ انسپکٹر اپنا کام شروع کر چکا تھا۔ ”انسپکٹر غلطی پر ہے۔“ اس نے کہا۔ ”بظاہر بادشاہ بننا بہت آسان ہے۔ یور میجسٹری کو ہر روز درجنوں تقریبات میں مہمان خصوصی بننا ہو گا۔ آپ کو ہر آنے والے سربراہ مملکت کا استقبال کرنا ہو گا..... سفیروں کو اسنادِ سفارت دینا ہوں گی۔ محل میں ہونے والی تقریبات میں آپ میزبان ہوں گے۔ سڑکوں اور پلوں کی افتتاحی تقریبات میں شرکت کرنا ہو گی۔ اس کے علاوہ آپ کو غیر ممالک کے سرکاری دوروں پر بھی جانا ہو گا۔ ایسے تمام مواقع پر آپ کو تقریر بھی کرنا ہو گی۔ لوگوں کو اپنی گفتگو سے مسحور کرنا ہو گا۔ آپ کی سوشل زندگی بے حد مصروف ہو گی۔ آپ کو پُر تصنع زندگی گزارنا ہو گی۔ ہر کام کرتے ہوئے شاہی وقار کو ملحوظ رکھنا ہو گا۔ آپ کی مرضی کی حیثیت ثانوی ہو گی۔ آپ کو ہماری نئی نسل کے لئے رہنما بننا ہو گا..... نمائندہ رہنما.....“

”بس، بس۔“ بادشاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”یہ سب میرے بس کا نہیں۔“

”اس کے علاوہ آپ کی ذاتی زندگی بھی اہم ہو گی.....“ وزیراعظم نے اپنی

بادشاہ بڑبڑایا۔ ”میرا کیا حشر ہونے والا ہے؟“

”آپ آزما کر تو دیکھیں۔ بادشاہ بننا زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ تنخواہ بھی معقول ملے گی۔ آپ کا کام صرف اتنا ہو گا کہ لوگوں کو موقع دیں کہ وہ آپ کو سراہیں، یور میجسٹری کہہ کر پکاریں۔“

”اور یہ اعتراف کروں کہ میں انگریز ہوں۔“ بادشاہ نے دانت پیس کر کہا۔

”اس سے تو مفر ممکن ہی نہیں ہے جناب۔“

بادشاہ نے سر کو تھپی انداز میں جنبش دی..... اور اپنے پرستاروں کی طرف متوجہ ہو گیا..... چند لمحے خاموشی رہی، پھر بادشاہ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ ”مجھے اپنا نام لکھنا تھا۔ خدا رحم کرے۔ کیا مجھے اپنا نام رچرڈ لکھنا ہو گا۔“

”میں سمجھا نہیں۔“ روڈنی نے چونک کر کہا۔

”انسپکٹر، تم نے ریڈ ہیوز اوڈونیل کا نام سنا ہے؟“

”جی ہاں، آئرلینڈ میں قیام کے دوران سنتا رہا ہوں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے وہ کوئی آئرش ہیرو تھا۔“

”ہاں..... ریڈ ہیوز انگلینڈ کے شاہی خاندان سے انتقام لے رہا ہے۔“

☆=====☆=====☆

وزیراعظم کا رویہ اس بچے کا سا تھا، جس سے اس کا من پسند کھلونا چھین لیا گیا ہو۔ بادشاہت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا موقع ہاتھ سے نکل گیا تھا، لیکن مستقبل میں اس بات کا امکان تھا۔ فی الحال تو نئے بادشاہ کی شخصیت نے اپنی رعایا کو مسحور کر دیا تھا..... سوال یہ تھا کہ بادشاہ کے اپنے احساسات کیا ہیں..... اور یہ ایک اہم سوال تھا۔ اس سوال کا جواب ملنا بہت ضروری تھا۔ چنانچہ وزیراعظم نے محل فون کر کے شاہ کے حضور باریابی کی اجازت چاہی۔ یہ اس کا حق بلکہ فرض تھا، لیکن اسے بتایا گیا کہ بادشاہ سو رہا ہے۔ وزیراعظم کو اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ انسپکٹر روڈنی کی کارستانی ہے۔ وہ محل میں اپنی پوزیشن مستحکم کر رہا ہو گا۔ جیفری ہیرنگٹن کو اندازہ ہو گیا کہ اسے کوئی عملی قدم اٹھانا ہو گا۔ اس نے کار نکلوائی اور محل کی طرف چل دیا۔ محل میں داخل ہونے میں اسے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ آخر وزیراعظم کی بھی کوئی اہمیت ہوتی ہے۔

بات جاری رکھی۔ ”اس سلسلے میں آنجہانی شاہ جیمز سے چوک ہو گئی تھی۔ ایک ولی عہد کافی نہیں ہوتا کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے اور وقت کے مزاج کا کچھ پتہ نہیں چلتا، چنانچہ آپ کو اس طرف بھی بھرپور توجہ دینا ہوگی۔ سب سے پہلے تو ہمیں آپ کے لئے مناسب شریک حیات تلاش کرنا ہوگی۔ ہمیں حسن سے غرض نہیں ہوگی۔ سیرت اور بچے پیدا کرنے کی صلاحیت زیادہ اہم ہے۔ یہ بات طے ہے کہ آپ اپنی دلہن کا انتخاب نہیں کر سکتے۔“

شادی کے تذکرے پر بادشاہ کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ آنکھوں سے وحشت جھانکنے لگی۔ وزیراعظم کا اعتماد اور بڑھ گیا۔

”اس کے علاوہ امور مملکت ہیں جن سے میرا تعلق بھی ہے۔“ وزیراعظم نے دہشت گردی کا سلسلہ جاری رکھا۔ ”ہمارے بادشاہ کو سخت محنت کرنی پڑتی ہے جناب۔ وہ امور مملکت میں بھرپور حصہ لیتا ہے..... اور ان دنوں یہ امور بہت پیچیدہ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ کو مطالعہ بھی کرنا ہوتا ہے۔ وہ کاغذات پر آنکھیں بند کر کے دستخط نہیں کرتا۔ بادشاہ کے لئے ذہانت بھی ضروری ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں یا پور میجسٹی؟“ رچرڈ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن اور خوف کا امتزاج تھا۔

وزیراعظم نے اسی پر بس نہیں کیا۔ وہ پہلا تاثر، آخری تاثر کے مقولے پر عمل کر رہا تھا۔ ”بادشاہ کا کام یوں بھی آسان نہیں ہے لیکن آپ کی دشواریاں تو اور بھی بڑھ جائیں گی، کیونکہ آپ نے زندگی آئرلینڈ میں گزاری ہے۔ بادشاہ کو باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے اور پور میجسٹی اس سے محروم ہیں۔ آپ کو کام کے ساتھ ساتھ تربیت بھی حاصل کرنی ہے۔ ہم سب آپ کی مدد کریں گے لیکن یہ عمل خاصا طویل ہوگا۔ ہمیں فوری طور پر کام شروع کرنا ہوگا۔“

رچرڈ اب بری طرح بوکھلا چکا تھا۔ وہ بدستور کھڑا ہوا تھا اور کھڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہا ہو۔ ”خدا مجھ پر رحم کرے۔“ وہ بڑبڑایا۔ ”وہ لوگ کتنے مہربان تھے، جنہوں نے مجھے اغوا کر کے ان مصیبتوں سے بچانے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے ان کے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ یہ مصیبت خود مول لی ہے۔“

”پور میجسٹی..... آپ برطانیہ کے تخت و تاج کو مصیبت قرار دے رہے

ہیں۔“ وزیراعظم نے مصنوعی حیرت ظاہر کی۔ ”یہ تو بہت بڑا انعام ہے۔ لوگ ترستے ہیں اس کے لئے۔ یہ تو وطن عزیز کی بہت بڑی خدمت ہے۔“

”میں آئرش ہوں۔ میں برطانیہ کی خدمت کیوں کروں؟“ رچرڈ نے بھنا کر کہا۔

”آپ انگریز ہیں پور میجسٹی۔“

”ہوں گا..... لیکن میں خود کو آئرش محسوس کرتا ہوں۔“

وزیراعظم نہال ہو گیا۔ اس دہقان کو دہلانا کچھ مشکل ثابت نہیں ہوا تھا۔ ”بڑی عجیب بات ہے پور میجسٹی۔“ اس نے کہا۔

”میرے لئے آئرلینڈ واپس جانا ممکن ہوتا تو میں کب کا چلا جاتا۔“ رچرڈ نے کہا۔

”لیکن انسپکٹر کا کہنا ہے کہ اب ساری دنیا جان گئی ہے، میں انگریز ہوں۔ اب آئرش لوگ مجھ سے نفرت کریں گے۔ میرے دوست مجھ سے منہ پھیر لیں گے، اور یہ حقیقت بھی ہے۔ ہم آئرش لوگ انگریزوں سے ایسی ہی نفرت کرتے ہیں۔ میرا اپنا یہی حال تھا۔“

ہیرنگٹن چند لمحے سوچتا رہا۔ انسپکٹر کی کھڑی کی ہوئی ایک رکاوٹ سامنے آگئی تھی۔ بہر حال خوش آئند بات یہ تھی کہ بادشاہ، بادشاہ بن کر خوش نہیں تھا۔ ”کوئی اور صورت نکالنا ہوگی۔“ وزیراعظم نے کہا۔ ”جب تک ذہن قبول نہ کرے، بادشاہت جیسا کام خوش اسلوبی سے انجام نہیں دیا جاسکتا۔ پور میجسٹی، اگر آپ مصر ہیں تو آپ کو اس فرض سے مستثنیٰ قرار دیا جاسکتا ہے لوگ پہلے بھی تخت و تاج چھوڑتے رہے ہیں۔“

”لیکن میں آئرلینڈ واپس نہیں جاسکتا۔“

”ممکن ہے یہ درست ہو، لیکن آپ کسی اور جگہ تو جاسکتے ہیں۔ مثلاً دولت مشترکہ کے کسی شہر میں۔“

”لیکن میرے لئے تو وہ بھی انگلینڈ ہی ہوگا۔“ رچرڈ نے تلخ لہجے میں کہا۔

وزیراعظم نے دل پر پھر رکھ کر یہ توہین برداشت کی۔ ”خیر آپ کو کہیں بھیجا جاسکتا ہے۔“ اس نے کہا۔

رچرڈ نے محسوس کیا کہ وزیراعظم اس سے جان چھڑانے کے درپے ہے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اسے احساس ہو گیا کہ اس صورت حال میں سودے بازی کی جاسکتی



ہے۔ ”میں کبھی کہیں نہیں گیا ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”مجھے نہیں معلوم کہ میں کہاں جاؤں گا۔ بہر حال کہیں بھی جاؤں مجھے رقم کی ضرورت تو ہوگی۔ میں پڑھا لکھا بھی نہیں ہوں۔ آخر میں زندگی کیسے گزاروں گا۔ مزدوری کروں گا؟“

”اس کا بندوبست بھی ہو سکتا ہے۔“ وزیراعظم نے جلدی سے کہا۔ ”اس میں چند روز لگیں گے۔ اگر آپ تخت چھوڑنے کا فیصلہ کر لیں تو میں پارلیمنٹ سے آپ کے لئے وظیفہ مقرر کروالوں گا۔ آپ یہاں نہیں رہے، آپ نے اس ملک کی کوئی خدمت نہیں کی لیکن آپ شاہ جیمز کے بیٹے ہیں۔ یہ کام ہو جائے گا۔“

رچرڈ نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اس کے پرستار اب بھی محل کے باہر ڈٹے ہوئے تھے۔ یہ اس کی مقبولیت کا ثبوت تھا۔ ”یعنی تم مجھے جانے دو گے۔ مسٹر ہیرنگٹن۔“ اس نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ ”تم مجھ سے پیچھا چھڑا کر خوش ہو گے۔ یہ اندازہ مجھے ہو گیا ہے لیکن عوام کے متعلق کیا خیال ہے؟“ اس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

وزیراعظم ششدر رہ گیا۔ دہقان احمق نہیں تھا اس نے نہ صرف اس کا مقصد بھانپ لیا تھا بلکہ..... ایک اہم دشواری کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس دشواری کے متعلق تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ ”اس سلسلے میں بھی سوچیں گے۔“ اس نے کچھ توقف کے بعد کہا۔ ”بہر حال، آپ کے الاؤنس کا بندوبست ہو جائے گا۔ دوسرا مسئلہ بھی اہم ہے۔ گمشدہ شہزادہ ہونے کی وجہ سے لوگ آپ پر جان چھڑکتے ہیں۔ بہر حال، آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی مقبولیت خود بخود ختم ہو جائے گی۔ ہمیں تحمل سے کام لینا ہو گا۔“ اس نے کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ ”اب یہ لوگ آپ کی صرف ایک جھلک دیکھنے کو بے چین ہیں۔ اگر آپ کو مقبولیت حاصل کرنا ہوتی تو آپ فوراً بالکونی میں جا کر انہیں خوش کر دیتے۔ برعکس خواہش کی صورت میں آپ انہیں نظر انداز کر دیں۔ آپ ہر عمل منفی کریں۔ غصیلے آدمی ثابت ہوں۔ تقریر کریں تو آئرلینڈ اور برطانیہ کے بارے میں بھی انہی خیالات کا اظہار کریں، جو آپ نے مجھے بتائے ہیں۔ اس طرح اپنے دشمن بنانے کی کوشش کرتے رہیں۔“

رچرڈ نے سر کو تھپیسی جنبش دی۔ ”میں ایسا ہی کروں گا لیکن میں اتنا غیر مقبول بھی نہیں ہونا چاہتا کہ پینشن سے ہی محروم ہو جاؤں۔“ اس نے کہا۔

وزیراعظم حیران رہ گیا۔ دہقان تو بہت ہوشیار ثابت ہو رہا تھا۔ تاہم یہ بات طے

تھی کہ وہ بادشاہ کا جوا اپنے کندھوں سے اتارنا چاہتا ہے۔ ہیرنگٹن کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ اگر گمشدہ شہزادہ نہ ملتا تو جذباتی عوام اسے یاد رکھتے اور کچھ نہیں تو کزن لوئس ہی کو بادشاہ بنا دیتے۔ اب یہ لڑکا انہیں بادشاہت ہی سے متفر کر دے گا۔ ”بہت بہتر مسٹر رچرڈ۔“ وزیراعظم نے یورمیجیٹی کا تکلف بھی بالائے طاق رکھ دیا۔ ”میں اپنی کابینہ سے بات کروں گا۔ اس دوران کسی پر اعتماد نہ کیجئے گا اور ہاں، خود غیر مقبول بنانے کی کوشش بھی جاری رکھئے گا۔“

☆=====☆=====☆

انسپکٹر روڈنی کارڈور میں منڈلا رہا تھا۔ اس نے رائل سوٹ کے دروازے سے کان لگا کر سننے کی کوشش کی تھی لیکن موہوم آوازوں کے سوا وہ کچھ نہیں سن سکا تھا۔ البتہ تخت و تاج چھوڑنے کا خوف ناک تذکرہ کئی بار اس کے کانوں میں پڑا تھا۔ پھر وزیراعظم نمودار ہوا..... تو اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے پر فاتحانہ غرور تھا..... انسپکٹر کو یقین ہو گیا کہ رچرڈ اور وزیراعظم کے درمیان کوئی سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ انسپکٹر نے اس سلسلے میں رچرڈ کو کریدا لیکن وہ اس سے کچھ نہیں اگلا سکا۔ اس کا مطلب تھا کہ سمجھوتہ خفیہ ہے۔ یہ بات واضح تھی کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔ رچرڈ کا رویہ تبدیل ہو گیا تھا۔ پہلے وہ اداس تھا لیکن اب مطمئن نظر آ رہا تھا۔ وہ بادشاہ تھا..... لیکن اس کا انداز بادشاہوں کا سا نہیں تھا۔ اس شام اس نے روڈنی کو اپنے سوٹ سے نکال باہر کیا۔ اسے آئرش زبان میں گالیاں بھی دیں۔ اس رات روڈنی کو ٹھیک سے نیند بھی نہیں آئی۔

صبح سویرے وہ بادشاہ کی خواب گاہ میں داخل ہوا تو بادشاہ سلامت ابھی استراحت فرما رہے تھے۔ وہ پورے لباس میں تھے، حتیٰ کہ ان کے پیروں میں جوتے بھی موجود تھے۔ ”اگر یورمیجیٹی اس انداز میں سونا پسند کرتے ہیں تو ملبوسات کی کمی پڑے گی۔ ٹھیک ہے میں آج درزی سے بات کروں گا۔“ انسپکٹر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”اگر تم اس نامعقول کو یہاں لائے تو میں اس کی گردن مروڑ دوں گا۔“ رچرڈ نے دھمکی دی۔ ”اور ہاں یہ جو لوگ محل کے باہر دھرنادے بیٹھے ہیں، نہ کیا چاہتے ہیں۔ اور تم فوراً میرا لباس منگواؤ، میں وہی کپڑے پہنا کروں گا جو پہن کر یہاں آیا تھا۔“



فوراً لے آؤ وہ کپڑے، اور ناشتے میں میرے لئے پورٹ کی بوتل بھجوانا۔“

رچرڈ کے لمبے میں تبدیلی نے روڈنی کو چونکا کر رکھ دیا۔ اس نے فوراً احکامات متعلقہ لوگوں کو پہنچائے..... شاہی موڈ تبدیل ہو چکا تھا اور روڈنی اختلافات کا خطرہ مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس تبدیلی میں وزیراعظم کا ہاتھ ہے، لیکن انداز میں اس تبدیلی کا مقصد کیا ہے..... یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

روڈنی دن بھر اس مسئلے پر سرکھپاتا رہا۔ رچرڈ ہر چیز میں کپڑے نکال رہا تھا۔ اسے ناشتہ پسند نہیں آیا تھا اس نے شیو بنوانے سے انکار کر دیا۔ اس نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ ناف تک داڑھی چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ محل کا اشاف پریشان تھا اور ہر آدمی متوقع نگاہوں سے روڈنی کو تنگ رہا تھا۔

انسپکٹر نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ رچرڈ کا دفاعی لائحہ عمل ہے۔ وہ شاہانہ انداز کا مظاہرہ کرنا نہیں چاہتا لیکن انسپکٹر کو یہ احساس بھی تھا کہ چکر کوئی اور ہے..... اور اس میں وزیراعظم کا سازشی ذہن ملوث ہے۔ وزیراعظم شہنشاہیت کا سلسلہ ختم کرنے کے چکر میں تھا۔ انسپکٹر کی سماعت میں تخت و تاج کو ٹھکرانے کے الفاظ گونجنے لگے۔ اس کا مطلب تھا اس نکتے پر رچرڈ اور وزیراعظم متفق ہیں۔ شاید رچرڈ اسی کے مطابق عمل کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں وزیراعظم نے رچرڈ کو کوئی پیش کش بھی کی ہوگی..... لیکن کیا؟ رچرڈ آئرلینڈ واپس تو جانا نہیں سکتا۔ وہ سوچتا رہا۔ لوگوں نے نئے بادشاہ کی ایک ہی جھلک دیکھی تھی لیکن وہ اس سے محبت کرنے لگے تھے۔ اس کی ایک وجہ شہزادے کی گمشدگی کا رومانوی پس منظر بھی تھا۔ ضروری تھا کہ بادشاہ، لوگوں کے جذبہ محبت کو عملاً سراہے۔ پہلا کام تو یہ تھا کہ بادشاہ اور عوام کے درمیان رابطہ قائم رہے۔ بادشاہ کو باہر نکالنا تھا تاکہ لوگ اسے اچھی طرح دیکھ سکیں۔

”یورمیبشٹی۔“ انسپکٹر نے کہا۔ ”آپ اپنی مملکت کا جائزہ کیوں نہیں لیتے۔ گاڑی نکلوائیں اور سیر کے لئے نکلیں لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہیں۔“

بادشاہ نے برا سامنہ بنایا لیکن اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے ترغیب قبول کرنے سے مشروط چمک بھی نظر آئی۔ ”میں انگریزوں سے نفرت کرتا ہوں۔ ان سب لوگوں سے کہہ دو کہ اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔ میں اپنی خوشی سے بادشاہ نہیں بناتا ہوں۔“

انسپکٹر پھر پسا ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وزیراعظم نے رچرڈ سے یہ وعدہ بھی لے لیا ہے۔ رچرڈ لوگوں کو اپنی جھلک نہیں دکھائے گا۔ وہ اپنے چاہنے والوں کو مایوس کرے گا۔ ان کے جذبے کی توہین کرے گا، یہاں تک کہ وہ جواباً اسے مسترد کر دیں گے۔ سارا منصوبہ سمجھ میں آچکا تھا۔ انسپکٹر نے فوراً جوابی حملے کی حکمت عملی ترتیب دے ڈالی۔ اگر بادشاہ اپنے چاہنے والوں کے پاس نہیں جاسکتا تو کیا ہوا۔ اس کے چاہنے والے تو اس کے پاس آسکتے ہیں۔ دیکھیں..... بادشاہ اپنا خراب رویہ کب تک برقرار رکھتا ہے۔

انسپکٹر نے محل کے اشاف سے گفتگو کی۔ اسے پتہ چلا کہ اب تک سینکڑوں افراد بادشاہ کے حضور باریابی کی درخواست کر چکے ہیں۔ وہ سب معززین تھے۔ انسپکٹر نے سوچا کہ استقبالیہ ترتیب دینا مناسب نہ ہو گا۔ فی الحال تو بادشاہ کو اس کی خواب گاہ سے نکالنا بھی کارے وارد تھا۔

”لیڈی کارلٹن اور اس کی صاحبزادی کو ملنے کی اجازت دے دی جائے۔“ کسی نے تجویز پیش کی۔

”لیڈی کارلٹن کون ہے؟“

”لندن کے طبقہ امرا کی سب سے اچھی میزبان..... اونچی سوسائٹی میں ان کی بات کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ کل بھی آئی تھیں..... اور آج بھی آئیں گی۔ وہ ہر میجسٹی سے ملنا چاہتی ہیں۔ اور ان کی صاحبزادی..... یقین کیجئے، اتنی خوبصورت لڑکی آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھی ہوگی۔“

☆-----☆-----☆

رائل سوٹ کے دروازے کھلے اور نقیب نے صدا لگائی۔ ”لیڈی سنتھیا کارلٹن اور مس سیلی کارلٹن۔“

شاہ رچرڈ کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ وہ اپنے آئرش سوٹ میں ملبوس تھا۔ وہ حسب معمول کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اعلان سن کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک خاتون اسے اپنی طرف بڑھتی نظر آئی۔ رچرڈ بڑی بے زاری سے پھر کھڑکی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

آنے والی خواتین تعظیم کے لئے جھک گئیں۔ رچرڈ کو اب صرف دو سر نظر

آ رہے تھے۔ وہ ان کے اٹھنے کا انتظار کرتا رہا لیکن ایسا لگتا تھا کہ ان کا اٹھنے کا کوئی ارادہ نہ ہو۔ ”خواتین، کیا آپ انھیں گی نہیں؟“ اس نے جان چھڑانے کے لئے کہا۔ سفید بالوں والی خاتون نے کسی جنگی بحری جہاز کی طرح ایک لنگر اٹھایا۔ ”یور میجسٹی“ میں لیڈی سنتھیا کارلٹن آپ سے رشتہ وفاداری استوار کرنے آئی ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”میں آپ کی بحفاظت وطن واپسی پر آپ کو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ اس سے طے۔ یہ میری بیٹی سیلی کارلٹن ہے۔“ وہ ایک طرف ہٹی تاکہ رچرڈ سیلی کو دیکھ سکے۔

رچرڈ نے سیلی کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر اس نے جلدی سے نظریں چرائیں۔ اس کا چہرہ تھمتھانے لگا تھا۔ اسے علم نہیں تھا کہ انگریز لڑکیاں بھی اتنی حسین ہو سکتی ہیں۔

”یور میجسٹی۔“ لیڈی سنتھیا نے اشارت لیا۔

”میرا نام کیوں او کوئن ہے۔“

”واہ، کیا خوبصورت اور انوکھا نام ہے۔“ لیڈی نے کہا۔ ”یور میجسٹی..... بعض اوقات پیار کے نام بہت دلکش ثابت ہوتے ہیں۔ مجھے اجازت مرحمت فرمائیے کہ میں آپ کو اسی نام سے پکارا کروں۔ بہر حال..... میں اور میری بیٹی آپ کی ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ ہم یور میجسٹی کو نئے ماحول سے مطابقت پیدا کرنے میں مدد دیں گے۔“

رچرڈ کے چہرے پر الجھن کا تاثر آیا۔

”بات یہ ہے یور میجسٹی کہ آپ شاہی تربیت حاصل نہیں کر سکے ہیں۔“ لیڈی نے اس کا تاثر بھانپتے ہوئے کہا۔ ”آپ کو بہت کچھ سیکھنا ہے اور اس میں ہم آپ کی مدد کریں گے۔“

”کیا سکھائیں گی آپ مجھے؟“

”میرا اشارہ شاہی آداب اور پروٹوکول کی طرف نہیں ہے۔ اس کے لئے محل میں اور لوگ موجود ہیں۔ ہم آپ کو سوشل معاملات میں مدد دیں گے۔“

”سوشل معاملات؟“

”ہاں پیارے لڑکے۔“ لیڈی نے بے تکلفی اختیار کر لی۔ ”تم ۲۱ سال کے ہو“

خبرو ہو، صحت مند ہو تمہیں زندگی سے لطف و انبساط حاصل کرنا چاہئے۔ برطانیہ کا بادشاہ ہونا بے حد پُر لطف بات ہے۔ تمہارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہوگی۔ شاہی بجرا موجود ہے، گیراج میں درجنوں کاریں ہیں بے شک، بادشاہ کی کچھ ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں اور مجھے یقین ہے تم انہیں کامیابی سے نبھاؤ گے، لیکن فرصت کے وقت تو تفریحات ہوں گی۔“

رچرڈ نے کن انکھیوں سے سیلی کو دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

”تمہیں رقص کرنا آتا ہے..... میرا مطلب ہے انگلش رقص؟“ لیڈی نے پوچھا۔

”نہیں۔“

”کشتی رانی کر سکتے ہو؟“

”نہیں۔“

”شکار اور نشانے بازی؟“

”میں آئرش ہوں، پینا جانتا ہوں اور گھڑ سواری کر سکتا ہوں۔“

”بہت خوب..... یہ دونوں بھی شاہی مشغلے ہیں باقی کام سیلی تمہیں سکھا دے گی۔“

رچرڈ نے تیسری دفعہ سیلی کو دیکھا۔ اس کی نگاہوں کا تاثر کہہ رہا تھا کہ بادشاہ بننا واقعی پُر لطف کام ہے۔

انسپکٹر چھپ کر یہ سب دیکھتا رہا تھا۔ وہ خوش تھا۔ خوش قسمتی اپنے دروازے کھول رہی تھی۔ آئی آر اے والوں نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ انہوں نے انگلینڈ کے ولی عہد کو اغوا کیا تھا..... پھر لوٹا بھی دیا تھا لیکن بالکل تباہ کر کے..... یعنی وہ بادشاہ بننا ہی نہیں چاہتا تھا لیکن اب..... سیلی کی وجہ سے صورت حال بدل رہی تھی اور یہ کافی اطمینان بخش بات تھی۔

☆=====☆=====☆

رچرڈ کی بادشاہت کے اعلان کے باوجود بلی ڈون بریگیڈ لندن میں مقیم تھی۔ ان کا خیال تھا کہ رچرڈ یا کیون کو اب بھی ان کی مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی تھی..... اور وہ بلی ڈون سے موصول ہونے والا کیٹ کا

ساتھیوں سے کہا۔ وہ سب اسے اس طرح دیکھنے لگے جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔  
”اور ناکامی کی صورت میں شاہی معافی تو ہمیں مل ہی جائے گی۔“ فل نے طنزیہ  
لہجے میں کہا۔

”بالکل..... اتنے عرصے ہم نے کیوں کا خیال رکھا ہے کیا کیون یہ بات بھول  
سکتا ہے۔ اس کے لئے اگر کوئی باپ ہے تو وہ میں ہوں۔“ میٹ نے جواب دیا۔  
”اسے یہ خیال نہیں آئے گا کہ وہ اپنے حقیقی باپ کا..... شفقت سے  
محروم رہ گیا؟“ بارٹ نے اعتراض کیا۔

وہ بار میں بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ کمروں میں وہ صرف سونے کے لئے جاتے  
تھے۔ ان کی طرح لندن کے ہر شخص کی یہی آرزو تھی کہ بادشاہ کی ایک جھلک اور  
دیکھنے کو مل جائے..... یا اس کے متعلق کوئی خبر ہی سن لے، لیکن کوئی بات سامنے  
نہیں آئی۔

”کیوں نہ ہم محل کی طرف چلیں۔“ میٹ نے تنگ آکر کہا۔ ”اسے پیغام  
بھجوائیں گے کہ اس کے بلی ڈون کے دوست اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے طور پر  
یہ سمجھ رہا ہو گا کہ ہم اسے انگریزوں کے رحم و کرم پر چھوڑ بھاگے ہیں یا وہ ہمارا انتظار  
کرتا رہا ہو گا۔“

”چپے چپے پر اسکاٹ لینڈ یارڈ والے بکھرے ہوئے ہیں۔“ بارٹ نے حسب  
معمول اعتراض کیا۔

”لیکن پکڑے جانے کی صورت میں تو ہمیں شاہی معافی مل جائے گی۔“ فل نے  
زہریلے لہجے میں کہا۔

”یہ بھی تو ممکن ہے میٹ، کہ شاہی معافی کی بجائے ہم پر خصوصی شاہی عتاب  
نازل ہو جائے۔ ممکن ہے..... کیون اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں سے کہہ رہا ہو کہ ان  
مرؤدوں کو جانے نہ دینا۔“

”نہیں..... کیون بے چاری کیٹ کو بیوہ نہیں بنا سکتا۔ وہ مجھ سے کبھی  
قریب نہیں رہا لیکن کیٹ پر جان چھڑکتا ہے۔“ میٹ نے بڑے یقین سے کہا۔

”وہ انگریز ہے۔ محل میں رہ کر بالکل انگریز ہوا جا رہا ہو گا۔ ہم اس پر اعتبار نہیں  
کر سکتے۔“

خط تھا۔ خط لکھنے کا خطرہ پہلے میٹ نے مول لیا تھا۔ اس نے کراہی کے فرضی نام سے  
کیٹ کو خط لکھا تھا۔ میٹ نے لکھا تھا، ’کے‘ کے سوا سب خیریت سے ہیں۔ ہم منتظر ہیں  
کہ صحیح صورت حال سامنے آجائے۔ کیٹ کا ردِ عمل بالکل واضح تھا۔ اس نے جواب  
میں لکھا تھا۔ ”جب تک لڑکا مطمئن نہ ہو جائے، واپس آنے کی جرات نہ کرنا۔ اگر وہ  
ناخوش ہے تو اسے واپس لانا بھی تمہاری ذمہ داری ہے..... معاملات نمٹائے بغیر  
واپس آئے تو یہاں تمہیں خوش آمدید نہیں کہا جائے گا۔“

خط پڑھنے کے بعد بریگیڈ نے فیصلہ کیا کہ بلی ڈون میں ناراض کیٹ کا سامنا کرنے  
سے بہتر ہے کہ لندن میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کو بھگت لیا جائے۔ کیٹ نے ان کے لئے کوئی  
جواز نہیں چھوڑا تھا۔ اس نے رقم بھی بھیج دی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ ضرورت  
پڑنے پر مزید رقم بھیج دی جائے گی۔

اب سوال یہ تھا کہ وہ کیا کریں۔ یہ پتہ کیسے چلائیں کہ کیون خوش ہے یا ناخوش۔  
”ہم یہیں بیٹھ کر انتظار کریں گے۔“ ٹم نے حسبِ معمول سوگوار لہجے میں اعلان کیا۔  
”یہاں تک کہ اسکاٹ لینڈ یارڈ والے اور وہ منحوس عورت ہمیں دھرلے گی۔ ہمیں تو  
یہ بھی پتہ نہیں کہ کیون کے دل میں ہماری یا آئرلینڈ کی کوئی وقعت رہی ہے یا نہیں۔“  
”تم فکر نہ کرو۔ اگر ہم پکڑے گئے تو ہمیں شاہی معافی مل جائے گی، آخر ہمارا  
کیون بادشاہ ہے۔“ میٹ نے اسے تسلی دی۔

”شاہی معافی۔“ ڈان نے پھنکار کر کہا۔ ”جب اسے پتہ چلے گا کہ ہم نے اسے  
اغوا کیا تھا تو اس پر کیا گزرے گی۔ وہ سوچے گا کہ ہم نے تو اسے تخت و تاج سے محروم  
کر ہی ڈالا تھا۔“

یہ بات خود میٹ بھی سوچتا رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے ذہن میں کئی سوالات  
چل رہے تھے۔ انہوں نے کیون کو کیسے پہچانا ہو گا؟ کیون نے انہیں اپنی آئرلینڈ والی  
زندگی کے متعلق کیا کچھ بتایا ہو گا؟ بلی ڈون بریگیڈ کے متعلق بھی بتایا ہو گا؟ یہ بھی تو  
ممکن ہے انہیں شاہی معافی پہلے ہی مل چکی ہو..... اور اسکاٹ لینڈ یارڈ والوں نے  
ان کی تلاش ترک کر دی ہو۔ اگر کیون بادشاہ بن کر ناخوش ہے تو کیا وہ واپسی کے لئے  
آزاد ہے؟ یا انہوں نے اسے قید کر لیا ہے۔

”ممکن ہے..... اسے دوبارہ اغوا کرنا پڑ جائے.....“ میٹ نے اپنے



بحث کا یہ سلسلہ چلتا رہتا اور ہر بار آخر میں میٹ کہتا۔ ”اور ریڈ ہیوز کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اس نے کیوں سے کہا تھا کہ تم انگلینڈ میں اپنا نام لکھنا۔“

”اب پتہ چل گیا نام کہاں لکھنا ہے۔“ فل جواب دیتا۔ ”بیلی ڈون بریگیڈ کے اراکین کی سزائے موت کے حکم ناموں پر وہ اپنا نام لکھے گا، سمجھے؟ اسے دستخط کرنا کتنے ہیں۔“

”مجھے یقین ہو گیا ہے کیوں نے بھی تمہاری ہی طرح ریڈ ہیوز کا دیدار کیا ہو گا۔ ریڈ ہیوز نے تم سے کہا..... شہزادہ چرالو..... بادشاہ بننے کا موقع آئے تو واپس لے آؤ۔ انگلینڈ کو تسخیر کرنے کی یہی صورت ہے لیکن دیکھو..... لوگوں نے اسے کتنا پسند کیا ہے۔ اگر وہ اغوا نہ ہوا ہوتا تو لوگ اسے اتنا نہ چاہتے تمہاری..... بلکہ ہماری حماقت نے اسے اور مقبول بنا دیا۔“ ڈان نے کہا۔

”واقعی..... ہم نے کتنی مصیبتیں اٹھائیں اور آخر میں فائدہ انہیں ہی پہنچایا“ بارٹ بولا۔

یہ بات درست تھی۔ ٹی وی اور اخبارات اس کی تائید کرتے تھے۔ نیا بادشاہ عوام میں بہت مقبول تھا۔ وہ آئرلینڈ میں پلا بڑھا تھا۔ اس کا نام..... اس کا لہجہ آرش تھا۔ اس کے باوجود وہ لوگوں کو پسند تھا۔ میٹ کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ انگریز تو آرش لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ آرش بادشاہ کو کیسے قبول کر رہے ہیں۔ اگر پس منظر میں اغوا کی واردات نہ ہوتی تو رچرڈ ایک عام بادشاہ ہوتا لیکن اب تو وہ انہیں اور زیادہ عزیز تھا لوگ اس وقت آئی آر اے کو دعائیں دے رہے ہوں گے جس نے شہنشاہیت کو نئی زندگی، نیا رنگ دیا تھا۔

بہر حال اس وقت ہر شخص بادشاہ کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔ بادشاہ صرف چند منٹ کے لئے بالکونی پر نمودار ہوا تھا اس کے بعد کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے بعد محل سے بھی کوئی اعلان نہیں ہوا۔ لوگوں کا تجسس اور بڑھ گیا۔ بادشاہ کیا کر رہا ہے؟ آئرلینڈ میں گزرے ہوئے وقت کی کہانیاں سنا رہا ہے یا نہیں! بادشاہ بن کر وہ کیا محسوس کر رہا ہے؟ لیکن سب ہی بے خبر تھے۔

پھر اچانک آنجنہانی شاہ جیمز کی تدفین کا اعلان ہوا اس کا مطلب تھا کہ تعزیتی جلوس لندن کی اہم سڑکوں سے گزرے گا..... اور حسب روایت ویسٹ منسٹر

ایسے جائے گا۔ گھوڑا گاڑی پر آنجنہانی شاہ کا تابوت ہو گا۔ سوگواروں میں سب سے پہلے شاہ جیمز کا اکلوتا بیٹا اور موجودہ بادشاہ ہو گا۔ سارے لندن میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

ایسی تقریب ہمیشہ لندن کو متحرک کر دیتی ہے سڑکوں کے دورویہ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے ہیں..... جنازہ گزرتا ہے تو لوگ نظریں جھکا کر جانے والے کو الوداع کہتے ہیں لیکن یہ موقع تو اور زوردار تھا۔ وہ نہ صرف جانے والے کو خدا حافظ کہیں گے بلکہ آنے والے کی جھلک بھی دیکھیں گے جس کے لئے وہ کب سے ترسے ہوئے تھے۔

تقریب کے موقع پر بریگیڈ نے اپنے لئے مناسب اور نمایاں جگہ تلاش کر لی تھی۔ لندن کی ساری پولیس وہاں موجود تھی لیکن ہر برٹ کا خیال کسی کے ذہن میں موجود نہیں تھا۔ وہ تو صرف امن وامان بحال رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ بات نہیں کہ ایسے موقع پر لوگ منضبط نہیں ہوتے، بلکہ جو پیچھے ہوتے ہیں وہ منظر صاف دیکھنے کے لئے آگے آنے کی کوشش تو کرتے ہی ہیں۔

”اب اگر ہمیں پہچان لیا گیا تو بھاگ بھی نہیں سکیں گے۔“ ڈان نے کہا۔

”پہچانے گا کون؟“ میٹ کے لہجے میں اعتماد تھا۔

”پولیس کی اتنی نفری دیکھ کر میرا تو دم نکلا جا رہا ہے۔“ ٹم کراہا۔

”ٹھیک ہے، تم واپس چلے جاؤ۔“ میٹ نے جواب دیا۔

”یہ ممکن کہاں ہے۔“ ٹم اور زور سے کراہا۔ ”اس ہجوم میں، میں اپنی مرضی سے ایک قدم بھی نہیں بڑھا سکتا۔“

وہ ایڈوانس بنگ تھی۔ انہیں پوری رات اسی بے آرامی میں گزارنا پڑی۔ صبح سورج نکلتے ہی مجمعے میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ چند گھنٹے خاموشی میں گزرے۔ وہ لوگ باتیں بھی نہیں کر رہے تھے کیونکہ لہجے کی وجہ سے پکڑے جانے کا خطرہ تھا۔

پھر اچانک ماتمی جلوس آتا دکھائی دیا۔ ڈرموں کی تھاپ پر چلتا ہوا، پہلے محافظوں کا دستہ نمودار ہوا۔ ان میں گھڑ سوار بھی تھے اور پیدل بھی۔ ان کی تکواریں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ میٹ کو محافظوں کی وردیوں نے بہت متاثر کیا۔ ان کے سامنے تو ریڈ ہیوز بھی بھیک مانگتا نظر آتا۔ میٹ کو خود پر اور اپنی بریگیڈ پر شرم آنے لگی۔

پھر وہ گھوڑا گاڑی آسانے آئی جس پر تابوت تھا۔ تماشا کی جھمکتی ہوئی ایک نظر تابوت پر ڈالتے..... پھر ان کی نگاہیں سوگواروں میں گم ہو جاتیں۔ سوگواروں کی قطار بہت طویل تھی۔ ان میں باوردی لوگ بھی تھے۔ وہ سب کے سب انتہائی اہم لوگ تھے..... معززین..... ان میں ایک سب سے آگے تھا۔ وہ آنجنابی بادشاہ کا اکلوتا بیٹا اور وارث رچرڈ تھا۔

میٹ نے بڑی محبت اور حیرت سے اسے دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ کیوں تو کہیں سے نہیں لگ رہا تھا۔ وہ فوجی وردی میں ملبوس تھا اور بچ رہا تھا۔ وہ خود کو بادشاہ محسوس کر رہا تھا اور اس میں اس کا کوئی قصور بھی نہیں تھا۔ کسی کو بھی ایسا لباس پہنادیں، ایسا احترام دیں اور ایسی فضا فراہم کر دیں، وہ خود کو بادشاہ ہی سمجھنے لگے گا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کیوں نہیں لگ رہا تھا۔ وہ سحرزدہ لیکن سوگوار بادشاہ تھا جو اپنے باپ کے ماتمی جلوس کی قیادت کر رہا تھا۔

میٹ کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ یہی فیصلہ کرنے کے لئے تو رکے ہوئے تھے کہ کیوں خوش ہے یا ناخوش لیکن اس لمحے وہ کیا فیصلہ کر سکتا تھا۔ وہ تو ایک بیٹے کے لئے انتہائی سوگوار لمحہ تھا..... خصوصاً ایسے بیٹے کے لئے جو جیتے جی اپنے باپ کو نہ دیکھ سکا ہو۔ شاید وہ سوچ رہا ہو کہ اس کا باپ تابوت میں ابدی نیند سو رہا ہے یا..... اس کا باپ نکما اور کاہل میٹ او کوئن ہے۔ اس کی ماں کیٹ ہے یا چارلوٹ تھی۔ اس کا وطن انگلینڈ ہے یا آئرلینڈ۔ میٹ کو احساسِ جرم ہونے لگا۔ اس نے بچے پر بڑا ظلم کیا تھا۔

پھر اچانک لڑکے نے میٹ کی طرف دیکھا۔ ان کی نظریں ملیں لیکن وہ باوقار انداز میں مارچ کرتے ہوئے بڑھتا رہا لیکن میٹ ان نگاہوں کا پیغام پا چکا تھا۔ یہ اس کا وہم نہیں تھا..... دلدلی علاقے میں ریڈ ہیوز سے ملاقات کی طرح! ”تم نے دیکھا؟“ اس نے اپنے ساتھیوں سے سرگوشی میں پوچھا۔

”میں نے دیکھا تھا۔“ فل نے جواب دیا۔ یہ بات حیران کن تھی کیونکہ فل ہی بریگیڈ کا سب سے زیادہ شکی رکن تھا۔

اور کچھ سمجھا بھی؟“

”بالکل..... میٹ تمہارا بیٹا انگریزوں کا قیدی ہے۔ وہ خوش نہیں ہے۔“

فل نے جواب دیا۔

”ہاں..... وہ فرار ہونا چاہتا ہے۔“ ڈان بولا۔

”ہمیں ایک مرتبہ پھر اسے اغوا کرنا ہوگا۔“ میٹ نے خیال آفریں لہجے میں کہا۔

”خدا دھند نازل کرے۔“ بارٹ نے دعائیہ انداز میں کہا۔

”یہ کام تو ہمیں کرنا ہی ہوگا۔ لڑکے کا ہم پر حق ہے۔“ میٹ کا دل کیون کی محبت سے سرشار تھا۔

☆=====☆=====☆

وزیراعظم جیفری ہیرنگٹن رچرڈ سے ملنے محل پہنچا۔ ”مسٹر رچرڈ..... آج تدفین میں شریک ہو کر تم نے غلطی کی ہے۔“ اس نے رچرڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بادشاہ کھڑکی سے باہر جھانک رہا تھا۔ یہ اس کا معمول بن چکا تھا۔ باہر اب بھی کچھ لوگ موجود تھے۔ ”میرے باپ کی تدفین تو ہونا ہی تھی۔“ اس نے پلٹ کر دیکھے بغیر جواب دیا۔

”لیکن تمہیں تقریب میں شریک نہیں ہونا چاہئے تھا۔“ وزیراعظم نے اصرار کیا۔ ”تم نے دیکھا..... وہاں بیشتر لوگ، جو سڑکوں پر اکٹھا تھے، صرف تمہیں دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ تم نہ صرف تدفین میں شریک ہوئے بلکہ تم نے باوقار اور دل موہ لینے والے انداز کا مظاہرہ بھی کیا۔ مارچ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تم کار میں بھی جاسکتے تھے۔“

”یہ تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔“

”بہر حال، یہ غلطی تھی۔ تم نے لوگوں پر بہت..... بہت زیادہ اچھا تاثر چھوڑا ہے۔ ایک سعادت مند بیٹا اپنے باپ کے جنازے کے ساتھ پیدل.....“

”آخر وہ میرا باپ تھا۔“

”یاد رکھو وہ انگلینڈ کا بادشاہ تھا، جو ہر آئرش کے لئے قابلِ نفرت ہوتا ہے۔“

”تم تو ایسے بات کر رہے ہو، جیسے تم بھی آئرش ہو۔“ رچرڈ نے پلٹ کر وزیراعظم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں آئرش ہوں۔ میرا تعلق شمالی آئرلینڈ سے ہے۔“

”اوہ..... یعنی ان لوگوں میں سے ہو، جو آزادی کا وعدہ سن کر انگریزوں

”جی ہاں..... میں معلوم کروں گا۔ مجھے اس قسم کے معاملات کا تجربہ تو نہیں.....“

”ہاں..... یوں میں انگلینڈ میں اپنا نام لکھ سکوں گا۔“ رچرڈ نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ ”یہی ایک صورت ہے برطانیہ کیسے تسخیر ہوگا؟ یہ اب بھی میری سمجھ میں نہیں آیا لیکن ممکن ہے کہ بادشاہت سے محرومی برطانیہ کا زوال ثابت ہو۔“

”جی؟ یہ احمقانہ خیال ہے۔“ وزیراعظم نے تند لہجے میں کہا۔ ”بادشاہت سے پیچھا چھوٹنے کے بعد برطانیہ زیادہ ترقی کرے گا۔“

رچرڈ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ ”میں آخری بادشاہ ہوں۔ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے باوجود میں انہیں چھوڑ رہا ہوں۔ میرے بعد وہ کسی کو نہیں چاہیں گے اور پھر تم تو خود بادشاہت کے خلاف ہو مسٹر ہیرنگٹن! ممکن ہے، بادشاہت کی موجودگی ہی نے برطانیہ کا شیرازہ بکھرنے نہ دیا ہو۔ ممکن ہے، اب برطانیہ پر زوال آجائے مستقبل کے بارے میں کس کو علم ہے۔“

وزیراعظم دل ہی دل میں ہنس دیا۔

”تو وہ دستاویز مجھے کب ملے گی؟“ رچرڈ نے پوچھا۔

”اررر..... دیکھیں نا..... شاہی خاندان میں تو کوئی ہے نہیں، جس سے مشورہ کریں۔ میں قانونی مشیروں سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔ کل تک سارے انتظامات مکمل ہو جائیں گے۔ آپ ٹی وی پر الوداعی تقریر کر دیجئے گا۔ کل کا دن ٹھیک رہے گا یا پور میجسٹری؟“

”میں جلد از جلد اس قید خانے سے نکلنا چاہتا ہوں“ رچرڈ نے کہا۔ ”یہاں سے نکل کر ہی میں سکھ کا سانس لے سکوں گا۔“

اس روز پہلی مرتبہ جیفری ہیرنگٹن نے بادشاہ کو حقیقی تعظیم پیش کی۔ وہ تقریباً زمین بوس ہوا اور پھر اٹھ قدموں چلتا ہوا شاہی خواب گاہ سے نکل گیا۔ کارڈور میں اس کا انسپکٹر روڈنی سے سامنا ہو گیا۔ ”ہیلو انسپکٹر“ وزیراعظم نے چمک کر کہا۔ ”کس قدر خوشگوار دن ہے۔“

☆=====☆=====☆

رچرڈ نے انسپکٹر کو صاف صاف بتا دیا کہ وہ تخت و تاج چھوڑ رہا ہے۔ انسپکٹر بے

کے ساتھ ہو گئے تھے۔“

”یور میجسٹری۔“ اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی وزیراعظم نے پینترا بدلا۔ ”میں عرض کر رہا تھا کہ تدفین میں شریک ہو کر آپ نے غلطی کی۔ کاش..... یہ غلطی آپ کی پیشین والے معاملے میں رکاوٹ.....“

”مجھے تمہاری پیشین نہیں چاہئے۔“

”کیا؟“ وزیراعظم سن ہو کر رہ گیا۔ کیا انسپکٹر نے پھر کوئی وار کیا ہے..... یا بادشاہ کو کچھ سوجھی ہے۔“ آپ کو پیشین نہیں چاہئے؟“

”نہیں، مجھے گندی انگریزی رقم نہیں چاہئے۔“ رچرڈ نے سرد لہجے میں کہا۔ ”میں سوچتا رہا ہوں..... اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ میں گڑھے کھود لوں گا۔ بس، حق حلال کی روزی کماؤں گا..... تمہارے ملک کی کرنسی بھی میرے لئے حرام ہے۔“

”آپ کا مطلب ہے، آپ بغیر پیشین کے تاج و تخت چھوڑ رہے ہیں۔“ وزیراعظم نے بے حد خوش ہو کر پوچھا۔

”ہاں مسٹر ہیرنگٹن..... اور اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتا۔“

ہیرنگٹن کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا..... ”لیکن اب تو لوگ آپ سے مزید وابستگی محسوس کر رہے ہیں۔ آپ نے تدفین میں شریک ہو کر غلطی کی.....“

”معاملہ برعکس بھی ہو سکتا ہے۔“ رچرڈ نے اس کی بات کاٹ دی۔ ”محل سے جانے کا یہ بہترین موقع ہے۔ تم کہو گے تو میں تقریر بھی کر دوں گا کہ میں تو صرف اپنے باپ کی تدفین کی غرض سے آیا تھا۔ میں اتنی اہلیت نہیں رکھتا کہ اپنے آنجمنی باپ کا منصب سنبھال سکوں..... بادشاہت میرے بس کی نہیں ہے۔“

”جی ہاں بالکل درست ہے۔“ وزیراعظم نے بڑی شدت سے سر ہلایا۔ ”یور میجسٹری میں تقریر کی تیاری میں آپ کی مدد کروں گا۔“ وزیراعظم سوچ رہا تھا کہ خود بادشاہ کے منہ سے بادشاہت کی مخالفت کرانے کا موقع ہاتھ آیا ہے۔ ”واہ یور میجسٹری واہ..... کیا شاندار آئیڈیا ہے۔“

”مجھے کسی دستاویز پر دستخط بھی کرنا ہوں گے؟“ رچرڈ نے پوچھا۔



حد دل گرفتہ تھا۔ آئی آر اے والے ناکامی کے باوجود کامیاب ہو گئے تھے۔ وہ برطانیہ کو بادشاہت سے محروم کرنا چاہتے تھے نا..... خوش قسمتی سے بادشاہ بھی مل گیا لیکن آخر وہی ہوا جو آئی آر اے والوں کی خواہش تھی۔ انسپکٹر سید ہالیدی کارلٹن کے پاس پہنچا۔ اب یہی ایک صورت رہ گئی تھی۔ گزشتہ چند روز میں سیلی نے بڑی حد تک رچرڈ کو متاثر کر لیا تھا۔ وہ رچرڈ کو رقص کی تربیت بھی دیتی رہی تھی۔ ان دنوں وہ ماں بیٹی محل کے گیٹ ہاؤس میں مقیم تھیں۔ انسپکٹر نے گیٹ روم کے دروازے پر دستک دی۔ اسے یقین تھا کہ لیڈی اور اس کی بیٹی سونے کے لئے لیٹ چکی ہوں گی۔ انہوں نے بھی تدفین میں شرکت کی تھی اور وہ بھی یقینی طور پر بری طرح تھکی ہوئی ہوں گی۔ یہ مشوہ کہ بادشاہ کو پبلک میں لانے کا بہترین موقع تدفین کا ہو گا، لیڈی کارلٹن ہی نے دیا تھا۔

تیسری دستک پر لیڈی نے دروازہ کھولا۔ وہ حیران ہوئی..... لیکن پھر انسپکٹر کے چہرے کا تاثر دیکھ کر سمجھ گئی کہ کوئی اہم بات وقوع پذیر ہوئی ہے۔ اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے انسپکٹر کو اندر آنے کا راستہ دیا۔ ”کو انسپکٹر خیر تو ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”خیریت کہاں خاتون..... تباہی سر پر آگئی۔ بادشاہ نے وزیراعظم سے کہا کہ کل وہ ٹی وی پر قوم سے خطاب کرے گا اور تخت و تاج چھوڑنے کا اعلان.....“

”کیا!“

”جی ہاں۔“

”لیکن آج تو اس نے لوگوں کے دل موہ لئے ہیں۔“

”کوئی گڑبڑ ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس کا ارادہ بدل گیا ہے۔“ انسپکٹر نے سوگوار لہجے میں کہا۔ ”اس کا کہنا ہے کہ وہ صرف باپ کی تجویز و تکفین کے لئے واپس آیا تھا۔ اسے بادشاہت سے نہ دلچسپی ہے اور نہ اس میں اہلیت ہے۔“

لیڈی صاحبہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچیں۔ تاہم انہوں نے بڑی کوشش سے خود کو سنبھال لیا۔ ”تو کیا کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا؟“ انہوں نے پوچھا۔

”نہیں، بات اتنی خراب بھی نہیں ہوئی ہے۔“

”پھر کیا کیا جائے؟“

”یہ تو سوچنا پڑے گا۔“

چند لمحے دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ دونوں کو اپنے اپنے عزائم میں شکست کا سامنا تھا اور دونوں کا مسئلہ مشترک تھا۔

”میرا خیال ہے، میں آئی آر اے والوں کی حکمت عملی سمجھ گیا ہوں۔“ انسپکٹر نے کہا۔ ”پہلے انہوں نے شہزادے کو اغوا کیا، اس میں وہ کامیاب ہو گئے، دوسرے مرحلے پر وہ شہزادے کو محل کے سامنے چھوڑ گئے۔ ہاں..... میرا خیال ہے، انہوں نے منصوبہ بندی کے تحت ایسا کیا ہے انہوں نے شہزادے کو شہزادہ رہنے ہی نہیں دیا۔ وہ شہزادے کا برین واش کر چکے تھے۔ تیسرا مرحلہ یہ ہے، جس پر اب عمل ہو رہا ہے۔ شہزادہ تاج و تخت کو ٹھکرائے گا۔ کیا نتیجہ نکلے گا اس کا؟ بد امنی پھیلے گی..... ہمیں انتشار کا سامنا کرنا ہو گا۔ شہنشاہیت ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں آئی آر اے والوں کی یہی خواہش تھی۔ انہوں نے انتقام کی شیطانی اسکیم بنائی..... اور وہ اسکیم اب آخری مرحلے میں کامیابی سے ہم کنار ہونے والی ہے۔“

”شہنشاہیت کی تباہی ہماری تباہی ہے۔“ لیڈی سنتھیا نے آہ بھر کر کہا۔ ”طبقہ امرا کی تباہی ہے، ہمیں عوام الناس میں شامل ہونا پڑے گا۔ نام نہاد جمہوریت میں ہماری کوئی شناخت، کوئی تشخص نہیں رہے گا۔ روایات ختم ہو گئیں تو ہم آرلینڈ سے بھی گئے گزرے رہ جائیں گے۔ ہاں، انسپکٹر آئی آر اے والے ہمیں پستی میں دھکیل رہے ہیں۔“

”میں نے اپنی زندگی ان کے خلاف جدوجہد میں گزار دی..... اور اب وہ کامیاب ہونے والے ہیں..... میں ہار گیا۔“ انسپکٹر نے سوگوار لہجے میں کہا۔ ”اور میں برطانیہ کی حسین ترین لڑکی کی ماں ہوں۔ میں اسے ملکہ بنانا چاہتی تھی۔“ لیڈی کارلٹن نے بڑے دکھ سے کہا۔ ”رچرڈ تاج و تخت کے ساتھ میری سیلی کو بھی ٹھکرا رہا ہے۔“

وہ دونوں پھر خاموش ہو گئے۔ دونوں کے خواب چکنا چور ہو گئے تھے۔ پھر پہلے انسپکٹر نے سنبھالا لیا۔ ”ہمارے پاس صبح تک کی مہلت ہے۔“ اس نے کہا۔

”لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟“

لیڈی کارلٹن کا چہرہ سپید پڑ گیا۔ ”تمہارا مطلب ہے ایسی صورت میں وہ شادی کر لیتے ہیں؟“

”جی ہاں۔“

”لیکن میں اپنی بیٹی کی شادی کیوں اوکوئن سے تو نہیں کرنا چاہتی۔ اگر وہ تخت و تاج چھوڑ رہا ہے تو میں سیسل کو اس کے ساتھ ملوث نہیں کروں گی۔“

”اس صورت میں ہم اسے روک سکتے ہیں اور وہ رکنے پر مجبور ہو جائے گا۔“

انسپکٹر نے کہا۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے تمام امکانات کا جائزہ لے رہا تھا۔ ”اس کے علاوہ محترمہ سیسل کی محبت اس کے پیروں کی زنجیر بن جائے گی۔“

”ہاں یہ کوشش کی جاسکتی ہے۔“

انسپکٹر اٹھ کھڑا ہوا۔ ”جی ہاں مادام“ ”اس نے کہا۔ ”باقی حکمت عملی آپ طے کر لیں۔ انہیں سمجھائیے گا کہ اس میں ملک و قوم کی بھلائی ہے۔ میں ابھی تمام ملازمین کو وہاں سے ہٹا لیتا ہوں تاکہ کسی قسم کی مداخلت کا خدشہ نہ رہے۔“ یہ کہہ کر وہ باہر نکل آیا۔

☆=====☆=====☆

”ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہو گا۔ ہم یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپنے خوابوں کی تباہی کا منظر نہیں دیکھ سکتے۔“ وہ پھر سوچ میں گم ہو گئے۔ انسپکٹر کا دماغ بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ خود کو پرانا والا انسپکٹر روڈنی محسوس کر رہا تھا۔ وہ سوچتا رہا..... مسئلے کا کوئی نہ کوئی حق یقیناً ہو گا۔ ”میڈم! چند لمحے بعد اس نے سر اٹھایا۔ ”شاید ابھی چند لمحے پہلے آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنی بیٹی کو ملکہ بنانا چاہتی ہیں۔“

”ہاں..... میں نے کہا تھا..... اور میری بچی ہے بھی اسی قابل۔“

لیڈی کارلٹن نے فخریہ لہجے میں کہا۔

انسپکٹر کے ذہن میں ایک منصوبے کے خدوخال اجاگر ہونے لگے۔ ”میں آپ سے متفق ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”اور یہ بھی بتا دوں کہ آپ کی صاحبزادی بادشاہ کو متاثر کرنے میں کامیاب رہی ہے لیکن ایک حد تک..... بہر حال ہمارے پاس زیادہ مہلت نہیں ہے۔ ہم معاملات کو فطری انداز میں آگے بڑھانے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”میڈم! میں نے آرلینڈ میں جو اٹھارہ سال گنوائے ہیں، میرا خیال ہے کسی نہ کسی کام آئیں گے۔ آرلینڈ میں، میں آئرش کردار کو بڑی حد تک سمجھ چکا ہوں۔“

انسپکٹر نے آنکھیں موند لیں۔ اب اسے لطف آنے لگا تھا..... اٹھارہ سال پہلے ہربرٹ بینسن نے جو منصوبہ ڈولین کے خلاف بنایا تھا، آج وہی اسے لوٹایا جانے والا تھا۔ ”میں آپ کو جو کچھ بتانے والا ہوں ہو جنس کے متعلق آئرش مردوں کا رویہ ہے۔“

لیڈی کارلٹن پلکیں جھپکائے بغیر اسے دیکھتی رہی۔

”وہ نوجوان، جسے ہم شاہ رچرڈ کہتے ہیں، ذہنی اعتبار سے کیوں اوکوئن ہے۔“

انسپکٹر نے کہا۔ ”وہ محترمہ سیسل سے متاثر ہوا ہے، لیکن ہمیں یاد رکھنا ہو گا کہ وہ آئرش ماحول میں پلا بڑھا ہے۔ میں آپ کو بتاؤں..... آئرش مرد شرمیلے ہوتے ہیں لیکن اگر ایک بار وہ کسی لڑکی کے ساتھ ملوث ہو جائیں تو ہمیشہ اس کا باعث حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ان کے کٹر عقائد کی وجہ سے ہے۔ وہ گناہ سے بچتے ہیں لیکن گناہ کر لیں تو اس کا کفارہ بھی ادا کرتے ہیں۔“

خدا شہ تھا۔ اس نے غصے میں دروازہ بند کیا اور انگریزوں کو برا بھلا کہنے لگا۔  
پھر اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک سنی۔ اس نے دروازہ کھولا.....  
حیرت سے اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ سیلی تھی..... لیکن بالکل مختلف  
سیلی۔ وہ باریک سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس نے گڑبڑا کر اپنی نگاہیں جھکا لیں۔  
”میں نے تمہاری آواز سنی تھی۔ تم کہہ رہے تھے کہ تم پیاسے ہو۔“ سیلی نے  
بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”لل..... لیکن..... مم..... میرا..... مم.....“  
”مطلب۔“

”سب سوچکے ہیں۔ سارے دن کے تھکے ہوئے تھے نا..... تو  
ڈیر.....“ میں تمہارے لئے یہ لائی ہوں۔“

اس بے تکلفانہ طرزِ خطاب نے رچرڈ کے رہے سے ہوش بھی اڑا دیے۔ سیلی  
کے ہاتھ پشت کی جانب تھے پھر وہ سامنے لے آئی اور رچرڈ نے دیکھا کہ اس کے دونوں  
ہاتھوں میں ٹوکریاں تھیں اور ٹوکریوں میں برف لگی شراب کی بوتلیں.....  
”تمہیں شہین پسند ہے نا ڈیر؟“

اس بار رچرڈ کا گلا بالکل خشک ہو گیا۔ ”مم..... مجھے.....  
معلوم..... نن..... نہیں۔“ اس نے بمشکل کہا۔  
”پی کر تو دیکھو۔“

رچرڈ سوچتا رہ گیا کہ اس ناخواندہ مہمان کا کیا کرے۔ اتنی دیر میں سیلی گلاس  
اٹھالائی اور اس نے بوتل کھول لی۔ اس نے ایک جام بنا کر دیا جو رچرڈ نے غٹا غٹ پی  
لیا۔ وہ نظریں اٹھانے سے گریز کر رہا تھا لیکن نظریں تھیں کہ بہکی جا رہی تھیں۔

وہ پلاتی رہی اور وہ پیتا رہا۔ پھر وہ خواب گاہ کی طرف چلی گئی۔ اب رچرڈ اپنی  
مدد آپ کر رہا تھا۔ دونوں بوتلیں صاف کرنے کے بعد وہ خواب گاہ میں داخل ہوا۔  
اور بستر پر گر پڑا۔ وہ نشے میں اس قدرتِ ذہت تھا کہ اسے یہ پتہ بھی نہ چلا کہ وہ وہاں  
تھا نہیں ہے۔ اگلے ہی لمحے وہ بے سدھ ہو چکا تھا۔ اس رات اسے اپنی اوفیلی کے سوا  
کچھ یاد نہیں تھا۔

رچرڈ اپنے سوٹ میں تنہا تھا۔ وہ اب بھی کھڑکی سے اپنے پرستاروں کو دیکھ رہا  
تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید یہ لوگ اس وقت تک یہاں سے نہیں ہٹیں گے جب تک  
میں تخت و تاج سے دست برداری کا اعلان نہیں کروں گا۔ ممکن ہے یہ مجھے جانے ہی  
نہ دیں۔ ممکن ہے میری کارروائی جائے..... ممکن ہے مجھ پر پھراؤ ہو کیونکہ  
محبت کو ٹھکرانے والوں کا انجام یہی ہوتا ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ رخصت ہوتے وقت  
وہ کار کی بجائے ہیلی کاپٹر استعمال کرے گا۔

اب رات ہو چکی تھی۔ شہ کی فضا پر دھیرے دھیرے کھرا تر رہی تھی۔ باہر کی  
روشنیاں دھندلا گئی تھیں اور آسمان پر ستاروں کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ تھک ہار کر  
وہ کھڑکی سے پلٹ آیا لیکن نیند بھی نہیں آرہی تھی۔ اس وقت وہ شراب کی ضرورت  
محسوس کر رہا تھا لیکن محل میں ایک شراب کے سوا ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔ جو  
شراب موجود تھی اسے شراب نہیں کہا جاسکتا تھا۔ اسے تو آئرش و ہسکی درکار  
تھی..... تیز..... دور تک اتر جانے والی سب کچھ بھلا دینے والی و ہسکی۔

اس نے ڈوری کھینچ کر گھنٹی بجائی..... لیکن خلافِ معمول کوئی نہیں آیا۔  
ورنہ ایک نقیب تو دروازے کے باہر ہر وقت مستعد رہتا تھا۔ اس نے کئی بار کوشش کی  
لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ کمرے میں اندھیرا تھا لیکن روشنی کرنے کو اس کا جی بھی نہیں چاہ  
رہا تھا۔ اس نے دروازہ کھول کر کاریڈور میں جھانکا اور چلایا۔ ”ارے کوئی ہے“  
بادشاہ پیاسا ہے..... ”لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ کہاں گئے سب لوگ کہاں  
گیا وہ انسپکٹر؟ کیا یہ لوگ تخت و تاج چھوڑنے سے پہلے ہی مجھے اس طرح نظر انداز  
کر دیں گے؟ ممکن ہے سب تھک گئے ہوں۔ تدفین کی تقریب تھی بھی تھکا دینے والی  
لیکن محل میں رات پوری طرح نہیں ہوتی تھی۔ کوئی نہ کوئی ہمہ وقت ہر ضرورت  
کے لئے مستعد رہتا تھا۔ وہ خود و ہسکی کی تلاش میں نکلتا لیکن محل میں بھٹک جانے کا



”آہ۔ یہ مہربان دھند۔“ میٹ نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ ”ریڈ ہیوز آج پھر ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔ یہ دھند ہمیشہ مغرب کی طرف سے اٹھتی ہے..... میڈ ان آرلینڈ۔“

دھند چھاتے ہی بادشاہ کے پرستار کھکنے لگے تھے۔ ”یہ چکر میری سمجھ میں نہیں آتا۔“ ڈان نے کہا۔ ”اتنے سارے احمق، بادشاہ کو دیکھنے کے لئے گھنٹوں ڈٹے رہے ہیں۔“

”اور چہرے دیکھو تو یوں لگتا ہے، جیسے آسمان پر کسی خاص ستارے کو دیکھ رہے ہوں۔“ فل نے ٹکڑا لگایا۔

آسمان پر کوئی ستارہ نہیں تھا۔ دھند بہت تیزی سے اپنا تسلط جما رہی تھی۔ بلی ڈون بریگیڈ والوں کے دل مسرت سے لبریز تھے۔ یہ دھند ان کے لئے تائید غیبی کی حیثیت رکھتی تھی۔ کامیابی کا شگون تھی، یہ دھند..... دوسری طرف انہیں کیون کا خیال تھا۔ انہیں کیون کی نگاہوں کی وہ مایوسی اور التجائیہ کیفیت یاد تھی۔ وہ سب متفق تھے کہ انہیں کیون کو بہر طور اس مصیبت سے نکالنا ہے..... کیونکہ پھنسیا بھی تو انہوں نے ہی تھا۔ اب ریڈ ہیوز کی مدد، اس دھند نے ان کے حوصلے بلند کر دیئے تھے وہ بہت پُر جوش تھے۔

اس سلسلے میں خود انگریزوں نے بھی ان کی خاصی مدد کی تھی۔ ان دنوں بکنگھم پیلس پوری قوم کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ کچھ لوگوں کو اس صورت حال کو منفعت بخش بنانے کی سوجھی۔ بازار میں شاہی خاندان کی اور خصوصاً رچرڈ کی بچپن کی تصویروں کا سیلاب آگیا۔ ان کے ساتھ ہی بکنگھم پیلس کی ہر زاویے سے بے شمار تصاویر بکنے لگیں۔ اس کے علاوہ کچھ لوگوں نے محض محل کا نقشہ ہی فروخت کرنا شروع کر دیا۔ وہ نقشہ بلی ڈون بریگیڈ کے لئے نعمت عظمیٰ کا درجہ رکھتا تھا۔ اس میں رائل سوئٹ کا محل وقوع بالکل واضح تھا۔

اب سڑکیں سنان ہو چکی تھیں۔ بریگیڈ کے لوگ اندھوں کی طرح ٹٹولتے ٹٹولتے محل کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ دھند اتنی دبیز ہو گئی تھی کہ برابر کھڑے آدمی کو دیکھنا بھی ناممکن تھا۔ محل بھی نگاہوں سے اوجھل تھا تاہم وہ کسی نہ کسی طرح محل تک پہنچ ہی گئے۔ محل کے دروازے بند تھے گویا انہیں جنگلا پھلا لگنا تھا۔

وہ کچھ دیر اسی سلسلے میں بحث کرتے رہے..... دھند دبیز تر ہوتی گئی۔ ان کے پاس سیڑھی بھی نہیں تھی۔ اب ایک ہی صورت تھی..... وہ یہ کہ وہ ایک دوسرے کو سیڑھی کی جگہ استعمال کریں، لیکن جنگلے کے پاس پہنچ کر یہ کام خاصا دشوار معلوم ہونے لگا۔ بوڑھے ڈان اور بارٹ کو بطور سیڑھی استعمال کر کے میٹ، فل اور ٹم جنگلے پر پہنچے۔ فل اور ٹم نے نیچے اتر کر وہ کام کیا جو انہیں کرنا تھا۔ انہوں نے نیچے سے ڈان اور بارٹ کو دھکیلا جب کہ میٹ انہیں اوپر کھینچتا رہا۔ خدا خدا کر کے وہ دونوں بھی جنگلے تک پہنچ ہی گئے۔

بلی ڈون بریگیڈ دشمن کے قلعے میں داخل ہو چکی تھی۔ غدار تو خیر وہ کبھی نہیں رہے تھے..... لیکن اس دن انہوں نے بزدلی کا جوا بھی اتار پھینکا۔ آج انہیں گرفتاری کا خوف بھی نہیں تھا۔ انہیں صرف اپنے کام سے غرض تھی۔ آرلینڈ کی دھند ان کی مدد کے لئے موجود تھی۔

یادداشت کے سہارے وہ نقشے کے مطابق بڑھتے رہے۔ انہیں خوب اندازہ تھا کہ پہرے دار کہاں کہاں موجود ہوں گے۔ محل کے متعدد دروازے تھے..... مگر ہر دروازے میں برگر الارم نصب تھا۔ ریڈ ہیوز کی تائید کے باوجود وہ الارم والا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ وہ سبکی دیوار سے چپک کر چلتے رہے۔ میٹ کو یقین تھا کہ ان کے لئے کوئی نہ کوئی دروازہ ضرور کھلے گا اور ہوا بھی یہی..... کہیں قریب ہی دروازہ کھلنے کی چڑچاہٹ سنائی دی۔ پھر قدموں کی چاپ..... اور اس کے بعد مردانہ آوازیں ابھریں۔ ”دیکھو..... اس لعنتی دھند میں بھلا کچھ نظر آئے گا۔“ کسی نے کہا۔

”خاک نظر آئے گا۔“ دوسرا بولا۔

”لیکن انسپکٹر روڈنی نے سختی سے حکم دیا ہے کہ سنتری محض دکھاوے کے لئے ہیں..... ہمیں گشت کرنا ہو گا۔“

بریگیڈ کو اندازہ ہو گیا کہ ان دونوں کا تعلق اسکاٹ لینڈ یا رڈ سے ہے۔

”گشت کیا کریں، جب کچھ نظر ہی نہیں آ رہا۔“

”فضول باتیں مت کرو۔ انسپکٹر کا اصرار بلا سبب نہیں ہو سکتا۔“

”اسے کیسے پتہ چلے گا کہ ہم باہر نہیں گئے تھے اور باہر تو ہم اس وقت بھی

ہیں۔“

”ٹھیک ہے..... تو چلو واپس چلیں..... دروازہ کہاں ہے؟“

”ہائیں کھو گیا دروازہ!“

”کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ ہم تین چار قدم ہی تو آگے آئے ہیں۔“

”پلٹ کر تین چار قدم چلو۔“

”کمال ہے..... دروازہ ہی ندادر۔“

”چلو دیوار ہی تلاش کرلو۔ اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہیں گے۔“

”لیکن دیوار کہاں ہے؟“

آوازیں آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی گئیں۔ اس دوران بلی ڈون بریگیڈ کو وہ گمشدہ دروازہ مل گیا..... انہوں نے اندر گھس کر آہستگی سے دروازہ بند کر لیا۔ اندر راہداری میں ہلکی سی روشنی تھی۔ میٹ کا اعتقاد اور پختہ ہو گیا۔ آئرلینڈ کی بزرگ روہیں ان کے ساتھ تھیں۔ وہ دائیں..... کبھی بائیں مڑتے رہے..... زینے چڑھتے اترتے رہے۔ سارے کاریڈور انہیں ایک جیسے ہی لگ رہے تھے۔ بس وہ ریڈ ہیوز کے سہارے چل رہے تھے۔ پھر وہ ایک ایسے کاریڈور میں آئے جو نسبتاً زیادہ روشن تھا۔ وہاں سرخ قالین بچھے ہوئے تھے۔ ”مجھے تو شک ہے کہ یہاں کوئی رہتا بھی ہوگا۔“ ڈان نے سرگوشی کی۔

”سینکڑوں لوگ ہوں گے یہاں۔“ میٹ نے بھی سرگوشی میں جواب دیا۔ ”لیکن اس وقت سب سو رہے ہوں گے۔ پرے دار باہر دھند میں بھٹک رہے ہوں گے۔“

بہر حال، انہیں کسی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ وہ ذہن میں محفوظ نقشے کی مدد سے آگے بڑھ رہے تھے اور اب شاید اپنی منزل پر پہنچ گئے تھے۔

”یہ ہے وہ دروازہ۔“ میٹ نے دروازے کے سامنے رکتے ہوئے کہا۔ ”وہ اندر ہی اندر ہوگا۔ خدا جانے وہ اسے پابہ زنجیر رکھتے ہوں۔“

”اس سے کہو گے کیا؟“ ڈان نے پوچھا۔ ”اب وہ انگلینڈ کا بادشاہ ہے۔“

”یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ ویسے شہزادہ تو وہ شروع ہی سے تھا۔“

وہ دستک نہیں دے سکتے تھے۔ کیا پتہ..... اندر اسکاٹ لینڈ یارڈ والے موجود ہوں۔ میٹ نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ

کھل گیا۔ اندر گہری تاریکی تھی، جب کہ ان لوگوں کے پاس ٹارچ تک نہیں تھی۔ میٹ بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ اب ہچکچاہٹ کا کیا سوال تھا۔

”دروازہ بند کر دو۔“ میٹ نے کہا۔

کسی نے دروازہ بند کر دیا۔ کچھ دیر وہ خاموشی سے تاریکی میں کھڑے سن گن لیتے رہے۔ بالآخر کچھ دیر بعد انہیں خراٹوں کی آواز سنائی دی۔ ”یہ تو کیوں ہے“ میٹ۔ ”بارٹ نے کہا۔“

”اور اگر وہی ہے تو بے فکری سے سو رہا ہے..... میرا خیال ہے بادشاہ بن کر خوش ہے۔ کیسے ہمیں غلط فہمی تو نہیں ہوئی؟“

وہ بڑی احتیاط سے فرنیچر سے بچتے بچاتے آگے بڑھتے رہے۔ خراٹوں کی آواز کے سہارے وہ جمادی سائز کے ایک بیڈ تک پہنچ گئے۔

”کیوں..... کیوں اوکوئن۔“ میٹ نے آہستہ سے اسے پکارا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ لڑکا ہڑبڑا کر اٹھے اور شور مچادے۔

خراٹوں کی آواز تھم گئی۔ چند لمحے خاموشی رہی..... پھر کسی نے سرگوشی میں پوچھا۔ ”کون ہے؟“

”میٹ اوکوئن..... مع بلی ڈون بریگیڈ۔“ میٹ نے جواب دیا۔

”خدا رحم کرے..... تم یہاں پہنچے کیسے؟“

”دھند کے سہارے..... ویسے اب تو خاصی مشق ہو گئی ہے دھند میں چلنے کی۔“

کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی، پھر کیون اٹھ بیٹھا۔ ”واقعی، یہ تو تم ہو۔“ اس نے کہا۔ ”تم ہربرٹ بینسن ہونا، جو آیاؤں سے معصوم بچے چھین بھاگتا ہے؟“

”ہاں..... میں ہی ہوں۔“ میٹ نے کہا۔ کیون کے لہجے کی تلخی نے اسے دہلا دیا۔ ”میں نے..... اور میرے ساتھیوں نے تمہیں اغوا کیا تھا، لیکن میں نے کیا کیا تھا، میں نے تو ریڈ ہیوز کی ہدایت پر عمل کیا تھا، جو اس نے دلدلی علاقے میں مجھے دی تھی۔“

اب کیون کے چونکنے کی باری تھی۔ ”ریڈ ہیوز!“ اس کے لہجے میں استعجاب تھا۔

”ہاں..... ریڈ ہیوز نے آئرلینڈ کی سر بلندی اور برطانیہ کے زوال کے لئے یہ ترکیب بتائی تھی کہ مجھے نام کے بدلے نام لینا ہو گا۔“

”نام کے بدلے نام! اس کا کیا مطلب ہوا؟“

”مطلب سمجھنے کے لئے تو ہمیں بھی سر کھپانا پڑا تھا۔ وہ انگریز بادشاہ ہی تو تھے جو اوکوئن خاندان کے سپوتوں کو نسل در نسل مٹاتے رہے تھے۔ میں آخر اد کوئن تھا۔ میرے بعد میری نسل فنا ہو جاتی۔ تم انگریز بادشاہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ میں نے اپنے خاندان کے ہزاروں افراد کے بدلے تمہیں لے لیا۔“

”ہمیں فوراً یہاں سے نکل لینا چاہئے۔“ ٹم نے متفکرانہ انداز میں کہا۔ ”یہ باتیں باہر نکل کر بھی کی جاسکتی ہیں۔“

”ٹم ٹھیک کہتا ہے۔“ میٹ نے کہا۔ ”جلدی سے کپڑے پہنو، ہم صرف تمہیں واپس لے جانے کے لئے آئے ہیں۔“

کیون نے سوچ دبا کر روشنی کر دی۔ وہ سب اندھیرے کے عادی التوؤں کی طرح پلکیں جھپکانے لگے۔ کیون نے جلدی جلدی کپڑے پہنے اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ بریگیڈ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

”واہ..... کیا زبردست دھند ہے۔“ میٹ نے کہا۔ ”بالکل ویسی جیسی اغوا والے دن تھی اور آج پھر ہم تمہیں اغوا کر رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان معاملات میں ریڈ ہیوز کا ہاتھ ہے۔“

”اچھا..... جب تم پہلی مرتبہ مجھے اٹھالے گئے تھے اس روز بھی دھند تھی؟“ کیون نے پوچھا۔ ”یہ دھند کس سلسلے میں اتری تھی؟“

میٹ نے سر کھجایا اور اپنے ساتھیوں کو دیکھا لیکن وہ سب خاموش تھے۔ ”کس قدر احمقانہ بات ہے۔ پہلے تو تم نے انگلینڈ پر زوال لانے کے لئے مجھے اغوا کیا اور.....“ کیون بولا۔

”ریڈ ہیوز کے کہنے پر۔“ میٹ نے اس کی بات کاٹ دی۔

”چلو، یہی سہی، لیکن انگلینڈ پر زوال نہیں آیا۔ تم مجھے آئرلینڈ لے گئے۔ مجھے بلی ڈون لے گئے.....“

”تم نے وہاں بہت اچھی زندگی گزاری..... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔“

تمہاری ماں..... میرا مطلب ہے کیٹ کا دعویٰ غلط نہیں ہے کہ اچھے مسیحی اور اچھے آئرش کی پرورش کے لئے آئرلینڈ دنیا میں سب سے اچھا مقام ہے۔ تم انگلینڈ کے بادشاہ بن کر بھی اتنے فائدے میں نہ رہتے۔“

”ممکن ہے، ایسا ہو لیکن فی الحال تو میں مصیبت میں ہوں۔“ کیون نے کراہتے ہوئے کہا۔

”کیسی مصیبت؟“

”میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں آئرلینڈ میں پلا بڑھا ہوں۔ میں ہمیشہ آئرش رہوں گا۔ مجھے آئرلینڈ کی فضاؤں سے..... وہاں کے لوگوں سے پیار ہے۔ میرے نزدیک انگلینڈ کی بادشاہت، آئرلینڈ کی غربت کے مقابلے میں جچ ہے۔ مجھے انگریزوں سے نفرت ہے۔ وہ رُوءے زمین کے سب سے گھٹیا انسان ہیں لیکن اٹھارہ سال آئرلینڈ میں گزارنے کے بعد اب میں وہاں واپس بھی نہیں جاسکتا۔“

”کیوں نہیں جاسکتے، ہم تمہیں واپس لے جانے کے لئے ہی تو آئے ہیں۔“ ٹم نے حسب معمول کراہتے ہوئے کہا۔

”اب صورت حال یہ ہے کہ میں انگریز ہوں..... اور بلی ڈون میں کسی انگریز کے لئے کوئی جگہ نہیں۔“

”کیا باتیں کر رہے ہو۔ تم میرے بیٹے ہو۔“ میٹ نے اس پر آنکھیں نکالیں۔ ”ہرگز نہیں۔“

”نام کے بدلے نام حاصل کرنا تھا، سو میں نے تمہیں چرا لیا۔“

”چرانے سے کسی چیز کی ملکیت تبدیل نہیں ہو جاتی۔ مجھے یقین ہے کہ ریڈ ہیوز مجھے تمہارا بیٹا نہیں بنانا چاہتا تھا۔ دوسری بات یہ کہ اگر میں نشے میں نہیں تھا تو ریڈ ہیوز سے میں بھی ملا ہوں۔ اس نے مجھے بھی انگلینڈ کو تسخیر کرنے کی ہدایت.....“

”لیکن تم تسخیر نہیں کرنا چاہتے کیونکہ تم خود انگریز ہو۔“

”خاموش رہو میٹ اد کوئن، ورنہ میں تمہاری حقیر ٹھوڑی پر شاہی گھونہ رسید کر دوں گا۔ میں صرف اتنا سا انگریز ہوں کہ میرے ماں باپ انگریز تھے..... اور وہ بھی میرے لئے اجنبی ہی رہے ہیں لیکن انگریز یہ بات نہیں سمجھ رہے۔ وہ میری اس غیر ارادی خطا کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔ آئرش لوگ احمق ہوتے ہیں۔ میٹ اب



تم سوچو گے کہ یہ ایک انگریز بول رہا ہے..... اور خود احمق ہونے کی وجہ سے تم یہ بات سمجھ بھی نہیں سکو گے۔ بہر حال، میں بتاؤں گا ضرور۔ ہم دونوں ہی ریڈ ہیوز پر یقین رکھتے ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟ اس کے بارے میں ہمارے خیالات مشترک ہیں۔ مثلاً وہ ضرورت پڑنے پر آئرلینڈ سے دھند ایکسپورٹ کرتا ہے، انگلینڈ کے لئے..... اب حماقت کا ثبوت یہ ہے کہ اگر ریڈ ہیوز دھند بھیج سکتا ہے..... تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ ٹھیک ہے نا؟

میٹ نے احمقانہ انداز میں سر کو جنبش دی۔

”میرا خیال ہے، دلدلی علاقے میں تم سے ملنے سے پہلے ہی سے ریڈ ہیوز کسی لمبے چکر میں تھا۔ میرا خیال ہے، اس نے آئرلینڈ کی دھرتی سے ایک بیج نکالا..... اور اسے سمندر پار پہنچا کر بکنگھم پیلس میں بودیا۔“ کیون نے فلسفیانہ لمبے میں کہا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“

”وہ بیج میں تھا۔“

”کیا؟“

”ہاں..... شاید میں ریڈ ہیوز کا بیٹا ہوں۔“

ان سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

”لیکن تمہاری ماں تو انگریز ہی رہی۔“ فل نے اعتراض کیا۔

”یہ پے پیچہ سائنسی مسئلہ ہے، ممکن ہے انگلینڈ پہنچنے سے پہلے ہی بیج کی نمو شروع ہو گئی ہو۔“ کیون بولا۔

”یعنی تمہاری کوئی ماں نہیں تھی؟“ فل کے لمبے میں حیرت تھی۔

”خدا جانے..... لیکن اگر کوئی ہے تو وہ کوئی آئرش عورت ہی ہوگی..... بلکہ کیٹ ہوگی۔“

”وہ تمہاری یہ بکو اس نے گی تو کس قدر خوش ہوگی۔“ میٹ نے تپ کر کہا۔

”میں ثابت کر سکتا ہوں۔ انگریز خود کہتے ہیں کہ میں ان جیسا نہیں ہوں۔ پھر یہ بھی سوچو کہ میرے اغوا کے بعد ضرورت کے باوجود میرے ماں باپ میرا کوئی نعم البدل پیدا نہ کر سکے۔“

”ہاں..... یہ بات تو ہے۔“ میٹ نے اعتراف کیا۔

”میں ہر اعتبار سے آئرش ہوں لیکن انگریز اور آئرش، دونوں سمجھ رہے ہیں کہ میں انگریز ہوں۔ یہ مجھ پر عذاب ہے۔“

”تو اب تمہارا کیا بنے گا؟“ میٹ نے افسردہ لمبے میں کہا۔ ”اب میں تمہاری دشواری سمجھ رہا ہوں۔“

”میرے باپ ریڈ ہیوز نے مجھے ایک کام کے لئے کہا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ اپنا نام انگلینڈ میں لکھ لو۔ اسی لئے تو اس دن دھند اتری تھی۔ اس دھند نے ہی مجھے محل میں پہنچایا تھا۔ انگریز خود مجھے یہاں لے آئے تاکہ میں اپنا نام لکھ سکوں۔“

”تو تم نے اپنا نام لکھ لیا؟“

”کل صبح لکھوں گا، جب وزیراعظم تخت و تاج سے دست برداری کی دستاویز لائے گا۔“

”دست برداری۔“ سب بیک زبان بولے۔

”ہاں..... میں ان کا بادشاہ نہیں بننا چاہتا۔ میرے بعد کوئی بادشاہ نہیں ہوگا۔ یعنی تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ نام کے بدلے نام تم نے اوکون کے بدلے انگریزوں کی شاہی نسل ختم کر دی۔ اب ممکن ہے انگلینڈ پر زوال آجائے۔“

”تو تم محل چھوڑ رہے ہو۔“

”ہاں، صبح میں محل چھوڑ دوں گا۔“

”گویا ہمیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔“ ٹم کراہا..... ”تمہیں مدد کی ضرورت نہیں تھی۔“

وہ سب ایک ہی بات سوچ رہے تھے۔ ایک طرف نام کے بدلے نام..... دوسری طرف نام لکھنا..... دوبار کی دھند کی تو یہ وضاحت موجود تھی، لیکن تیسری بار دھند کیوں نمودار ہوئی؟

”یہ ریڈ ہیوز میری سمجھ میں نہیں آیا۔“ میٹ نے سب کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا۔ ”اس نے تیسری دھند بھیجنے کی زحمت اٹھائی، صرف اس لئے کہ ہم باہم گفتگو کریں۔“

وہ سب دہشت زدہ سے کھڑے تھے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ریڈ ہیوز کسی اور ہی چکر میں ہے۔ وہ سب بے وقوف تھے کہ کچھ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اب تو کیون بھی

خاموش تھا..... حالانکہ کچھ دیر پہلے بہت عقل مند بن رہا تھا۔ شاہی خواب گاہ پر خاموشی مسلط تھی۔

پھر اچانک اس خاموشی میں ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ ”رچرڈ ڈارلنگ۔“ آواز بہت ہلکی تھی۔

”آواز..... یہ کیسی آواز تھی؟“ ٹم نے گھبرا کر کہا۔

”کس کی آواز تھی یہ؟“ فل نے پوچھا۔

”ریڈ ہیوز کی تو نہیں ہو سکتی۔“ میٹ نے کہا۔ ”بارٹ تم بتاؤ، آخر ملاح ہو ستموں کا اندازہ لگا سکتے ہو۔“

بارٹ نے چند لمحے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ اس کی مہارت اور تجربے کے امتحان کی گھڑی تھی۔ ”آواز بیڈ کی طرف سے آئی ہے۔“ بالآخر اس نے اعلان کیا۔

وہ سب تفتیش کی غرض سے بیڈ کی طرف بڑھ گئے۔ وہاں جو نظارہ ان کا منتظر تھا وہ بلی ڈون کے سادہ لوح لوگوں کے ہوش اڑا دینے کے لئے کافی تھا۔ وہ بے حد حسین لڑکی تھی..... نازک سی، وہ بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس نے گردن تک چادر کھینچ رکھی تھی۔

”یہ کون ہے؟“ میٹ نے گڑبڑا کر پوچھا۔

”سیلی کارلٹن۔“ کیون نے جواب دیا۔

”یہ کہاں سے آئی؟“

”مجھے یاد آتا ہے کہ یہ شراب لائی تھی۔“ کیون کے لہجے میں الجھن تھی۔ ”لیکن

میرا خیال تھا کہ وہ واپس جا چکی ہے لیکن.....“

لڑکی کیون کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ”رچرڈ ڈارلنگ..... کون ہیں یہ لوگ؟“ اس نے پوچھا۔

میٹ اوکوئن کے ذہن میں ایک اندیشہ چھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے لفظوں میں کیسے بیان کرے۔ ”یہ..... تم..... میرا مطلب ہے..... تم اسی بستر پر سوئے تھے؟“

کیون یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ ”شاید ایسا ہی ہے۔ دراصل میں نے بہت زیادہ پی لی تھی..... شہپیتن۔“

”شہپیتن..... یعنی وہ ہسکی چھوڑ کر؟“

”یہاں شہپیتن کے علاوہ کچھ تھا ہی نہیں۔“

”تم نشے میں ذہت تھے..... یہ پرانی عادت بد.....“

”یہ آئرش عادت ہے میٹ۔“ کیون نے مدافعانہ لہجے میں کہا۔ ”اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ میں آئرش ہوں۔“

”لیکن تم یہاں..... اس لڑکی کے ساتھ؟“

کیون کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اب وہ میٹ کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ ”میں کیا کہہ سکتا

ہوں۔ تم آئے ہو تو میں سو رہا تھا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔“

”لیکن سونے سے پہلے تم لوگ جاگ رہے ہو گے۔“ میٹ نے پھنکارتے ہوئے

کہا۔ ”تم نے یہ کیا کیا مردود آدمی..... میں نے نام کے بدلے نام حاصل کرنے

کے لئے اپنی عمر گنوا دی۔ اب بادشاہ ہوں کی نسل بھی میری نسل کی طرح ختم ہونے

والی تھی لیکن تم تو دلی عہد فراہم کرنے کے چکر میں پڑ گئے۔ آہ، تم نے سب کچھ برباد

کر دیا۔“ میٹ کی سماعت میں اس وقت دردناک صدائیں گونج رہی تھیں۔ آئرلینڈ کی

بزرگ روہیں بن کر رہی تھیں۔ ”کیون اوکوئن، تم غدار ہو۔“ میٹ نے چیخ کر کہا۔

کیون کا جسم لرز رہا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا جیسے بھاگنے کا راستہ تلاش کر رہا

ہو لیکن کوئی راستہ نہیں تھا۔ تھک ہار کر وہ سیلی کی طرف متوجہ ہوا۔ ”سیلی، مجھے سچ

سچ بتاؤ کیا ہم نے..... واقعی؟“

سیلی نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

”چلو چھٹی ہوئی۔“ میٹ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ”اب تمہیں لے جانے کا کوئی

فائدہ ہے اور نہ تمہارے تاج و تخت چھوڑنے کا..... بے چارہ ریڈ ہیوز بھی

مایوس ہو گا۔ تم نے بادشاہوں کی نسل چلانے کا سامان کر دیا ہے۔ شیطانی طاقتیں جیت

گئیں۔ اب تمہیں اس عظیم ترین گناہ کا کفارہ ادا کرنا ہو گا کیون اوکوئن! انگلینڈ کے

بادشاہوں کی نسل جاری رہے گی۔“

”ہرگز نہیں۔“ کیون نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ ”میں اب اپنا نام کیسے لکھوں گا؟

اس سے فائدہ کیا ہو گا؟ واقعی سب کچھ برباد ہو گیا۔“

”ڈیر..... کیوں پریشان ہو؟“ سیلی نے بڑی محبت سے کہا۔ ”تم نے اپنا نام

ٹھیک تو کر لیا۔ اب تم کیون او کوئن نہیں رچڑو۔ نام درست ہو گیا ہے۔“  
”درست ہو گیا؟“ وہ سب حیران رہ گئے۔

”میرے خدا۔“ میٹ نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ ”ریڈ ہیوز نے تم سے  
یہی کہا تھا نا کہ ”رائیٹ یور نیم ان انگلینڈ۔“

”ہاں..... یہ بھی ذہن میں رکھو کہ ریڈ ہیوز پڑھا لکھا نہیں تھا۔“ عالم  
فاضل فل نے وضاحت کی وہ۔ ”Right اور Write کے تلفظ میں فرق نہیں کر سکا  
ہو گا۔ اس نے یقیناً نام درست کرنے کی یعنی صحیح نام اپنانے کی ہدایت دی ہو گی۔“

”اس کا مطلب ہے“ ریڈ ہیوز چاہتا ہے کہ میں بادشاہت سنبھال لوں؟“ کیون  
نے لرزیدہ آواز میں دریافت کیا۔

”اس کا مطلب تو یہی ہے۔“

”لیکن کیوں؟“

یہ ایک اور الجھن تھی۔ ریڈ ہیوز کی کوئی بات پوری طرح کبھی سمجھ میں نہیں  
آئی تھی۔ نام کی درستی سے انگلینڈ کی تسخیر کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اچانک میٹ کو اپنا  
دماغ روشن روشن محسوس ہونے لگا۔ اس نے کھڑکی سے باہر دھند کو دیکھا۔ دھند  
اچھل رہی تھی..... زندہ انسانوں کی طرح متحرک تھی، لیکن وہ غصے کا انداز نہیں  
تھا۔ وہ فاتحانہ رقص تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ صحیح راستے پر چل رہے ہیں۔ میٹ  
کھڑکی سے پلٹ آیا۔ سبلی فاتحانہ انداز میں کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔

”اب ہم دھیمی آواز میں بات کریں گے۔“ میٹ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔  
”میں نہیں چاہتا کہ لڑکی ہماری باتیں سنے۔“

”کیا بات ہے میٹ؟“ کیون نے پُر تشویش لہجے میں سوال کیا۔

”دیکھو..... پہلی دھند نے ہمیں، تمہیں اغوا کر کے آئرلینڈ پہنچنے میں مدد  
دی۔ تم اٹھارہ سال ہمارے پاس رہے۔ پھر ریڈ ہیوز نے تمہیں انگلینڈ جانے کی ہدایت  
کی۔ اب دوسری دھند نمودار ہوئی..... اس نے تمہیں پکڑوایا..... ہمیں  
نہیں۔ یوں تم بادشاہ بن گئے۔ آج تیسری دھند نمودار ہوئی تاکہ ہم محل میں داخل  
ہو کر تم سے بات کر سکیں..... سمجھ سکیں کہ انگلینڈ کو کیسے تسخیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ  
تسخیر ہی تو ہے کہ انگلینڈ کے تخت پر کوئی آئرش بیٹھے..... اور انگریزوں پر حکمرانی

کرے۔ یہی تسخیر ہے..... اور یہی زوال ہے۔“ کھڑکی سے باہر دھند پُر مسرت  
انداز میں رقص کر رہی تھی۔ میٹ نے خوشی سے دھند کو دیکھا اور بولا۔ ”کیون  
او کوئن..... تم یہاں آئی آراے کی بکنگم پیلس بریگیڈ کے قیام کی دلیل ہو۔“

☆=====☆=====☆

انسپکٹر روڈنی نے وہ نسوانی چیخ سنی۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ یہ سیلی ہو گی۔ چیخ بہت  
دردناک تھی۔ انسپکٹر لیڈی کارلٹن کے گیٹ سوٹ میں کرسی پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ وہ  
چیخ سن کر اٹھا، اس نے دروازہ کھولا اور کارڈور میں لپکا لیکن وہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اسے  
ڈولین نظر آئی۔ وہ دونوں ہاتھ اٹھائے مٹھیاں بھینچے کھڑی تھی۔ وہ وہاں کیا کر رہی  
تھی؟ لیکن اس کے سامنے چھ افراد بھی تھے..... اجنبی چہرے۔ ان میں بادشاہ بھی  
تھا اور وہ سب ڈولین سے کترارہے تھے۔

انسپکٹر تیزی سے آگے بڑھا لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا  
چاہئے۔ ڈولین کا جارحانہ انداز کچھ اور ہی بتا رہا تھا۔ وہ انداز تو صرف ایک شخص کے  
لئے مخصوص تھا۔ ہربرٹ بینسن کے لئے..... لیکن بادشاہ وہاں کیا کر رہا تھا؟  
ایک شخص خاص طور پر ڈولین کا ہدف تھا..... اور وہی یقینی طور پر ہربرٹ  
بینسن تھا۔ وہ بری طرح خوف زدہ تھا اور اپنے ساتھیوں کے پیچھے چھپ رہا تھا۔  
”یہ..... یہ ہربرٹ بینسن ہے۔“ ڈولین نے میٹ کی طرف جھپٹتے ہوئے کہا۔ میٹ  
جھکائی دے کر بال بال بچا۔

”ہٹو سامنے سے۔“ بادشاہ شاہانہ انداز میں چیخا۔ ”اس کا پیچھا چھوڑ دو، ورنہ  
میں تمہیں کاٹ کھاؤں گا۔“

ڈولین ٹھٹھک گئی۔ خدا جانے رعب شاہی کی وجہ سے یا شاہی دانتوں کے خوف کی  
وجہ سے۔ انسپکٹر کے پاس اس وقت ایک ہی ہتھیار تھا..... پولیس و سل! اس نے  
و سل ہونٹوں سے لگالی۔

”اگر تم نے و سل بجائی تو میں تمہیں گرفتار کرادوں گا۔“

”یور میجسٹی؟“ انسپکٹر کے منہ سے و سل چھوٹ گئی۔

”یہ..... یہ ہربرٹ بینسن ہے۔“ ڈولین نے انسپکٹر کو ملتتی نگاہوں سے دیکھتے  
ہوئے کہا۔



رہا تھا۔

”میں نے تخت و تاج کے مسئلے پر اپنے دوستوں سے بات کی ہے۔“ بادشاہ نے کہا۔ ”ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تخت و تاج کو ٹھکرانا عقل مندی نہیں ہے۔“ انپکٹر اور چکر اگیا۔ یہی تو اس کا مقصد تھا۔ کیا سبلی کامیاب ہو چکی ہے؟ نہیں..... یہ آئرش بد معاش بادشاہ کو اغوا کرنے کی نیت سے آئے ہوں گے لیکن بادشاہ نے انکار کر دیا ہو گا۔ کچھ بھی ہو فتح تو اس کی ہی ہوئی تھی۔ ادارہ شہنشاہیت بچا لیا گیا تھا۔ اب اگر بادشاہ کی یہی خواہش ہے تو ان بھکاریوں کو چھوڑ دینے میں کیا حرج ہے؟ بہر حال دیکھا جائے تو ان بیچاروں نے برطانیہ کی خدمت کی ہے۔ اگر انہوں نے شہزادے کو اغوا نہ کیا ہوتا تو شہزادہ ایک عام بادشاہ ہوتا..... اس کے گرد سریت کا ہالہ نہ ہوتا..... اس کی شخصیت عوام کے لئے اتنی پُرکشش نہ ہوتی۔ اب وہ مقبول ترین بادشاہ تھا اور یہ ان آئرش احمقوں ہی کا کمال تھا۔

”یور میجسٹی، مجھے آپ کا فیصلہ سن کر خوشی ہوئی۔“ انپکٹر نے کہا۔

”لیکن انپکٹر، میں اپنے دوستوں کی توہین برداشت نہیں کروں گا۔“

”ایسا ہی ہو گا یور میجسٹی۔“

”انہیں بحفاظت آئرلینڈ پہنچنا چاہئے۔“

”میں اس کی ضمانت دیتا ہوں یور میجسٹی۔“

”وقتاً فوقتاً یہ مجھ سے ملنے آتے رہیں گے۔ یہ بادشاہ کے دوست ہیں۔“

”بہتر یور میجسٹی۔“ انپکٹر نے کہا۔ فطری بات تھی۔ بادشاہ جن لوگوں کے

درمیان رہا تھا..... پلا بڑھا تھا۔ ان سے اس کا لگاؤ فطری تھا۔ ویسے بھی ان لوگوں نے بادشاہ کے ساتھ اچھا ہی سلوک کیا ہو گا۔ پھر یہ بھی ہے کہ بادشاہ، بادشاہت کا عادی ہوتے ہوتے ان کمتر لوگوں کو بھول جائے گا۔

”ٹھیک ہے انپکٹر، میرے دوستوں کے لئے کار نکلاؤ۔“

ڈولین اب تک سکتے مے کے عالم میں کھڑی تھی۔ ”روڈنی!“ اچانک وہ چیخی۔

”اسے مت جانے دو۔ یہ ہربرٹ بینسن ہے۔“ پھر وہ ہربرٹ کی طرف جھٹی۔ انپکٹر کو

ایسا لگا جیسے وہ پاگل ہو گئی ہے۔ اٹھارہ برس کی جستجو کے بعد اسے ہربرٹ بینسن ملا

تھا..... اور صاف نکلا جا رہا تھا۔ اس کی دیوانگی بھی فطری تھی۔ ہربرٹ نے پہلو

لیکن انپکٹر گوگو کے عالم میں تھا۔ ہربرٹ کی گرفتاری اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد تھا..... لیکن وہ بادشاہ کی دھمکی کو کیسے نظر انداز کر سکتا تھا۔ وہ ان پانچوں کو تکتا رہا۔ ہربرٹ کا چہرہ اسے جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ بالآخر اسے یاد آئی گیا۔ اس نے اس شخص کو اوفیلی بار میں دیکھا تھا۔ انپکٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ پانچوں تو سادہ لوح دہقان تھے۔ انہوں نے اس صدی کے سب سے بڑے جرم کا ارتکاب اتنی کامیابی سے کیسے کر لیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا لیکن شہادت اور پھر ان لوگوں کے ساتھ بادشاہ کا رویہ یقین دلانے کے لئے کافی تھا۔ پھر انپکٹر کو خیال آیا کہ انہیں گرفتار کرنا اس کا فرض ہے۔ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے دامن کا دھبہ دھونا بہت ضروری تھا۔

”جنٹلمین۔“ اس نے کہا۔ ”میں آپ کو گرفتار کرتا ہوں۔ تاج برطانیہ کے نام پر۔“

”انپکٹر..... تاج کون ہے؟“ بادشاہ نے پوچھا۔

”آپ ہی یور میجسٹی۔“

”تو تاج تمہیں حکم دیتا ہے کہ انہیں گرفتار نہ کرو۔“

انپکٹر کا دماغ گھوم گیا۔ ”لیکن آپ تو تخت و تاج سے دست بردار ہو رہے

ہیں۔“

بادشاہ مسکرا دیا۔ ”میں نے ارادہ بدل لیا ہے۔ صبح وزیراعظم آئے گا تو میں اس

سے کہوں گا کہ تاج پوشی کی تقریب کے انتظامات کر لے۔“

انپکٹر کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

”سمجھے انپکٹر!“ بادشاہ نے مزید کہا۔ ”یہ میرے دوست ہیں اور مجھ سے ملنے

آئے ہیں۔“

”لیکن یہ اندر کیسے آئے؟“

”بس چلے آئے۔“

”میرے آدمیوں سے بچ کر؟“

”ظاہر ہے۔“

انپکٹر کو چکر آگئے۔ اٹھارہ سال سے وہ ایسے ہی محیر العقول واقعات سے نبرد آزما

بچایا اور پھر خود کار انداز میں اس کا مکا حرکت میں آیا۔ ڈولین ڈھیر ہو گئی۔

”یور میسٹی“ آپ فکر نہ کریں۔ ”انسپکٹر نے کہا۔ ”میں اس عورت کو سمجھاؤں گا کہ اس کی خاموشی ہی میں ملک و قوم کی بھلائی ہے۔“

چند لمحے بعد انسپکٹر بادشاہ کے آئرش دوستوں کو بڑے احترام سے کار کی طرف لے جا رہا تھا۔ باہر آکر اسے احساس ہوا کہ اس موقع پر بھی دھند موجود ہے، لیکن وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا کہ اسے اس دھند کا شکر گزار ہونا چاہئے یا.....

☆=====☆=====☆

”تقریب میں اپنے غریب آئرش رشتے داروں کی موجودگی اس کے لئے تکلیف دہ ہوگی۔“ کیٹ نے کہا۔ ”ویسے بھی وہ انگریزوں کی پرائیویٹ تقریب ہے۔ اس میں ہمارا کیا کام۔“ کیٹ نے کہا۔

کسی نے کوئی حجت نہیں کی۔ آخر کیٹ مادر ملکہ تھی۔ چنانچہ کوئی لندن نہیں گیا۔ انہوں نے ٹی وی پر تقریب دیکھی۔ اس روز بلی ڈون میں جشن منایا گیا۔ وہ سب کیٹ کے مکان پر جمع تھے۔ سارا بلی ڈون وہاں موجود تھا۔ فاگان اور سین بھی وہیں موجود تھے۔ ان دنوں وہ سنجیدگی سے آئرلینڈ کی تاریخ کے مطالعے میں مصروف تھے۔ وہ خود کو بلی ڈون بریگیڈ میں شمولیت کے لئے تیار کر رہے تھے۔ وہاں اپنی بھی تھی۔ اب تو وہ کیٹ کا سایہ بن کر رہ گئی تھی۔ ”آج تاج پوشی کی تقریب ہے۔“ اس نے کیٹ سے سرگوشی میں کہا۔ ”اور سیلی کارلٹن کا کہیں نام نہیں ہے۔ اخبار والے بھی اس سلسلے میں خاموش ہیں، حالانکہ کئی مہینے ہو چکے تھے۔“

”میں نے کہا تھا کہ کیون ایسے احمقانہ جال میں پھنسنے والا نہیں ہے۔“ کیٹ نے جواب دیا۔ ”اس رات محل میں کیون سے کوئی لغزش نہیں ہوئی تھی۔ میں آئرش مردوں کو خوب جانتی ہوں۔“

”جی..... ویسے اس بے حیا سیلی کا برا حشر ہونا چاہئے۔ اس طرح شاہی خواب گاہ میں گھس جانا.....“

”میں نے یہ بھی کہا تھا کہ کیون ایسے احمقانہ جال میں پھنسنے والا نہیں ہے۔ اپنی..... اس کے دل میں تم ہی تم ہو میں اس کی ماں ہوں۔ یہ بات جانتی ہوں۔ میں تمہاری تربیت کروں گی، پھر وہ تمہارے سحر سے نہیں نکل سکے گا۔ تم مت گھبراؤ

اپنی..... آخر میں مادر ملکہ ہوں۔“

اس روز کینن بھی آیا۔ اس کے انداز میں شرمیلا پن تھا جھجک تھی۔ اس نے کیٹ سے اجازت لی، تب اندر آیا۔ اندر آتے ہی اس نے مکان کو برکتوں کی دعائیں دیں۔ اس کا انداز بدلا ہوا تھا۔ ”میں شروع ہی سے جانتا تھا کہ میٹ اوکون آئرلینڈ کو سر بلندی دلائے گا۔“ اس نے فخریہ لہجے میں کہا۔ ”میرا خیال ہے، بلی ڈون بریگیڈ کو پادری کی راہنمائی کی ضرورت ہوگی۔“ یہ کہہ کر اس نے میٹ کو آنکھ ماری۔

ایک اجنبی مہمان بھی آیا تھا۔ وہ چھوٹے سے قد کا منحنی سا آدمی تھا۔ اس کے کندھے جھکے ہوئے تھے اور سر کے بالوں سے محروم تھا۔ اس کا نام لائم تھا..... اس نے بتایا کہ وہ ڈبلن میں وزیراعظم کے عہدے پر فائز رہ چکا ہے۔ ”مسٹر اوکون“ میں حاضر ہو سکتا ہوں؟“ اس نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔

”ضرور یور آئر۔“ میٹ نے کہا۔ وہ سابق وزیراعظم جیسے شخص کی آمد پر بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

”مسٹر اوکون..... میں کچھ قومی معاملات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“

”پہلے میرے بیٹے کی تاج پوشی ہو جانے دیں۔“

”مجھے کوئی جلدی نہیں ہے مسٹر اوکون۔ ویسے بلی ڈون آئرلینڈ کا حسین ترین مقام ہے۔ البتہ مجھے یہاں پہنچنے میں دشواری ہوئی۔ آئرلینڈ کے نقشے پر بلی ڈون کا وجود ہی نہیں ہے۔ بہر حال، میں اس سلسلے میں کچھ کروں گا۔“

”کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔“ میٹ نے تند لہجے میں کہا۔ ”میں نہیں چاہتا کہ یہ خفیہ مقام عام ہو۔“

”بہت بہتر..... میں آپ سے متفق ہوں۔“

☆=====☆=====☆

ٹی وی پر ایک سڑک نظر آرہی تھی۔ شاہی بکھی ویسٹ سٹر کی طرف رواں دواں تھی۔ بادشاہ کے لاکھوں پرستار اس پر پھول نچاؤ کر رہے تھے۔ انگلینڈ کی تسخیر کا عمل شروع ہو چکا تھا۔ بینڈ پر آئرش دھنیں بجائی جا رہی تھیں..... کیونکہ بادشاہ آئرش تھا۔

آرچ بشپ نے نئے بادشاہ کے سر پر تاج رکھا۔ ہر شخص یہی کہہ رہا تھا کہ گزشتہ

ہزار سال میں اتنا اچھا بادشاہ برطانیہ کو میسر نہیں آیا۔ اس کا نام بھی خوبصورت تھا۔  
شاہ کیون اول..... اور شاہ کیون کی آنکھوں میں بلی ڈون کی اینی کے خواب  
تھے۔ اس کی شادی کے ساتھ ہی برطانیہ کی تسخیر مکمل ہو جاتی۔ اس کا پہلا بچہ انگلینڈ  
میں خالص آئرش شاہی خاندان کی بنیاد رکھتا۔ یہی آئرلینڈ کی فتح اور سر بلندی تھی۔  
آئرلینڈ برطانیہ کے بادشاہ کا گھر بن گیا تھا اور یہ فتح محبت کے زور پر حاصل ہونے والی  
تھی۔

☆=====☆  
ختم شد

پاکستانی عظیم  
دار کا یووائسز